بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

۱۲ (12)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۵۴)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

پارہ

۱۲

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ رجسٹرڈ
(۲۷۹- بریٹو روڈ- کراچی- فون ۷۲۳۲۳۵۴۱)

www.drhasanrizvi.com

محمد اقبال حسین عفی عنہ

ڈپٹی ایڈمنسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں تصدیق کرتا ہوں کہ پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
کے مطبوعہ پارہ نمبر ۱۲ کا بغور حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اور
اسے ہر طرح کی اغلاط سے مبرّا پایا۔

فیض احمد شاہ سعیدی

حافظ فیض احمد شاہ سعیدی

منظور شدہ، پروف ریڈر

گلشن اقبال بلاک 11 کراچی

www.drhasanrizvi.com

فہرستِ عناوین پارہ ۱۲

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۱۔	کتابِ مبین	۱۵۲۹
۲۔	آیت کا پیغام۔ نتائج	۱۵۳۰
۳۔	روزی اللہ دیتا ہے	۱۵۳۱
۴۔	عرش کے معنی	۱۵۳۲
۵۔	آیت کا پیغام، نتائج و تحقیقات	۱۵۳۴
۶۔	خدا نے عرش کو کیوں پیدا کیا؟	//
۷۔	احسن عمل	//
۸۔	عام تفسیر	۱۵۳۵
۹۔	مومن اور کافر کے طرزِ عمل کا فرق	۱۵۳۶
۱۰۔	چھوڑے لوگ	۱۵۳۷
۱۱۔	خدا کے ارشاد کا مقصد	//
۱۲۔	صبر کی حقیقت	۱۵۳۸
۱۳۔	حلال روزی کمانے کی اہمیت	۱۵۳۹
۱۴۔	تفسیر صوفیانہ	۱۵۴۰
۱۵۔	آیت کا پیغام	۱۵۴۱
۱۶۔	آیت کا مقصد	۱۵۴۲
۱۷۔	قرآن کی ترتیب مطابق تنزیل نہیں	۱۵۴۳
۱۸۔	قرآن خدا کا کلام ہے	//
۱۹۔	قرآن اللہ کی کتاب ہے	۱۵۴۴
۲۰۔	لفظ "اللہ" کا اعجاز	۱۵۴۵

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۲۱۔	نیت کی اہمیت اور آیت کا پیغام	۱۵۴۶
۲۲۔	دنیا پرستی کے سبب سے قرآن کی صداقت سے انکار	//
۲۳۔	ریاکاری کا انجام	۱۵۴۷
۲۴۔	ریاکاری کا علاج	۱۵۴۸
۲۵۔	اللہ کی طرف سے رسالت پر گواہ	۱۵۴۹
۲۶۔	حضرت رسول اللہؐ کی صداقت کی انتہا	۱۵۵۰
۲۷۔	نتائج	۵۱ ۱۵۵۱
۲۸۔	گمراہ ترین لوگ	۱۵۵۳
۲۹۔	خدا پر جھوٹ بولنے کے معنی	۱۵۵۵
۳۰۔	اخبات کے معنی (قلبی جھکاؤ)	۱۵۵۶
۳۱۔	حق دشمنی کی انتہا	۱۵۵۷
۳۲۔	نذارت و بشارت	۱۵۵۸
۳۳۔	کیا بشر نبی ہو سکتا ہے	۱۵۵۹
۳۴۔	حضرت نوحؑ کی قوم کا قصور	۱۵۶۰
۳۵۔	تفسیر عارفانہ	۱۵۶۱
۳۶۔	نتیجہ یا تعلیم	۱۵۶۲
۳۷۔	ایمان بالشہادۃ اور علمِ وحی	۱۵۶۴
۳۸۔	امامت کی پہچان اور اُن کے نور ہونے کا مطلب	۱۵۶۵

www.drhasanrizvi.com

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۳۹۔	نتائج و تعلیمات	۱۵۶۷
۴۰۔	شفاعت برحق ہے	″
۴۱۔	نبی بشر ہوتا ہے فرشتہ نہیں	۱۵۶۸
۴۲۔	اصل ظالم کون ہیں ؟	۱۵۶۹
۴۳۔	خدا کب، کس کو گمراہی میں چھوڑتا ہے۔	۱۵۷۰
۴۴۔	انبیاء بڑے بڑے دعوے نہیں کرتے	″
۴۵۔	خدا گمراہ کرتا نہیں، گمراہی کی سزا دیتا ہے	۱۵۷۱
۴۶۔	آیت کا مفہوم	″
۴۷۔	انسانوں کی قسمیں	″
۴۸۔	نصیحت کا خوبصورت انداز	۱۵۷۳
۴۹۔	عذاب کب آیا ؟	۱۵۷۴
۵۰۔	حضرت نوحؑ پر غلط الزام	″
۵۱۔	مہلت کب ٹال دی جاتی ہے	۱۵۷۵
۵۲۔	کشتیٔ نوحؑ پر تحقیق	″
۵۳۔	پیغمبر خدا کا مذاق اڑانے والوں کا انجام	۱۵۷۷
۵۴۔	تحقیقی نتیجہ	″
۵۵۔	طوفانِ نوحؑ کی ابتداء	۱۵۷۹
۵۶۔	ایک غلطی کا ازالہ	۱۵۸۰
۵۷۔	تنورِ نوحؑ	۱۵۸۱
۵۸۔	مومن کی شان بان	۱۵۸۳
۵۹۔	آیت کا مفہوم	″
۶۰۔	حضرت نوحؑ کے بیٹے پر تحقیق	۱۵۸۴
۶۱۔	حضرت نوحؑ کے طوفان کی شدت	۱۵۸۵
۶۲۔	توکل کے معنی	۱۵۸۶

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۶۳۔	کوہِ جودی یا کوہِ ارارات ؟	۱۵۸۷
۶۴۔	کیا طوفان عالمگیر تھا ؟	۱۵۸۸
۶۵۔	حضرت نوحؑ کی دعا قبول نہ ہونے کا مطلب ؟	۱۵۸۹
۶۶۔	نافرمانی ؟	۱۵۹۱
۶۷۔	اطاعت ؟	″
۶۸۔	حضرت نوحؑ کی کمالِ اطاعت	″
۶۹۔	حضرت نوحؑ کی دعاء کا مقصد ؟	۱۵۹۲
۷۰۔	خدا کے فرمانے کا مقصد ؟	″
۷۱۔	خدا سے حضرت نوحؑ کی معافی و معذرت	۱۵۹۳
۷۲۔	برکت کے معنی	۱۵۹۴
۷۳۔	مومن کی شان بان	۱۵۹۵
۷۴۔	آیت کا پیغام	۱۵۹۶
۷۵۔	عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے	۱۵۹۷
۷۶۔	قوموں کا اصل مرض	۱۵۹۸
۷۷۔	نتائج	۱۶۰۰
۷۸۔	آیت کا پیغام	۱۶۰۱
۷۹۔	مال اور اولاد کی وسعت کا طریقہ	″
۸۰۔	کافروں کی ذہنیت	۱۶۰۲
۸۱۔	حضرت ھودؑ کی دلیل	″
۸۲۔	جاہلی ذہنیت اور اس کا منہ توڑ جواب	۱۶۰۳
۸۳۔	حضرت ھودؑ کے فرمانے کا مطلب ؟	۱۶۰۴
۸۴۔	توحید کی حقیقت بزبانِ حضرت ھودؑ	۱۶۰۵
۸۵۔	انبیاء و اولیاءؑ کے دشمن اور دوست	۱۶۰۷
۸۶۔	ایک کا انکار سب کا انکار	۱۶۰۸

www.drhasanrizvi.com

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۸۷-	جاہلیت کا مہنت گری کے نظام کا فلسفہ اور اُس کا ابطال	۱۶۱۱
۸۸-	قومِ ثمود کا تعارف	۱۶۱۳
۸۹-	منکرینِ حق کی غلط توقعات	۱۶۱۴
۹۰-	خاص رحمت اور واضح دلیل	۱۶۱۵
۹۱-	نسبت کی اہمیت اور غیر اللہ کی تعظیم کا شرک نہ ہونا۔	۱۶۱۶
۹۲-	"عقر" کے معنی اور قدار کی نحوست	۱۶۱۷
۹۳-	دو شقی ترین آدمی (الحدیث)	"
۹۴-	عذابِ الٰہی کا انجام	۱۶۱۸
۹۵-	حضرت ابراہیمؑ کا تعارف	۱۶۱۹
۹۶-	سلام کرنا فرشتوں کا طریقہ ہے۔	۱۶۲۰
۹۷-	سلام کرنا اللہ کا طریقہ ہے۔	"
۹۸-	حضرت ابراہیمؑ کے خوف کی وجہ	۱۶۲۱
۹۹-	خوف کاملین کو بھی ہوتا ہے	"
۱۰۰-	حضرت سارہ کے ہنسنے کی وجوہات	۱۶۲۲
۱۰۱-	تعجب انگیز خبر	۱۶۲۳
۱۰۲-	ملائکہ غیرِ نبی سے بھی گفتگو کرتے ہیں	۱۶۲۴
۱۰۳-	اہل البیت	"
۱۰۴-	حضرت ابراہیمؑ کا خدا سے جھگڑنا	۱۶۲۵
۱۰۵-	میری بیٹیوں سے مراد	۱۶۲۸
۱۰۶-	مہمان کی عزت	۱۶۲۹
۱۰۷-	سبق ۱ سبق ۲	۱۶۳۰

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۱۰۸-	بدفطرتی کی انتہا	۱۶۳۱
۱۰۹	اسبابِ ظاہری سے تمسک شرک نہیں	۱۶۳۲
۱۱۰-	حضرت لوطؑ کی زوجہ	۱۶۳۳
۱۱۱-	ہمارا محب آخرت میں ہمارے ساتھ ہوگا۔	۱۶۳۴
۱۱۲-	محب کی پہچان ؟	۱۶۳۵
۱۱۳-	حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب	۱۶۳۶
۱۱۴-	اُمّتِ مسلمہ کی تنبیہ	۱۶۳۷
۱۱۵-	ناپ تول میں کمی کی سزا	۱۶۳۸
۱۱۶-	میں ہی بقیّتُ اللہ ہوں	۱۶۳۹
۱۱۷-	قومِ شعیبؑ کی کٹھ حجتی	۱۶۴۱
۱۱۸-	اسلام کا فلسفہ	۱۶۴۲
۱۱۹-	انبیاء کرامؑ کا اندازِ بیان	۱۶۴۴
۱۲۰-	حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو گذری ہوئی امتوں پر عذاب سے متنبہ کر رہے ہیں	۱۶۴۵
۱۲۱-	خدا کی رحمتیں، معافیاں اور محبت	۱۶۴۶
۱۲۲-	آیت کا پیغام	۱۶۴۷
۱۲۳-	حضرت رسولِ خدا کا استغفار	"
۱۲۴-	حضرت شعیبؑ خطیب الانبیاء تھے	۱۶۴۹
۱۲۵-	انتظار کرو	۱۶۵۰
۱۲۶-	سبق	۱۶۵۱
۱۲۷-	امامِ دنیا آخرت میں بھی امام ہوگا	۱۶۵۳
۱۲۸-	غور و فکر اور عبرت کا مقام دنیا ہے	۱۶۵۵
۱۲۹-	مسئلۂ شفاعت	۱۶۵۷
۱۳۰-	بدبختی کی علامات	۱۶۵۹

www.drhasanrizvi.com

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۱۳۱-	ازلی نیک بختی کی علامات	۱۶۵۹
۱۳۲-	عذابِ قبر اور جنّتِ برزخی کا ثبوت	۱۶۶۲
۱۳۳-	شرک کا مذہب قطعی طور پر باطل ہے	۱۶۶۴
۱۳۴-	استقامت کے اعلیٰ معنی	۱۶۶۷
۱۳۵-	غلط نتیجہ	〃
۱۳۶-	صاحبِ استقامت کے اوصاف	۱۶۶۸
۱۳۷-	ظالم کی مذمّت	۱۶۶۹
۱۳۸-	شانِ نزولِ آیت	۱۶۷۱
۱۳۹-	نماز کے فوائد	۱۶۷۲
۱۴۰-	نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں	۱۶۷۲
۱۴۱-	استغفار	۱۶۷۳
۱۴۲-	قرآنی اوقاتِ نماز	〃
۱۴۳-	نکتہ	۱۶۷۵
۱۴۴-	سب سے زیادہ بخشش والی آیت	〃
۱۴۵-	آیت کا پیغام	۱۶۷۶
۱۴۶-	نماز۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت	۱۶۷۷
۱۴۷-	صبر سے کام لیجیے	۱۶۷۸
۱۴۸-	صبر کی اقسام	〃
۱۴۹-	توکّل کے معنی	۱۶۷۹
۱۵۰-	نتیجہ	۱۶۸۰
۱۵۱-	پیغام	۱۶۸۱
۱۵۲-	آیت کا پیغام اور نتیجہ	۱۶۸۳
۱۵۳-	اعتراض ۔ کا ۔ جواب	۱۶۸۴
۱۵۴-	مسئلۂ جبر و اختیار	۱۶۸۶

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۱۵۵-	اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں	۱۶۸۸
۱۵۶-	معرفتِ خداوندی	〃
۱۵۷-	مسئلۂ علمِ غیب۔	۱۶۸۹
۱۵۸-	سورۂ یوسفؑ کے روحانی خواص	۱۶۹۰
۱۵۹-	سورۂ یوسفؑ	۱۶۹۱
۱۶۰-	"قرآن" کے لفظ کی تحقیق	۱۶۹۲
۱۶۱-	عربی میں نازل ہونے کا اصل مطلب	〃
۱۶۲-	شانِ نزول	۱۶۹۳
۱۶۳-	قرآن کا بہترین قصّہ	۱۶۹۴
۱۶۴-	حضرت یوسفؑ کا تعارف	۱۶۹۶
۱۶۵-	حضرت یوسفؑ کے خواب کی تعبیر	۱۶۹۷
۱۶۶-	سجدہ کرنے کے دوسرے معنی	〃
۱۶۷-	انبیاءؑ کے خواب	۱۶۹۸
۱۶۸-	خواب کی تین قسمیں ۔ ستاروں کے نام	〃
۱۶۹-	برادرانِ یوسفؑ کے نام	۱۶۹۹
۱۷۰-	حضرت یوسفؑ کے بھائیوں درسِ عبرت	〃
۱۷۱-	سچے خواب کی اہمیّت	۱۷۰۰
۱۷۲-	نتیجہ ۔ تقیّہ کا جواز	〃
۱۷۳-	تاویل الاحادیث کا مطلب	۱۷۰۱
۱۷۴-	اِتمامِ نعمت کے معنی	۱۷۰۲
۱۷۵-	سورۂ یوسفؑ رسولِ اکرمؐ کی صداقت کی دلیل ہے۔	۱۷۰۳
۱۷۶-	آنحضرتؐ کی فضیلت	〃
۱۷۷-	ضلال سے مراد	۱۷۰۴

www.drhasanrizvi.com

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۱۷۸۔	توحید کا غلط تصوّر	۱۷۰۵
۱۷۹۔	نتیجہ	〃
۱۸۰۔	حضرت یوسفؑ کنوئیں میں بھی بڑے مطمئن تھے	۱۷۰۸
۱۸۱۔	کنوئیں کے اندر حضرت یوسفؑ کی دعا۔	۱۷۰۹
۱۸۲۔	مشیّتِ خداوندی میں چون وچرا گناہ نہیں تو	۱۷۱۲
۱۸۳۔	حضرت یعقوبؑ کا کشف اور حضرت یوسفؑ سے محبت۔	۱۷۱۳
۱۸۴۔	قرآن اور بائیبل میں فرق	۱۷۱۴
۱۸۵۔	حضرت یوسفؑ کو خدا کی تسلّی	〃
۱۸۶۔	حضرت یوسفؑ کی دُعا۔	۱۷۱۵
۱۸۷۔	حضرت یعقوبؑ کا گریہ وغم کرنا۔	۱۷۱۷
۱۸۸۔	بے صبری کے معنی	۱۷۱۸
۱۸۹۔	صبرِ جمیل کے حصول کا طریقہ	〃
۱۹۰۔ ۱۹۰۔	صابرین کا اجر وثواب	۱۷۱۹
۱۹۱۔	حضرت یوسفؑ کی ناقدری	۱۷۲۰
۱۹۲۔	نتیجہ ـ تقیہ کا جواز	۱۷۲۱
۱۹۳۔	حضرت یوسفؑ کا بِکنا	۱۷۲۲
۱۹۴۔	تربیتِ حضرت یوسفؑ کا بندوبست	۱۷۲۳
۱۹۵۔	خدا کی برکتوں کا نزول	〃
۱۹۶۔	حکمت اور علم کا اصل مطلب	۱۷۲۴
۱۹۷۔	علم کی فضیلت	۱۷۲۵
۱۹۸۔	تفسیرِ عارفانہ	〃
۱۹۹۔	کمالِ یوسفیؑ	۱۷۲۶
۲۰۰۔	حضرتِ یوسفؑ اور زلیخا کا مکالمہ	〃
۲۰۱۔	حضرت یوسفؑ نے رب کس کو کہا ؟	۱۷۲۷
۲۰۲۔	دعوتِ گناہ پر حضرت یوسفؑ کا پہلا دفاع	۱۷۲۸
۲۰۳۔	حرامکاری سے رُکنے کا دوسرا طریقہ	۱۷۲۹
۲۰۴۔	حضرت یوسفؑ نے کیا ارادہ فرمایا ؟	۱۷۳۰
۲۰۵۔	عصمتِ حضرت یوسفؑ کی دلیل	۱۷۳۱
۲۰۶۔	انبیاء کرام کی عصمت کی نوعیت	〃
۲۰۷۔	فعلِ حرام سے گریز	۱۷۳۳
۲۰۸۔	نتیجہ ۱	〃
۲۰۹۔	نتیجہ ۲	〃
۲۱۰۔	عصمتِ انبیاء پر خدائی اہتمام نتیجہ ۳	۱۷۳۴
۲۱۱۔	حضرت یوسفؑ کی عصمت کا واقعاتی ثبوت	〃
۲۱۲۔	نتیجہ آیت	۱۷۳۵
۲۱۳۔	عورت کا مکر بڑے غضب کا ہوتا ہے	۱۷۳۷
۲۱۴۔	قرآن کا پرانی آسمانی کتابوں سے تعلق !	۱۷۳۸
۲۱۵۔	عشق اور عشق میں ناکامی	۱۷۳۹
۲۱۶۔	عشق کا استعمال اللہ کے لیے جائز نہیں	〃
۲۱۷۔	مَلکٌ کریمٌ کا مطلب ؟	۱۷۴۰
۲۱۸۔	حُسنِ یوسفؑ	〃
۲۱۹۔	دلیلِ عصمتِ حضرت یوسفؑ اور معیارِ فضیلت	۱۷۴۳
۲۲۰۔	عظمت وکردارِ نبوّت	۱۷۴۵
۲۲۱۔	حضرت یوسفؑ کے امتحان کے مقاصد	۱۷۴۶
۲۲۲۔	معصیت کو گناہ پر ترجیح دینا اور صدّیقین کے صفات	〃

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ
۲۲۳-	اعتراض اور اُس کا جواب	۱۷۴۶
۲۲۴-	نتائج ۔ عارفوں نے نتیجہ نکالا۔	۱۷۴۷
۲۲۵-	کردار کی مضبوطی	۱۷۴۸
۲۲۶-	بلا بھی نعمت ہو جاتی ہے	″
۲۲۷-	حضرت یوسفؑ کو قید کیوں کیا؟	″
۲۲۸-	اصل بڑائی خدا کے لیے ہے۔	۱۷۴۹
۲۲۹-	انبیاءؑ کا طریقہ	″
۲۳۰-	کشادگی کے لیے دعاءِ حضرت یوسفؑ	″
۲۳۱-	حضرت یوسفؑ کی اخلاقی فتح	۱۷۵۱
۲۳۲	جابر بادشاہوں کی بد معاشیاں	″
۲۳۳-	خدا نے حضرت یوسفؑ کو علمِ تعبیرِ خواب عطا فرمایا	۱۷۵۳
۲۳۴-	حضرت یوسفؑ قیدیوں کی نظر میں	″
۲۳۵-	محسن کی تین نشانیاں	۱۷۵۴
۲۳۶-	قید میں پیغامِ توحید سنانا۔ اور وقت کا بہترین استعمال	۱۷۵۵
۲۳۷-	نتائج	۱۷۵۶
۲۳۸-	عربی ادب میں "ترک کرنے" کے معنی	″
۲۳۹-	نوٹ۔ تیسرا نتیجہ۔ چوتھا نتیجہ	۱۷۵۷
۲۴۰-	حضرت یوسفؑ کی انوکھی عظیم شرافت	۱۷۵۸
۲۴۱-	حضرت یوسفؑ کا خوبصورت استدلال	۱۷۵۹
۲۴۲-	وحدۃ الوجود	″
۲۴۳-	انبیاءؑ کا طریقۂ زندگی	۱۷۶۰
۲۴۴-	انبیائے کرام کی شرافت اور حکمت	″

شمار	ذیلی عناوین	شمار
۲۴۵-	انبیائے کرام کی معرفت	۱۷۶۱
۲۴۶-	شکر کا انوکھا اور اعلیٰ ترین طریقہ	۱۷۶۲
۲۴۷-	آیت کا پیغام	″
۲۴۸-	دینِ توحید سب سے قدیم دین ہے	۱۷۶۳
۲۴۹-	جھوٹ بولنے اور نبیؑ سے مذاق کرنے کا انجام۔	۱۷۶۴
۲۵۰-	انبیاءؑ و اولیاءؑ کے اختیارات	۱۷۶۵
۲۵۱-	حضرت یوسفؑ کا ترکِ اولیٰ	۱۷۶۶
۲۵۲-	سب سے زیادہ گریہ کرنے والے پانچ ہیں	۱۷۶۷
۲۵۳-	ایک غلط روایت	″
۲۵۴-	حضرت یوسفؑ کی دعا۔	۱۷۶۸
۲۵۵-	خوابوں کی قسمیں	۱۷۶۹
۲۵۶-	انبیائے کرام کی عظمت و کردار	۱۷۷۰
۲۵۷-	نکتہ ۔ نتائج	۱۷۷۱
۲۵۸-	انبیاء کرام کا حلم، ہمدردی اور کمالِ صبر	۱۷۷۲
۲۵۹	قیامت خیز قحط اور اُس سے بچاؤ	″
۲۶۰-	قرآن اور بائبل کا مقابلہ	۱۷۷۳
۲۶۱-	تلمود کی غلط بیانی	″
۲۶۲-	"یُغَاثُ" کے معنی	۱۷۷۴
۲۶۳-	حضرت یوسفؑ کی حکمتِ عملی، عالی ظرفی اور شرافت	۱۷۷۵
۲۶۴-	مصر کی عورتوں اور زلیخا کی گواہی اور حضرت یوسفؑ کی صداقت	۱۷۷۷
۲۶۵-	یہ جملہ کس کا ہے؟	۱۷۷۹
۲۶۶-	نتائج اور پیغام۔	۱۷۸۲

www.drhasanrizvi.com

(پارہ) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ (۱۲)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ (۶) اور زمین میں چلنے پھرنے والا کوئی ایسا
اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ نہیں ہے کہ جس کی روزی اللہ کے ذمے
مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ نہ ہو، اور جس کے بارے میں وہ (اللہ) یہ
كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ ۶ جانتا ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے، اور وہ
کہاں ٹھہرایا (دفنایا) جاتا ہے۔ (یہ) سب کچھ ایک صاف کھلے ہوئے رجسٹر
(لوحِ محفوظ) میں درج ہے۔

"کتابِ مبین" یعنی "صاف صاف" "کھلے ہوئے واضح انداز میں لکھی ہوئی کتاب" سے مراد "لوحِ محفوظ" ہوا کرتی ہے۔ (تفسیر تبیان، جلالین، فتح الرحمٰن)

قرآن میں اسی کتاب لوحِ محفوظ کے لیے فرمایا: "لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" یعنی: "کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو اس صاف صاف لکھی ہوئی واضح کھل کتاب میں موجود نہ ہو"

★ عام طور پر یہ آیت قرآن مجید کے لیے پڑھی جاتی ہے، لیکن حقیقتاً یہ آیت "لوحِ محفوظ" کی صفت بیان کر رہی ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان موجود ہے، غلط ہے (البتہ ہر چیز کا بیان لوحِ محفوظ میں ضرور موجود ہے) ★ (فصل الخطاب)

"مُسْتَقَرَّ" یعنی "قیام کی جگہ" سے مراد مستقل رہنے کی جگہ ہے۔ ——— اور

www.drhasanrizvi.com

"مستودع" یعنی ٹھہرائے جانے کا مقام" عارضی قیام کی جگہ کو کہتے ہیں۔
★ --- (فصل الخطاب)

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "جہاں ٹھہرتا ہے (وہ) بہشت یا دوزخ (ہے)۔ جہاں سونپا جاتا ہے (وہ) اُس کی قبر (ہے)
★ ... (موضح القرآن)

★ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ "مستقر" سے مراد "گھر" ہے اور "مستودع" سے مراد صلبِ پدر یا رحمِ مادر ہے۔ ★ ..... (فتح الرحمٰن)

★ کیونکہ اِس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں آئی اِس لیے ہر بیان قیاس آرائی پر مبنی ہے جو کسی نہ کسی لحاظ سے صحیح تو ہے مگر بالکل مستند نہیں۔ ★ (فصل الخطاب)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور حقیر سے حقیر مخلوق کے لیے بھی رزق کا سامان خدا ہی فراہم کرتا ہے۔ مگر آیت کا مطلب ہرگز یہ بھی نہیں ہے کہ انسان اسبابِ رزق کو تلاش ہی نہ کرے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ (۱) وہ جان لے کہ اصل رزق دینے والا خدا ہے یعنی رزق ملنے کا اصل سبب، مبداء اور منتہا، صرف خدا ہے۔ اور یہ بھی سمجھے کہ (۲) خدا نے اپنے فضل و کرم کی وجہ سے اپنے اوپر یہ بات لازم کرلی ہے کہ وہ ہمیں رزق عطا فرمائے گا، ورنہ کوئی اور طاقت خدا کو ایسا کرنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔
★ --- (ماجدی)

نتائج اہلِ عرفان نے نتیجہ نکالا کہ اِس عقیدے کے ساتھ کہ اصل رازق خدا ہے، اسبابِ رزق کو تلاش کرنا توکل کے منافی نہیں۔ مگر ہر حال میں خدا پر بھروسہ کرنا اور اس کا شکر ادا کرتے رہنا اور اُس سے قلبی تعلق برقرار رکھنا ضروری ہے۔
★ --- (تھانوی)

★ دآبۃ سے مراد ہر زندگی رکھنے والی ذات ہے۔ مراد تمام حیوانات ہیں۔
★ .... (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

روزی اللہ دیتا ہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: میں ایک دن حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ جنگل کی طرف نکلا۔ میں نے دیکھا کہ ایک پرندہ بلند آواز سے کچھ کہہ رہا ہے۔ حضورؐ اکرم نے یہ دیکھ کر مجھ سے دریافت فرمایا: بتاؤ یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ خدا اور اُس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے کہ: "اے اللہ! تو نے مجھے اندھا بنایا، میری آنکھیں چھین لیں، اب مجھے اپنے فضل و کرم سے کچھ عنایت فرما، میں بھوکا ہوں۔"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم وہیں کھڑے تھے کہ ایک ٹڈی اُڑتی ہوئی آئی اور اُس بھوکے پرندے کے منہ میں داخل ہو گئی۔ پھر وہ پرندہ کچھ مزید زور زور سے بولنے لگا۔ حضورِ اکرمؐ نے مجھ سے پوچھا: بتاؤ اب یہ کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے عرض کی: میں نہیں جانتا۔

آپؐ نے فرمایا: یہ کہہ رہا ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَنْسَ مَنْ ذَکَرَهٗ" "تمام تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو اپنے یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا۔

حضورؐ نے فرمایا: مَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ کَفَاهُ: "جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے خدا اُس کی کفایت کرتا ہے۔"

★ .... (روح البیان)

★ حضرت امام سیّدنا حسینؑ بن علیؑ کی تلوار پر چار کلمات لکھے ہوئے تھے:

۱۔ اَلرِّزْقُ مَقْسُوْمٌ : رزق تقسیم ہو چکا ہے۔
۲۔ اَلْحَرِیْصُ مَحْرُوْمٌ : حریص ہمیشہ محروم رہتا ہے۔
۳۔ اَلْبَخِیْلُ مَذْمُوْمٌ : بخیل بدبخت اور بُرا آدمی ہے۔
۴۔ اَلْحَاسِدُ مَغْمُوْمٌ : حسد کرنے والا ہمیشہ غم میں مبتلا رہتا ہے۔

★ ... (روح المعانی)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ (۷)

اور وہی (خدا) ہے جس نے آسمانوں و زمین کو چھ دنوں (مرحلوں) میں پیدا کیا، اِس حالت میں کہ اُس کی سلطنت (پانی پر تھی تاکہ تمہارا امتحان لیکر دیکھے کہ تم میں کون سب سے اچھا کام کرنے والا ہے۔ اور اگر آپؐ کہیں گے کہ تم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جاؤگے، تو جو کافر ہیں، وہ ضرور کہیں گے کہ: "یہ تو سوائے کھلے ہوئے جادو کے، کچھ بھی تو نہیں"۔

عرش کے معنی

عربی اصطلاح میں عرش کے معنی تختِ شاہی کے ہوتے ہیں

جیساکہ خود قرآن میں حضرت یوسفؑ کے لیے ارشاد ہوا: "وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ" یعنی (حضرت یوسفؑ نے) اپنے ماں باپ کو عرش (تختِ شاہی) پر اونچا بٹھایا"۔

اور قرآن میں دوسری جگہ حضرت سلیمانؑ نے حضرت بلقیس سے پوچھا: "أَهٰكَذَا عَرْشُكِ" یعنی: کیا تمہارا عرش (تختِ سلطنت) بھی ایسا ہی ہے؟

★ ..... (نزھۃ القلوب از علامہ سجستانی)

★ خدا کے عرش کی حقیقت ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ ایک مقام ہے جہاں سے خدائی احکامات جاری ہوتے ہیں اور فرشتے اُن احکامات کو پڑھ کر عمل کرتے ہیں۔ عرشِ الٰہی سے ہرگز یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ وہ کوئی تخت ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ ایسا سوچنا بھی کفر ہے۔ اِس لیے کہ اس کے معنی خدا کو محدود بھی کرنا ہے اور مجسّم بھی۔ جبکہ خدا حدود اور تجسیم سے بلند و بالا ہے۔

غرض قرآن میں جہاں بھی عرشِ الٰہی کا ذکر آیا ہے اُس سے خدا کی سلطنت، مملکت اور اقتدار مراد ہے۔ بیٹھنے کی جگہ مراد نہیں۔

★ --- (لغات القرآن نعمانی جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ تا صفحہ ۲۶۷)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "خدا کے عرش کا پانی پر ہونے سے مراد خدا کا علم ہے۔ جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ خدا کا تخت پانی پر تیر رہا تھا (اور خدا اُس تخت پر تشریف فرما تھا) وہ جھوٹے ہیں۔ اس سے تو خدا ایسی چیز بن گیا جسے کوئی اُٹھالے۔ اِس طرح خدا میں مخلوق کی صفت ثابت ہوگئی۔ اور عقل بتاتی ہے کہ جو چیز کسی کو اُٹھالے وہ قوت میں زیادہ ہوتی ہے"۔ (اس طرح اِس تفسیر سے ثابت ہوا کہ پانی خدا سے زیادہ طاقتور ہے کہ اُس نے معاذاللہ خدا کو تخت سمیت اُٹھائے رکھا تھا۔) ★ ...... (تفسیر صافی ص۲۳۱ بحوالہ کافی اور التوحید)

★ خدا کا فرمانا: لِيَبْلُوَكُمْ..... یعنی "امتحان لینے کے لیے تمھارا"؛ تو امتحان لینے کے دو مقاصد ہوا کرتے ہیں۔ (۱) امتحان لینے والا اُس شخص کی صلاحیتوں سے باخبر ہو جائے۔ (۲) جس کا امتحان لیا جائے اُس کو اُس کی صلاحیتیں بتا دی جائیں۔ یہاں امتحان کا مقصد یہی دوسرا مقصد ہے۔ کیونکہ خدا تو ہر شخص کی تمام صلاحیتوں سے از خود واقف ہے کہ وہی اُن کا عطا کرنے والا ہے۔
★ .... (لغات القرآن نعمانی جلد ۱ ص۵)

اِس طرح امتحان لینے کا مقصد اتمام حجت ہے تاکہ جس کو سزا دی جائے اُس کو قائل کر کے سزا دی جائے، اور جس کا مرتبہ بڑھایا جائے اُسے کوئی ناانصافی نہ سمجھے۔

★ اور خدا کا ارشاد فرمانا کہ: "تمھیں اِس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تمھیں آزما کر دیکھے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔" اِس سے مراد یہ ہے کہ تمھیں اخلاقی ذمّے داریوں کا بوجھ اُٹھانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ تم میں سے کون خدا کے دیے ہوئے اختیارات کو جو اُس کی امانت ہیں، کس طرح استعمال کرتا ہے۔ اگر انسان کی تخلیق کی تہ میں یہ مقصد نہ ہوتا تو پھر انسان کو اختیارات دینا بے معنی ہو جاتا۔ نیز یہ کہ انسان پر اخلاقی ذمّے داریوں کا بوجھ لادنے کے بعد اُس کا حساب کتاب نہ کیا جاتا، تو پھر تخلیق کا سارا کارخانہ بالکل مہمل ہو جاتا۔

اور کافروں کا یہ کہنا کہ: "یہ قرآن صریح جادوگری ہے۔" اِس کا مطلب یہ ہے کہ: "یہ کفار

www.drhasanrizvi.com

دُنیا کی لذّتوں میں اتنے مگن ہیں کہ وہ زندگی کے مقصد کو سنجیدگی سے سننے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ جب قرآن خود اُن کے وجود کی غرض و غایت بتاتا ہے تو وہ احمقوں کی طرح قہقہے اُڑاتے ہیں۔ پھر رسولؐ پر پھبتیاں بھی کستے جاتے ہیں کہ یہ شخص تو جادوگروں جیسی بے معنی باتیں کر رہا ہے۔ (معاذاللہ)

*..... (تفہیم القرآن)

یہ سب اس لیے ہے کہ وہ زندگی کی حقیقت کو سنجیدگی سے سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔ قرآن کے نزدیک جاہل صرف وہ نہیں ہوتا جو نہیں جانتا، بلکہ جاہل وہ ہوتا ہے جو حقیقتوں کو جاننا ہی نہیں چاہتا۔

*..... (مؤلف)

آیت کا پیغام

مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد تم انسانوں کو پیدا کیا، تاکہ تمھارا امتحان لے۔ * (شاہ ولی اللہ)

* دوسری تشریح یہ ہے کہ خدا نے یہ سب چیزیں صرف اس لیے پیدا کی ہیں تاکہ تمھارا امتحان لے کہ تم ان سب چیزوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہو یا غلط طور پر۔ * (جلالین)

نتائج و تحقیقات

محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) مومن اور کافر میں فرق یہ ہے کہ مومن اپنے آج کو کل سے وابستہ سمجھتا ہے (۲) مومن زندگی کو بے مقصد نہیں سمجھتا۔ (۳) مومن مرنے کے بعد زندہ ہونے کو حق جانتا ہے

*..... (کشاف، بحر، بیضاوی)

خدا نے عرش کو کیوں پیدا کیا؟

(۱) خاص فرشتوں کو عرش کے قریب لانے کی عزت دینے کیلئے فرمایا: فرشتوں کو دیکھو کہ وہ عرش کو گھیرے ہوئے ہیں۔ (۲) اپنی قدرت کا مرکز اور اظہار کیلئے۔ (۳) اپنے احکامات جاری کرنے کیلئے۔ (۴) حضورؐ کی شان اور منزلت دکھانے کیلئے۔ (۵) اولیاءِ خدا کی عظمت بتانے کیلئے۔ یہ اس لیے کہ اولیاءِ خدا کے اعمال عرشِ الٰہی پر جمع ہوتے ہیں۔ (۶) عرش ملائکہ کیلئے شیشے کی طرح ہے جس میں وہ خدا کے خاص جلوے، احکامات اور لوگوں کے اعمال دیکھتے ہیں۔ *..... (روح المعانی)

احسن عمل

وہ عمل ہے جو عقل و فہم سے خالص اللہ کیلئے انجام دیا جائے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اَحْسَنُ عَمَلاً" ای احسن عقلا واورع عن محارم اللہ: (وہ عمل جو بہترین عقل سے انجام دیا جائے اور محارم و برائی سے روکے)

www.drhasanrizvi.com

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ (۸) اور اگر ہم اُن کی سزا کو ایک مقررہ گنے چنے
اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ گروہ کے آنے تک کے لیے ٹال دیں گے تو وہ یہ
مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ ضرور کہیں گے کہ: "آخر کس چیز نے اُس (عذاب)
لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ کو روک رکھا ہے؟" تو سُن رکھو کہ جس روز
بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ع بھی اُس عذاب کا وقت آگیا تو پھر وہ کسی کے

پھیرنے سے پھرنے والا نہیں ہوگا۔ پھر تو وہی عذاب اُن کو آگھیرے گا جس کا وہ مذاق اُڑا رہے ہیں۔

"اُمَّةٍ" کے لغوی معنی ایسی جماعت کے ہیں جس میں اتحاد ہو۔ خواہ یہ اتحاد کسی بھی بنیاد پر کیوں نہ ہو۔ ★ (لغات القرآن نعانی جلد ۱ ص ۲۴۰)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ یہاں اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ یعنی: "ایک مقررہ گنے چُنے گروہ" سے اصل مراد حضرت امام مہدی علیہ السلام اور اُن کے اصحاب ہیں۔ اُن کی تعداد اصحابِ بدر کی تعداد کے برابر ہوگی۔ (یعنی: ۳۱۳) ★.... (تفسیر صافی ص ۲۳۱ بحوالہ تفسیر عیاشی)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے بھی یہی تفسیر فرمائی، پھر فرمایا کہ خدا کی قسم امام مہدی علیہ السلام کے اصحاب ایک ساعت میں اِس طرح (اُن کے گرد) جمع ہو جائیں گے جیسے موسمِ بہار کے بادلوں کے ٹکڑے (یکایک آنِ واحد میں جمع ہو جاتے ہیں۔) ★.. (الکافی۔ تفسیر مجمع البیان)

عام تفسیر :- ایک مقررہ مدت سے مراد گنی ہوئی مقرر مدت۔ ★ (شاہ ولی اللہ۔ تفسیر تبیان)

★ جاہلی ذہنیت کی ترجمانی کی جارہی ہے کہ ان کافروں کی عجیب اُلٹی عقل ہے کہ جب ہم اپنے عذاب کو روکتے ہیں تاکہ یہ اپنی اصلاح کر سکیں، تو یہ احمق طنزاً کہتے ہیں کہ آخر وہ عذاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے، کب آئے گا؟ اُس کے آنے میں دیر کیا ہے؟ حالانکہ عذاب میں تاخیر ہماری مصلحت کی بنا پر ہوتی ہے۔ اِس تاخیر پر یہ کافر ہمارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ ★.... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا (۹) اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے اپنی
رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، اور پھر اُس سے
اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ ۹ اُس (نعمت یا رحمت) کو چھین لیتے ہیں،
(پھر تو) وہ واقعًا مایوس ہو کر ناشکری کرنے لگتا ہے۔

مومن اور کافر کے طرزِ عمل کا فرق

ملاحظہ فرمائیں کہ اسلامی تربیت سے محروم انسان کس قدر افراط و تفریط کا شکار رہتا ہے۔ خوش حالی آئی تو اکڑنے لگا، پھر اُسے ہر طرف ہرا ہی ہرا دکھائی دینے لگا۔ جب مصیبت کے پھیر میں آیا تو بلبلا اُٹھا، حسرت و یاس کی تصویر بن گیا۔ خدا پر لعن طعن کرنے لگا۔ پھر جب بُرے دن گذر گئے تو نعمتوں کے نشے میں سرمستیاں اور بدمعاشیاں شروع ہوگئیں۔ اس کے برعکس مومن ہر موقع پر صبر و تحمّل سے کام لیتا ہے۔ نہ خوشیوں میں حد سے بڑھتا ہے اور نہ بلاؤں میں مایوس ہو کر بلبلاتا ہے۔ وہ خوش حالی میں خدا کا شکر بجالاتا ہے اور بدحالی میں صبر و تحمّل کے ساتھ، خدا پر بھروسہ کیے ہوئے اُسی سے آس لگائے، خاموشی کے ساتھ بلاؤں کا مقابلہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ان بلاؤں کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے کہ یہ سب میرے امتحان کا سامان ہے۔ ★ ..... (ماجدی)

اور اِس امتحان میں صبر و تحمّل اور کامیابی کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہترین انعامات حاصل ہونے کی بھرپور توقع ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا انعام تو مالکِ حقیقی کی رضا و خوشنودی ہے۔

www.drhasanrizvi.com

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ (۱۰)

اور اگر اُس مصیبت کے بعد جو اُس پر آپڑی تھی، پھر ہم اُسے اپنی نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں، تو وہ کہتا ہے کہ چلو بس، اب تو ساری بلائیں اور دِلدّر مجھ سے دور ہو گئے۔ پھر تو وہ خوشی سے پھولا ہی نہیں سماتا اور اکڑنے اور اترانے لگتا ہے۔

چھچھورے لوگ یہ انسان کے چھچھورے پن، کم عقلی اور سطحی نقطۂ نظر کا بہترین بیان ہے۔ یہ احمق قسم کے چھچھورے لوگ جب خوش حال ہو جاتے ہیں تو غبارے کی طرح پھول جاتے ہیں، اور سوکھی لکڑی کی طرح اکڑ جاتے ہیں، پھر انھیں ساون کے اندھوں کی طرح ہر چیز ہری ہری نظر آنے لگتی ہے۔ کل آنے والے وقت کو وہ قہقہوں میں اُڑاتے رہتے ہیں لیکن جب مصیبت میں پھنستے ہیں تو گدھے کی طرح مکروہ اور کرخت آوازیں نکالنے لگتے ہیں اور پھر حسرت و یاس کی تصویر بن جاتے ہیں، اور تلملا تلملا کر خدا و رسولؐ کو گالیاں دیتے ہیں۔

خدا کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ رسولؐ کی باتوں پر تمھارے یہ ٹھٹھے اصل میں تمھاری اسی ذلیل صفت کی وجہ سے ہیں۔ خدا تو تمھیں اصلاح کی مہلت پر مہلت دیے چلا جا رہا ہے اور تم ہو کہ اُس مہلت کو یہ سمجھ رہے ہو کہ ہماری خوشحالی کسقدر پائیدار بنیادوں پر قائم ہے اور ہماری زندگی کا یہ چمن کیسا سدا بہار ہے؟ (تفہیم القرآن)

★ حدیثِ قدسی میں ہے کہ: "مَنْ لَّمْ يَصْبِرْ عَلٰى بَلَآءِيْ وَلَمْ يَشْكُرْ عَلٰى نَعْمَآئِيْ وَلَمْ يَرْضَ بِقَضَآئِيْ فَلْيَخْرُجْ مِنْ اَرْضِيْ وَسَمَآئِيْ وَلْيَبْتَغِ رَبًّا سِوَآئِيْ" (یعنی): "جو شخص میری قضا (فیصلے) پر راضی نہ ہو، میرے امتحان پر صبر نہ کرنا چاہے، اور میری نعمتوں کا شکر نہ ادا کرے، وہ میری زمین و آسمان کی حدود سے نکل جائے اور میرے سوا کسی دوسرے خدا کو تلاش کرے۔" ★ (از انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا (۱۱) سوا اُن کے جو صبر و تحمل سے کام لیتے
الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ ہیں، اور اچھے اچھے کام کرنے والے ہیں۔
مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے خدا کی معافیاں
اور بخششیں بھی ہیں اور بہت بڑا اجر و ثواب بھی ہے۔ (یعنی خدا اُن کے قصور بھی معاف
کرتا ہے اور ان کی اچھائیوں پر اُنھیں بے پناہ اجر و ثواب بھی دیتا ہے۔)

صبر کی حقیقت

محققین نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ صبر کی صفت ایک طرح سے چھچھورپن کی ضد ہے۔ صابر اصل میں وہ شخص ہوتا ہے جو بدلتے ہوئے حالات میں اپنے ذہن کے توازن کو برقرار رکھتا ہے۔ جب حالات اچھے ہوتے ہیں تو وہ بڑائی کے نشے میں مست ہو کر بہکنے نہیں لگتا، اور جب مصائب کی چکّی میں پستا ہے تو اپنی عزّت، آبرو اور انسانیت کے جوہر کو ضائع نہیں کرتا۔ خدا کی طرف کا امتحان چاہے نعمت کی شکل میں ہو، یا زحمت کی شکل میں، وہ دونوں حال میں بُردبار، خدا کا اطاعت گذار اور لوگوں پر شفیق رہتا ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ عالی ظرف ہوتا ہے اور زمانے کی گردشوں سے بلند ہوتا ہے (مال، دولت، عزّت، شہرت اور اولاد کو خدا کی نعمت سمجھ کر خدا کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کرتا، اور مصائب کو خدا کی طرف کا امتحان سمجھ کر اُن کا مردانگی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔

(تفہیم القرآن) ....★

★ "صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں۔"

(صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ) یہ دونوں ٹکڑے زندگی کے دو ادوار سے متعلق ہیں۔ جب اُن پر سختی، مصیبت اور تنگی کا وقت آتا ہے تو صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں اور جب راحت، وسعت، عیش و عشرت شاملِ حال ہو تو فرائضِ الٰہیہ سے غفلت نہیں برتتے۔ فرائض کے ادا کرنے کو نیک اعمال کہا گیا ہے۔ ★.... (تفسیر علی بن ابراہیم۔ فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

حلال روزی کمانے کی اہمیت

حلال روزی کمانا بھی اعمالِ صالحہ میں بہت بلند درجہ رکھتا ہے۔ حضرت امام علی ابنِ موسیٰ الرضا علیہ السّلام نے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ جُزْءً اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ" یعنی: "عبادت کی ستّر قسمیں ہیں جن میں سب سے افضل حلال روزی کمانا ہے۔"

آپؑ ہی سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جو شخص حلال روزی کماتا ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔" *..... (الکافی)

* اسرائیلیات میں ملتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کسی عابد کی شہرت سُنی تو اُس کی تلاش میں نکلے ہر عابد نے اپنے سے بڑے عابد کا پتہ دیا۔ جب آپؑ سب سے بڑے عابد کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک لوہار ہے جو سخت محنت سے حلال روزی کمانے میں مصروف ہے۔ مگر زبان پر ہر وقت شکرِ الٰہی جاری ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اُس سے پوچھا تیری زیادتیِ عبادت کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں حلال روزی کماتا ہوں، اور خدا کے مقرر کیے ہوئے فرائض اور واجبات ادا کرتا ہوں۔ مجھے جو آمدنی ہوتی ہے اُس میں سے ایک حصّہ دکان کے مالک کو دیتا ہوں، دوسرا حصّہ بچوں کو دیتا ہوں اور تیسرا حصّہ اللہ کی راہ میں فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ پھر اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہتا ہوں اور ہر سختی پر صبر کرتا ہوں، اللہ کی ہر نعمت پر اُس کا شکر بجالاتا ہوں، آمدنی اگر کم ہو جاتی ہے تو گھبراتا نہیں، مایوسی کا اظہار نہیں کرتا، اور اگر آمدنی میں اضافہ ہو جائے تو اِتراتا، اکڑتا نہیں۔" پھر اُس نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ آپؑ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپؑ نے اپنے وطن کا نام بتایا۔ اُس نے پوچھا کہ کیا گھر جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: ہاں۔ جانا چاہتا ہوں۔ اُس نے ایک بادل کو حکم دیا وہ فوراً نیچے اُتر آیا۔ پوچھا: کہاں برسے گا؟ اُس نے کہا: فلاں جگہ۔ اُسے جانے دیا۔ پھر کئی بادلوں سے پوچھا تو ایک نے کہا کہ میں موسیٰؑ کے ملک جاؤں گا۔ عابد نے حضرت موسیٰؑ سے کہا: اِس پر سوار ہو جائیں۔ آپؑ اُس پر سوار ہوئے۔ جب حضرت موسیٰؑ

www.drhasanrizvi.com

کوہِ طور پر پہونچے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا: اے میرے مالک! تجھے اُس لوہار عابد کی کونسی بات پسند آئی کہ تو نے اُس کا مرتبہ اتنا بلند کر دیا کہ بادلوں پر اُس کا حکم چلتا ہے)؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وہ میرا بندہ میری قضا و قدر پر راضی رہتا ہے، میری ہر آزمائش پر صبر کرتا ہے، اور میری ہر نعمت پر شاکر رہتا ہے۔"

★ . . . . . (المواعظ، تفسیر انوار النجف)

تفسیر صوفیانہ

اَجْرٌ کَبِیْرٌ: یعنی "بے پناہ اجر و ثواب" سے مراد جنّت اور اُس کی نعمتیں ہیں۔ کیونکہ اللہ کی ادنیٰ ترین نعمت دنیا کی نعمتیں ہیں اور سب سے اعلیٰ ترین نعمت خدا کی رضوان (یعنی خدا کا بندوں سے راضی ہو جانا) ہے۔ یہی وہ نعمت ہے کہ جس کے مقابلے میں جنّت کی دوسری نعمتیں ہیچ ہیں۔

رضوان کے معنی خدا کی رضامندی ہے۔ جس کا نتیجہ خدا سے ملاقات۔ یعنی اُس کے خاص انوار کا مشاہدہ ہے۔

مارا بہشت بہر لقائے تو درخور است
بے پرتوِ جمالِ تو جنّت محقّر است

یعنی: تیرے انوار و تجلّیات کے دیکھنے کی وجہ سے جنّت واقعی جنّت ہے
تیرے حسن و جمال کے دیدار کے بغیر جنّت کی حیثیّت کچھ بھی نہیں ہے۔

★ . . . . (روح البیان)

★ خدا کے حسن و جمال کے دیدار سے مراد اُس کی حسین مخلوقات اور عظیم مقرّب ہستیوں، نعمتوں اور جلووں کا دیدار ہے۔ ★ . . . . . (مؤلّف)

www.drhasanrizvi.com

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى (۱۲) سو (اُن بیچاروں کو تو یہ اُمید لگی ہوئی
اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ ہے کہ) شاید آپؐ وحی میں سے کچھ حصہ (اُنکی
اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ خاطر) چھوڑ دیں گے، جو آپؐ کی طرف وحی کیا
كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ جاتا ہے۔ اور آپؐ کا دل اِس بات سے گھٹتا اور
اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى اُلجھتا ہے کہ وہ یہ کہیں گے کہ: "اِس شخص پر
كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ۱۲ کوئی خزانہ کیوں نہ اُتارا گیا؟ یا اِن کے ساتھ
کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا"؟ (تو آپؐ کو اِس بکواس کی بھلا کیا فکر) آپؐ تو صرف خطرے سے
خبردار کرنے والے اور بُرائی کے بُرے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔ اور آگے تو اللہ خود
ہی ہر چیز کا ذمّے دار اور کارساز ہے۔

آیت کا پیغام

خدا پیغمبر اکرمؐ کو تعلیم فرما رہا ہے کہ اچھے حالات میں پھول جانا اور بُرے حالات میں مایوس ہو جانا چھچھورے لوگوں کا کام ہے۔ قیمتی انسان وہ ہوتا ہے جو صبر و ثبات اور پامردی کے ساتھ نیک راستے پر زندگی گذارے چلا جاتا ہے۔ اِس لیئے جاہلوں کے اعتراضات اور مذاق اڑانے کی پرواہ نہ کیجیے۔ اِن احمقوں کا یہی کام ہوتا ہے۔ آپؐ پر جو صداقت اور جو حقیقت وحی کے ذریعے منکشف کی گئی ہے اُس کی طرف بلا تکلّف ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر لوگوں کو بلاتے رہیئے۔ کبھی اِس بات کا خیال بھی نہ کیجیئے کہ فلاں بات کہوں گا تو لوگ مذاق اُڑائیں گے، فلاں بات کہوں گا تو لوگ اور زیادہ مخالف ہو جائیں گے۔ ہر بات سے بے خوف ہو کر بے دھڑک حقائق کو بیان کیے جائیے اور اپنے تمام معاملات کو خدا کے حوالے کر دیجیئے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ خدا کا فرمانا کہ: "جسے آپؐ چھوڑ دیں گے" کا مطلب یہ ہے کہ: "اے رسولؐ! آپؐ کو

www.drhasanrizvi.com

کافروں کے مطالبات سے اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ اگر کوئی اور ہو تو وہ اس کام ہی کو چھوڑ دے۔
* ... (فصل الخطاب)

* مگر یہ ہونے والی بات نہیں ہے۔ اُن کی یہ تمنا کبھی پوری نہ ہوگی۔

غرض ایک ایسے شخص کے بارے میں اندازہ فرمائیں جو جہالت کے سخت ترین ماحول میں پاک سیرت اور معقول باتوں کے سوا کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ صرف چند حقیقت پرست لوگ اُس کے ساتھ ہیں، باقی سارا زمانہ اُس کے خلاف ہے۔ کوئی ظلم اور دھونس سے دبانا چاہتا ہے تو کوئی جھوٹے الزامات لگا کر ہر طرح کا نقصان پہنچانے پر تُلا ہوا ہے۔ تعصّب، نفرت، پھبتیاں، ٹھٹھے، جلے، فقرے، طعنے کَس کَس کر اس کی بات کو ہوا میں اُڑا دینا چاہتے ہیں۔ ایسے دل شکن ماحول میں خدا اپنے پیارے نبیؐ کی ہمّت بندھا رہا ہے کہ تم صداقت پر جمے رہو۔ اور خدا کے پیغام کو عام کرتے رہو۔
* ... (ماجدی)

آیت کا مقصد

رسولِ اکرمؐ کی ہمّت بڑھانے کے لیے۔ * (روح المعانی)

* عربی محاورے کے مطابق آیت کا مفہوم یہ ہوتا کہ بھلا آپؐ دین کی تبلیغ کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں آپؐ ہرگز اس کام کو ترک نہ کیجیئے گا۔ * ... (تفسیر کبیر)

نتیجے :

آیت سے محققین نے یہ نتیجے نکالے: (۱) خدا کے حدود و اختیارات الگ ہوتے ہیں اور رسولؐ کا کام الگ ہوتا ہے۔ رسولوںؑ کا کام اللہ کا پیغام صداقت اور دیانت کے ساتھ پہنچا دینا ہوتا ہے، باقی نافرمانوں کو سزا دینا خدا کا کام ہوتا ہے۔ (۲) اہلِ جاہلیّت رسولوںؑ کے اصل پیغام اور تعلیمات پر غور ہی نہیں کرتے۔ وہ تو صرف تماشے دیکھنا چاہتے ہیں، اس لیے بس معجزوں کی فرمائشیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ خدا کا رسولؐ ہے، کوئی بازیگر نہیں جو اُن کے مطالبات پر تماشے دکھا دکھا کر اُن کو خوش کرتا رہے۔ رسولؐ کی لطیف طبیعت کو اس قسم کے احمقانہ مطالبات سے سخت تکلیف پہنچتی ہے مگر رسولؐ ان تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہیں۔
* ... (ماجدی - ملخص)

www.drhasanrizvi.com

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ (۱۳) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے (کتاب
فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ از خود) گھڑ لی ہے؟ کہو، اچھا تو پھر لے آؤ
وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اس جیسے دس سورے گھڑے ہوئے، اور
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳ اللہ کے سوا جنھیں بھی تم (اپنی مدد کے لیے)
بُلا سکتے ہو تو بُلا لو، اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو۔

قرآن کی ترتیب مطابقِ تنزیل نہیں

سورۃ البقرۃ یعنی پہلے پارے میں قرآن کے منکروں سے ایک سورۃ مقابلے پر لانے کا چیلنج دیا گیا تھا۔ اب بارہویں پارے میں کہا جا رہا ہے کہ دس سورے مقابلے کے لیے لے آؤ۔ ظاہر ہے کہ پہلے ایک سورۃ کہنا، پھر دس سورے کہنا، نامناسب بات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جو بات پہلے پارے میں کہی گئی تھی وہ بعد میں کہی گئی ہوگی۔ اور دس سورتوں والی بات پہلے کہی گئی ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ترتیبِ قرآن، تنزیلِ قرآن کے مطابق نہیں ہے۔ * ..... (فصل الخطاب)

* اس لیے شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی لکھنا پڑا: "میں کہتا ہوں کہ پہلے دس سورتوں کے مقابلے پر لانے کی دعوت دی گئی تھی، جب اس سے عاجز ہوئے، تب ایک سورۃ مقابلے پر لانے کی دعوت دی گئی۔ * .... (فتح الرحمٰن)

* پہلے دس سورتوں کے مقابلے پر لانے کا مطالبہ کیا گیا تھا، پھر ایک سورۃ کا۔ *..... (تفسیر جلالین)

قرآن خدا کا کلام ہے

آج کے روشن دماغ فرنگی محققین کی طرح عرب جاہلیت کے روشن خیال بھی اپنی اس تحقیق پر نازاں تھے کہ قرآن محمد مصطفےٰ ﷺ کا اپنا کلام ہے۔ اُن کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر محمدؐ ایسا کلام بنا سکتے ہیں، تو تم کیوں نہیں بنا سکتے؟ اکیلے نہ سہی، سب ملکر اس جیسا تھوڑا سا حصہ بنا لاؤ۔ *..... (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا (۱۴) پھر اگر وہ تمہارے (جھوٹے خدا) (تمہارے) بُلانے پر لبّیک نہ کہیں، تو پھر یہ جان رکھو کہ وہ (قرآن) بس اللہ ہی کے علم (وقدرت) سے اُتارا گیا ہے، اور یہ بھی کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔ تو کیا اب تم حکم ماننے والے ہو جاؤ گے؟

اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ ۱۴

قرآن اللہ کی کتاب ہے

آیت میں جو دلیل دی گئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اگر تمہارے نزدیک قرآن انسان کا کلام ہے تو پھر انسانوں کو ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہونا چاہیئے، میں بار بار تم کو چیلنج پر چیلنج دے رہا ہوں کہ اِس کی نظیر بنا کر پیش کرو مگر تم آج تک کوئی ایک مثال اس کے جواب میں نہ لا سکے، تو پھر مانو کہ میرا دعوٰی سچّا ہے کہ یہ کتاب اللہ کے علم سے نازل ہوئی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اِس کتاب میں تمہارے جھوٹے خداؤں کی سخت مذمّت کی گئی ہے۔ صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اِن بیچاروں کا الوہیّت میں کوئی حصّہ نہیں۔ اگر تمہارے خداؤں میں کچھ دم ہے تو اُن کو چاہیئے کہ میرا یہ دعوٰی جھوٹا ثابت کریں اور قرآن کی کسی ایک سورۃ ہی کی کوئی نظیر بنانے میں تمہاری مدد کر دیں لیکن جب اِس فیصلے کی گھڑی میں بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو پھر یہ فالتو لوگ کس کام کے ہوئے؟ اِس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تم نے خواہ مخواہ اِن کو اپنا خدا بنا رکھّا ہے۔ یہ تو بندہ بننے کے بھی لائق نہیں ہیں۔ ★ .... (تفہیم القرآن)

★ خدا کا یہ فرمانا کہ "قرآن صرف اللہ کے علم سے اُتارا گیا ہے۔ یعنی اگر انسانی علم و ہنر کا نتیجہ ہوتا تو فصحائے عرب اس کے مقابلے پر عاجز نہ ہوتے۔ اور خدا کا یہ فرمانا کہ: "خدا کے سوا کوئی

www.drhasanrizvi.com

خدا نہیں" اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو اپنے ماننے والے مشرکین کی مدد ضرور کرتا، تاکہ وہ قرآن کے مقابلے پر دوسری کتاب لاسکیں۔ اِس طرح اِس دلیل نے خدا کی یکتائی کو بھی ثابت کر دیا، اور نبیؐ کی رسالت کو بھی۔ ★ ..... (فصل الخطاب)

★ پھر خدا کا فرمانا: "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" کا مطلب ہوا کہ: "ایسی دلیلِ قاطع کے بعد بھی اب تم اسلام نہ لاؤ گے؟" ★ .... (جلالین)

★ یہ بھی ممکن ہے کہ خطاب مسلمانوں سے ہو، تو اِس کا مطلب ہوگا: "اب تمھیں اسلام پر قائم رہنا چاہیے۔" ★ ..... (شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن)

★ لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ اِس سوال کو مشرکین سے متعلق رکھا جائے۔ اِس لیے کہ آیت کا خطاب مشرکین ہی سے ہے۔ کیونکہ انہی کے خداؤں کے متعلق کہا جا رہا ہے: "جنھیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں۔" ★ ..... (فصل الخطاب)

لفظ اللہ کا اعجاز

"اللہ" کے لفظ سے کسی بھی حرف کو اگر نکال لیا جائے تو بھی وہ خدا کی ذات ہی پر دلالت کرتا رہیگا۔

مثلاً: اللہ کے نام سے شروع کا "الف" نکال لیا جائے تو "لِلّٰہِ" باقی رہے گا۔ یعنی "اللہ کے لیے"۔ اگر الف کے بعد والا "لام" نکال لیا جائے تو "اِلٰہ" باقی رہے گا جو اللہ کا نام ہے۔ یعنی "معبود"۔ اگر لام اور الف دونوں ہی کو نکال لیا جائے تو لَہٗ باقی رہے گا۔ یعنی: اللہ کے لیے۔ قرآن میں فرمایا: لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

اور اگر شروع کے تینوں حروف نکال دیے جائیں تو باقی رہ جاتا ہے "ہ" جسے هُوَ کہتے ہیں جو خدا کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن میں فرمایا: "هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" اور فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ ★ ..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (١٥) جو لوگ صرف اسی دنیا کی زندگی اور
وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ اس کی خوبصورتی، رونق اور زیب و زینت
فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ ١٥ چاہتے ہیں، تو ہم اسی دنیا میں اُن کے تمام
کاموں کا پورا پورا بدلہ دے دیتے ہیں، اور اس میں اُن کیلئے کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

نیّت کی اہمیت اور آیت کا پیغام

پیغام یہ ہے کہ خدا فرما رہا ہے کہ جو شخص اچھے کام اس نیّت سے کرے گا کہ اس کا بدلہ خدا اسی دنیا میں عطا فرمائے، تو خدا اس کا بدلہ اُسے اسی دنیا میں عطا فرما دے گا، مگر آخرت میں اُس کے لیے جہنّم کی آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔
(تفسیر صافی ص۲۳۲ بحوالہ تفسیر قمی) ....*

دنیا پرستی کے سبب قرآن کی صداقت سے انکار

محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآن کی دعوت کو وہی لوگ رد کرتے ہیں جن کے دل و دماغ پر دنیا پرستی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک دنیا کے فائدوں سے بڑی کوئی اور چیز نہیں ہوتی، اس لیے وہ اُنہی فائدوں کو حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کی آزادی چاہتے ہیں۔ کیونکہ قرآنی تعلیمات کو ماننے سے اُن کی اُس آزادی میں خلل پڑتا ہے، اس لیے قرآنی تعلیمات کو وہ رد کر دیتے ہیں۔ * .... (تفہیم القرآن)

* ایسے لوگوں کو اُن کے اچھے اعمال کا بدلہ بھی دنیا ہی میں چکا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اگر کچھ اچھے کام کرتے بھی ہیں تو وہ بھی صرف دنیا کے کسی فائدے کو حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا مقصد آخرت کے فائدے حاصل کرنا ہوتا ہی نہیں، اس لیے کیا اُن کو اُن کے اچھے کاموں کا بدلہ آخرت میں نہیں ملتا۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" (اعمال کا دار و مدار تو صرف نیّتوں پر ہوتا ہے)

اب رہا یہ سوال کہ پھر ایسے لوگوں کو آخرت میں جہنّم میں کیوں ڈالا جائے گا؟ کیا اُن کو ثواب سے محروم کر دیا جانا کافی کیوں نہ ہوا؟ جواب یہ ہے کہ آخرت کو نظرانداز کرنے والا بُرے کام ضرور کرتا ہے جو اُسے جہنّم میں پہنچا دیتے ہیں
* ...... (مولّف)

www.drhasanrizvi.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ۱۶

ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ بھی تو نہیں۔ (کیونکہ وہاں) اِس دنیا کا سب کیا کرایا ناکارہ نکلے گا۔ اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے وہ بے حقیقت ثابت ہوگا۔ (کیونکہ اُنھوں نے اپنی آخرت کیلئے کچھ کیا ہی نہ ہوگا' بلکہ دنیا ہی کیلئے کیا ہوگا۔)

ریاکاری کا انجام

اِس خطاب میں (دکھاوے کے) غازی و مجاہدین بھی شامل ہیں۔ اگر اُن کا مقصد مالِ غنیمت حاصل کرنا ہو۔ ★ ..... (تفسیر تبیان)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ عبادتوں کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ وہ خدا کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لیے کی جائیں۔ اگر عبادتوں کا مقصد خدا کا اجر یا رضامندی حاصل کرنا نہ ہو' تو ایسی عبادتیں باطل ہوں گی۔ اگر یہ مقصد نہ ہوگا تو پھر آخرت میں جہنم کے سوا کچھ نہیں۔

★ ..... (تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ ظاہر ہے کہ جب دوسروں کو دکھاوے کیلئے ہی سب کچھ کیا ہے تو آخرت میں ان اعمال کا بدلہ جہنم ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن کا اصول یہ ہے کہ: "لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ" (انسان کیلئے بس وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔) حضور اکرمؐ نے فرمایا: اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی: "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔" ★ (الحدیث)

★ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "مجھے تم سے شرکِ اصغر سے متعلق زیادہ خطرہ ہے۔" لوگوں نے پوچھا: شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریاکاری (یعنی لوگوں کی تعریف اور مرکزِ نگاہ بننے کے لیے اچھے کام کرنا۔) "قیامت کے دن خدا ریاکاروں سے کہے گا کہ جاؤ اپنے اعمال کی جزا اُن لوگوں سے مانگو جن کے لیے تم دنیا میں اچھے اچھے کام کیا کرتے تھے۔" (الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

(ریاکار کیونکہ ہر آدمی کو خدا بناتا ہے، اُس کے لیے کام کرتا ہے، اُسی کی تعریف اور رضامندی چاہتا ہے، اُس کو خدا کی رضامندی، خوشنودی اور اجر و ثواب سے کوئی غرض نہیں ہوتی، اُس کی ساری توقعات غیرِ خدا سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اس لیے ریاکار انسان عملاً مشرک ہوتا ہے۔ یعنی خدا کے کام میں دوسروں کو شامل کر لیتا ہے تاکہ وہ اُس کی تعریف کریں۔)

؎ بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟
(اقبال)

* . . . . . .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن ریاکار قاری سے خدا فرمائے گا کہ: "تیرا ارادہ یہی تھا کہ تجھے قاری (علّامہ وغیرہ جیسے خطابات سے) پکارا جائے۔ چنانچہ دنیا میں تیرا نام قاری مشہور ہوا۔ پھر شہید سے کہا جائے گا کہ: "تیرا مقصد یہی تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے۔ چنانچہ دنیا میں تجھے لوگ بہادر کہتے تھے" پھر سخی سے کہا جائے گا کہ تو یہی چاہتا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، پھر حکم ہو گا کہ اِن تینوں کو سب سے پہلے جہنّم میں جھونک دو۔" * (الحدیث)

ریاکاری کا علاج

حضور اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ: "دنیا میں سب سے بڑا زاہد کون ہے"؟ فرمایا: "جو قبر میں اپنے جسم کے گل سڑ جانے کو نہیں بھولتا، اِسی لیے دُنیا کی زیب و زینت کا دیوانہ نہیں ہوتا، فانی دُنیا کو آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں پر ترجیح نہیں دیتا، کل آنے والے دن کو اپنی زندگی کا (لازمی) جزو نہیں سمجھتا (یعنی یہ یقین نہیں رکھتا کہ کل زندہ رہوں گا۔) یقین رکھتا ہے کہ زندگی عارضی ہے، نہ معلوم کل کا دن ملے گا یا نہیں، بلکہ وہ خود کو (آج کے) مرنے والوں میں شمار کرتا ہے۔"

(الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ (۱۷) پھر بھلا وہ شخص جو اپنے پالنے والے
رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ مالک کی طرف سے کھلی ہوئی حقانیت کی دلیل
وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى پر قائم ہے، اور جس کے پیچھے ہی پیچھے اُس کا گواہ
اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ جو خود اُسی کا جُزو ہے، اور اُس سے پہلے
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ موسیٰؑ کی کتاب ایک پیشوا اور رحمت کی
بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ حیثیت سے (اُن کے آنے کی خبر دے چکی ہے) تو کیا
مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ اب وہ لوگ اُس پر ایمان لے آئیں گے؟
مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ اور انسانی گروہوں میں سے جو کوئی بھی اُس کا
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا انکار کرے گا تو اُس کے لیے جس جگہ کا وعدہ
يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۱۷ ہے، وہ صرف اور صرف جہنّم ہی ہے۔ تو تمھیں
اِس بات میں کوئی شک و شبہ نہ ہونا چاہیئے، (کیونکہ) یقیناً یہ بات حقیقت ہے، تمھارے پالنے
والے مالک کی طرف سے۔ مگر اکثر لوگ اِسے مانتے ہی نہیں۔ (اکثر تو فاسق ہوتے ہی ہیں)

اللہ کی طرف سے رسالت پر گواہ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آباءِ طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ "علیؑ میری رسالت پر گواہ ہیں اور میں اپنے مالک کی طرف سے دلیل پر ہوں"۔

★..... (تفسیر صافی بحوالہ کافی)

★ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے جناب رسولِ اکرمؐ کی نبوّت پر سب سے پہلے گواہی دی، اور "مِنْهُ" کا لفظ اِس لیے آیا کہ جناب رسولِ خدا اور حضرت علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ (اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ)

★..... (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب غارِ حرا میں پہلی وحی اُتری تو: "اَرٰی نُوْرَ الْوَحْیِ" یعنی "میں نورِ وحی کو دیکھ رہا تھا۔" وَاَشَمُّ رِیْحَ الرِّسَالَۃِ ۔ "اور رسالت کی خوشبو کو سونگھ رہا تھا۔" (گواہ ہو تو ایسا ہو) ★..... (نہج البلاغہ)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "وہ جو اپنے مالک کی طرف سے دلیل پر ہیں اور جو اُن کا گواہ ہے، وہ اُنہی میں سے ہے، اُن میں سب سے اوّل حضرت علی علیہ السلام ہیں، اور اُن کے بعد دوسرے تمام ائمہ، اہلِ بیتؑ (اپنے اپنے زمانے میں رسولِ خداؐ کی صداقت کے گواہ ہیں) ★..... (تفسیر عیاشی)

★ حضرت علی علیہ السلام نے خود فرمایا کہ: "سورۃ ھود کی اِسی آیت کے مطابق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے مالک کی طرف سے دلیل پر تھے اور میں آنحضرتؐ کا گواہ ہوں۔" ★..... (تفسیر عیاشی)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "خدا نے لوگوں پر پانچ چیزیں واجب کی تھیں ۔ لوگوں نے چار چیزوں کو لے لیا اور پانچویں کو چھوڑ دیا۔"

لوگوں نے پوچھا وہ کونسی چیزیں ہیں ؟ فرمایا: خدا نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور پانچویں چیز حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو واجب کیا تھا۔ لوگوں نے اِس پانچویں چیز کو چھوڑ دیا۔"

اصحاب نے پوچھا: کیا حضرت علیؑ کی ولایت بھی خدا کی جانب سے ہے ؟

حضرت امامؑ نے فرمایا: "بے شک" پھر آپ نے اِسی آیت کو تلاوت فرمایا:

غرض شیعہ سنّی کی اکثر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے اصل گواہ حضرت علیؑ ہی ہیں ★..... (تفسیر جامع، تفسیر انوار النجف)

حضرت رسول اللہؐ کی صداقت کی انتہا

آیت کا مطلب یہ ہے کہ "جو شخص (مراد رسولؐ) واضح دلیل پر، یعنی قرآن مجید جیسی کتاب اُس کے پاس ہو پھر اُس کے پیچھے پیچھے اُس کا شاہد یا گواہ

www.drhasanrizvi.com

حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام جیسا عظیم انسان موجود ہو، پھر اُس سے بھی پہلے حضرت موسیٰ ؑ کی کتاب تورات بھی اُس کے آنے کی گواہی دے چکی ہو، ایسی عظیم کتاب جو لائقِ اقتداء اور باعثِ رحمت ہو، بھلا ایسی سچّی اور عظیم الشان کی گواہیوں اور دلیلوں کے بعد بھی کوئی اُس کا انکار کرے تو اُس کا ٹھکانا جہنّم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ امام فخر الدین نے (تفسیر کبیر) میں "شاھد" سے مراد حضرت علی علیہ السلام کو لیا ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جُزو ہیں۔

★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر درِ منثور سیوطی)

★ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: "عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ" (علیؑ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں)

★ ..... (الحدیث)

نتائج

(۱) محققین نے نتیجہ نکالا کہ جو لوگ دنیا کے ظاہری پہلو اور اُس کی خوبصورتی پر مرے مٹ رہے ہیں اُن کے لیے یہ بہت آسان ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو رد کر دیں۔ مگر وہ شخص کبھی قرآنی تعلیمات کو رد نہیں کر سکتا جو (۱) پہلے خود اپنی ہستی میں اور پھر نظامِ کائنات میں خدا اور آخرت کی شہادتیں پا لے، پھر قرآن بھی اُس کی تصدیق کرے۔ پھر آخر وہ کس طرح اتنی زبردست شہادتوں اور دلیلوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لے۔

(۲) دوسرا نتیجہ اِس آیت سے یہ بھی نکالا کہ رسولِ اکرم ؐ اپنی بصیرت کے ساتھ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی ایمان بالغیب کی اعلیٰ ترین منازل پر فائز تھے۔ جس طرح سورۂ انعام میں حضرت ابراہیم ؑ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "نبوت کا کام شروع کرنے سے پہلے ہی وہ آثارِ کائنات کا مطالعہ کر کے توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے اِسی طرح رسولِ اکرم ؐ نے خود اپنی نظر سے براہِ راست ابدی حقائق کو پہلے ہی سے جان لیا تھا۔ پھر بعد میں قرآن نے آ کر اُن کے علم کی تصدیق اور توثیق فرمائی۔ ★ ..... (تفہیم القرآن، مولانا مودودی)

★ مفسرینِ اہلِ سنّت کے نزدیک "کھلی ہوئی حقّانیت کی دلیل" سے مراد قرآن ہے اور "اُس کے پیچھے پیچھے آنے والا گواہ" سے مراد جبرئیل ہیں۔ ★ ..... (جلالین)

www.drhasanrizvi.com

★ مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ: (۱) جبریلؑ رسولؐ سے نہیں ہیں۔ جبکہ گواہ کے لیے قرآن نے "مِنْهُ" کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی گواہ وہ ہے جو رسولؐ سے ہو۔

(۲) دوسرا اشکال یہ ہے کہ جبریلؑ کی شخصیت ایسی نہیں کہ لوگوں کے سامنے آکر گواہی دیں۔

(۳) تیسرا اشکال یہ ہے کہ جبریلؑ تو قرآن کو ساتھ ساتھ لیے ہوئے آتے تھے، قرآن کے بعد تو نہیں آتے تھے۔ جبکہ آیت میں یَتْلُوْهُ (نبیؐ کے پیچھے پیچھے آنے والا گواہ) کہا گیا ہے۔

بعض اہلِ سنّت کے مفسّرین نے لکھا کہ: گواہ سے مراد "قرآن" ہے۔ لیکن قرآن تو دلائل پر مشتمل ہے، اور دلائل اور گواہ میں فرق ہوتا ہے۔ گواہ بولتا ہوا انسان ہونا چاہیے جو اپنی گفتار و کردار سے رسولِ اکرمؐ کی سچائی کو ساری عمر ثابت کرتا رہے۔ ★..... (فصل الخطاب)

★ خدا کا فرمانا کہ "جو اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے آئی ہوئی کھلی دلیل پر قائم ہو"۔ تو کھلی دلیل سے یہاں مراد قرآن ہے۔ ★..... (تفسیر کبیر۔ روح)

★ بَيِّنَةٍ (دلیل) پر دو زیر (تنوین) قرآن کی عظمت اور اہمیت کو بتانے کیلئے آئے ہیں۔ ★..... (روح المعانی)

★ اہلِ سنّت کے نزدیک قرآن کی صداقت کا ایک گواہ تو خود قرآن کے اندر ہی موجود ہے اور وہ داخلی گواہ قرآن کا معجزہ ہونا ہے۔ ★..... (روح المعانی)

★ "الامالی" میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے مزید فرمایا کہ "میں گواہ ہوں اور میں اُسی رسولؐ سے ہوں۔" ★..... (الامالی)

★ "البصائر" میں ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ "میں رسولؐ کا گواہ اُن کی دلیل کے بارے میں ہوں، اور میں رسولؐ کے ساتھ ساتھ اُن کے پیچھے پیچھے چلا آتا ہوں"۔ ★..... (البصائر)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: اس آیت میں گواہ سے مراد علیؑ کی ولایت ہے اس لیے تم کبھی علیؑ کی ولایت میں شک نہ کرنا۔ ★ (تفسیر صافی صـ۲۳۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى (١٨)
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ
يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ
الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ ١٨

پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا
جو اللہ پر جھوٹی تہمت گھڑ کر لگائے ؟
ایسے لوگ اپنے پالنے والے مالک کے سامنے
(ضرور) پیش ہوں گے، اور گواہی دینے والے
کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے
پالنے والے مالک پر جھوٹ گھڑا تھا، تو سنو!
اور جان لو کہ اُن ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے روایت بیان فرمائی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "اِس آیت میں گواہوں (یا) گواہی دینے والوں سے مراد ائمۂ اہلِ بیتؑ ہیں۔"
★ ..... (تفسیر صافی صـ٢٣٢ بحوالہ تفسیر عیاشی)

گمراہ ترین لوگ

مطلب یہ ہے کہ (١) ایسے آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو خدا کی خدائی میں کسی کو شریک سمجھے ؟ یا (٢) یہ سمجھے کہ خدا کو اپنے بندوں کی ہدایت یا گمراہی سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اس نے کوئی کتاب یا نبیؐ ہماری ہدایت کے لیے نہیں بھیجا۔ خدا نے ہمیں بالکل آزاد چھوڑ دیا کہ جو طرزِ زندگی چاہیں اختیار کرلیں اور اِس طرح بالآخر جہنّم کا کُندہ بن جائیں۔ (٣) یا پھر اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو یہ سمجھے کہ خدا نے ہمیں یونہی بے مقصد کھیل کود کے طور پر پیدا کردیا ہے اور یونہی ختم کردے گا، نہ کوئی حساب کتاب ہے نہ کوئی جزا و سزا۔

؎ (نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم)

★ خدا کا فرمانا کہ: "گواہی دینے والے کہیں گے"۔ گواہی دینے والوں سے یہاں مراد وہ فرشتے ہیں جو ہمارے اعمال لکھتے ہیں۔ جو قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ ★..... (تفسیر جلالین) یعنی کراماً کاتبین۔ (فتح الرحمٰن)

★ غرض آیت کے الفاظ عام ہیں۔ اِس میں انبیاء (ائمہؑ) ملائکہ اور مومنین اور کافروں کے اعضاء و جوارح بھی شامل ہیں جو اُن کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ ★..... (تفسیر روح المعانی، تفسیر بیضاوی)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ (۱۹) جو اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکیں
اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ اور خدا کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ ۱۹ کریں اور وہ آخرت کے (بھی) منکر ہوں۔

اُولٰٓئِكَ لَمْ یَكُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ (۲۰) یہ لوگ نہ تو دنیا میں اللہ کے قبضے سے
فِی الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ باہر نکل سکتے تھے اور نہ زمین پر اللہ کو بے بس
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ کر سکتے تھے، اور نہ اللہ کے مقابلے میں اُن کا
یُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا کوئی حامی یا سرپرست تھا۔ اُنھیں تو اب
كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَ دوگنی سزا دی جائیگی (کیونکہ) وہ نہ تو کسی کی
مَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ۝ ۲۰ کچھ سننے تھے، اور نہ اُنھیں خود اپنی آنکھوں سے

دکھائی یا سجھائی دیتا تھا

(آیت ۲۰) آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیونکہ وہ لوگ حق کو سننے، سمجھنے اور ماننے کیلئے کسی طرح تیار نہ تھے اس لیے وہ حق سننے سے بہرے ہو گئے اور خدا کی نشانیاں اور دلائل دیکھنے سے اندھے ہو گئے۔ یہ حق دشمنی کا نتیجہ ہے
★ ۔۔۔۔ (تفسیر صافی ص۲۲۳)

★ آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ اپنی حق دشمنی کے سبب سے حضرت علیؑ کی عظمت اور فضیلت سننے اور سمجھنے کے قابل نہ رہے۔ ★ ۔۔۔۔ (تفسیر قمی)

★ خدا کا فرمانا کہ "یہ لوگ دنیا میں اللہ کے قبضے سے باہر نکل نہیں سکتے تھے اور نہ زمین پر اللہ کو بے بس کر سکتے تھے"۔ تو اللہ کو بے بس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہیں چھپ کر اللہ کے ہاتھ سے نکل نہیں سکتے تھے۔

روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ جس بات سے ضد اور نفرت دل میں بیٹھ جاتی ہے پھر انسان اُس بات کو سننا اور دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ پھر اُن کو دوگنی سزا اس لیے دیجاتی ہے کہ وہ خود بھی حق کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی حق بات سے روکتے ہیں۔
★ ۔۔۔۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ (۲۱) ..یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خود سخت
وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ نقصان پہنچایا اور وہ سب کچھ بھی اُن سے کھویا
گیا جو کہ اُنھوں نے غلط طور پر از خود گھڑ رکھا تھا۔

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ (۲۲) یہ بات ناگزیر ہے اور اس میں ہرگز کوئی
الْأَخْسَرُونَ ۝ شُبہ بھی نہیں کہ آخرت میں یہ سب کے سب،

سب سے زیادہ نقصان میں رہیں گے

(آیت ۲۱) آیت کا مطلب یہ ہے کہ حق میں نقص تلاش کرنے والوں کا انجام یہ ہوا کہ جو کچھ اُنھوں نے دُنیا میں خرچ کیا وہ بھی اُن کا نقصان ہوا، اس لیے کہ اب ہمیشہ ہمیشہ اُس کی سزا بھگتیں گے اور جو کچھ کمایا وہ بھی کھو بیٹھے۔ اس لیے کہ وہاں دُنیا کا مال و دولت کچھ موجود نہ ہوگا۔ اس لیے اب سوائے حسرت اور شرمندگی کے کچھ بھی نہ رہا۔ * ..... (تفسیر صافی ص۲۳۳)

* خدا پر جھوٹ بولنے کے معنی "علم کی بات کو غلط طور پر بیان کرنا" یا یہ دعویٰ کرنا کہ دین کے معاملے میں مجھے کشف ہوتا ہے۔ یا یہ کہنا کہ میں اللہ کا مقرب ہوں۔ * ... (موضح القرآن)

* اب اسی فہرست کو ذرا اور بڑھا لیجیے۔ کوئی ایسے منصب کا دعویٰ کرے جو خدا عطا فرماتا ہے اور جس کا مقرر کرنا خدا کا حق ہے، ایسے عہدے کا از خود دعویدار بھی خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔ (کیونکہ، اُس کو خدا نے اُس عہدے پر فائز کیا ہی نہیں ہوتا جس کا وہ دعویدار ہوتا ہے) (فضل الخطاب)

(آیت ۲۲) "لَا جَرَمَ" کا مفہوم (عربی میں وہی ہے جو اُردو میں) "لامحالہ" یا "ناگزیر" کا مفہوم ہے۔ یعنی لازمی طور پر یہ لوگ آخرت میں سخت نقصان میں رہیں گے۔ (تفسیر کبیر)

* مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے جو کچھ خرچ کیا ہوگا وہ بھی نقصان میں گیا اور جو کچھ کمایا تھا وہ کھو بیٹھے۔ اب سوائے حسرت و شرمندگی کے کچھ باقی نہ رہا۔ * ... (تفسیر صافی ص۲۳۳)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا (۲۳) — رہے وہ لوگ جنھوں نے حق کو مانا اور
الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى — نیک کام بھی کیے اور اپنے مالک ہی کے
رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ — ہو کر رہے، تو یقیناً وہ جنّتی لوگ ہیں
الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۳ — اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

خدا کا فرمانا کہ "وہ لوگ لگاتار اپنے پالنے والے مالک سے لَو لگاتے رہے" یعنی اُنھوں نے اللہ کے سامنے جھکنے، انکساری برتنے اور عملاً بندگی اور اطاعت کرنے والی زندگی گذاری۔

٭ .... (تفسیر علی بن ابراہیم)

یعنی وہ اللہ کی عظمت سے مرعوب رہے اور اِس سلسلے میں اُن کا طرزِ عمل مستحکم رہا۔

٭ ..... (تفسیر تبیان)

نتائج

اصحابِ جنّت کے اوصاف میں ترتیب خاص طور پر قابلِ غور ہے:

سب سے پہلے فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی "وہ لوگ جنھوں نے حق کو دل سے مانا"۔ اِس سے معلوم ہوا کہ پہلا درجہ "ایمان" یا "صحیح عقائد" کا ہے۔ پھر فرمایا: "وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" یعنی دوسرا درجہ "نیک اعمال اور اچھے اخلاق" کا ہے۔ پھر فرمایا "وَاَخْبَتُوْٓا" یعنی: "اپنے پالنے والے مالک ہی کے ہو کر رہے"۔ تو اِس سے معلوم ہوا کہ تیسرا درجہ ہے "تزکیۂ نفس"، "رجوع اِلی اللہ" اور "خلوصِ عمل" کا۔

٭ .... (ماجدی)

اخبات کے معنی: قلبی جھکاؤ اور اطمینان

اخبات کے معنی اللہ کا خوف اور اُس کی طرف دل کا جھکاؤ پیدا کرنا ہے۔ غرض "اخبات" سے مراد خشوع (خوف) اور خضوع (قلبی جھکاؤ) ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا گیا کہ ہمارے پاس ایک شخص ہے جو آپ کی ہر حدیث کو سن کر فوراً قبول کرلیتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اُس کا نام "کلیب" (چھوٹا کتا) رکھ دیا ہے۔ امامؑ نے اُس کے حق میں دعا فرمائی، پھر فرمایا: یہی "اخبات" (قلبی جھکاؤ) ہے۔ پھر آپؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

٭ .... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَ (۲۴) اِن دونوں گروہوں کی مثال ایسی ہے

الْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ جیسے ایک آدمی تو اندھا، بہرا ہو اور دوسرا

هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا دیکھنے اور سُننے والا ہو۔ تو کیا دونوں مثال

تَذَكَّرُونَ ۲۴ ع میں ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم (اتنی

واضح مثال سے بھی) نہ تو کچھ سمجھتے ہو اور نہ کچھ سبق لیتے ہو ______ ؟

حق دشمنی کی انتہا

آیت کا مطلب یہ ہے کہ حق کے منکر کافروں کی اصل غلطی یہ تھی کہ انہوں نے جان بوجھ کر اراداتاً خدا کی نشانیوں کو سمجھنے اور دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور خدا کے کلام کے سننے، اُس پر غور کرنے اور اُس کا مفہوم سمجھنے سے اپنے کان بند کر لیے تھے اسی لیے وہ تباہ ہوئے۔

* .... (تفسیر صافی ص ۲۳۲)

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ∴ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

(اقبال)

دو مختلف طرزِ فکر و عمل

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دو مخالف طرزِ فکر و عمل رکھنے والے کس طرح یکساں ہو سکتے ہیں؟ ایک شخص تو وہ ہے کہ جو نہ تو اپنی ذات پر غور و فکر کرتا ہے اور نہ آثارِ کائنات کو سمجھنا چاہتا ہے یعنی نہ تو خود دیکھتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کی بات سُنتا ہے جو اُسے سیدھا راستہ بتا رہا ہو، وہ تو ضرور کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھائیگا اور منھ کے بل گریگا۔ اس کے برعکس جو خود دیکھ لیتا ہے اور پھر کسی واقفِ راہ کی ہدایات پر عمل بھی کرتا ہے تو وہ ضرور اپنی منزل پر سلامتی کے ساتھ پہنچ جائے گا یعنی وہ خدا کی نشانیوں پر خود بھی غور کرتا ہے اور پیغمبروں کی بات بھی سُنتا، سمجھتا اور مانتا ہے، اور اُن پر عمل کرتا ہے۔ اب بتائیے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسے دو مختلف طرزِ فکر و عمل رکھنے والے یکساں ہو جائیں گے اور دونوں کا انجام ایک جیسا ہو جائیگا (یعنی گھوڑے اور گدھے میں کوئی فرق ہی نہ رہے)

* .... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ (۲۵) اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ۲۵

اور ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا۔ (اُنھوں نے کہا) حقیقتاً میں تمھارے لیے (بُرے کاموں کے بُرے نتائج سے) واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔[1]

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ (۲۶) اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝ ۲۶

کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت (بندگی یا کامل اطاعت) نہ کرو۔ ورنہ مجھے تمھارے لیے ڈر ہے ایک سخت تکلیف دینے والے عذاب کے دن کا (یا) مجھے ڈر ہے کہ تم کو ایک دن سخت تکلیف دینے والی سزا آ پکڑے۔

(آیت ۲۵)

نذارت اور بشارت

[1] سوال یہ ہے کہ حضرت نوحؑ نے خود کو "نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ" "واضح طور پر ڈرانے والا" کیوں کہا؟ حالانکہ انبیاء نذیر ہونے کے ساتھ ساتھ "بشیر" یعنی بشارت دینے والے بھی ہوتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ خوشخبری صرف اہلِ ایمان کو دی جاتی ہے۔ جس قوم سے حضرت نوحؑ مخاطب تھے اُن میں کوئی اہلِ ایمان نہ تھا۔ جس طرح خدا نے مکّہ میں رسولِ اکرمؐ سے فرمایا تھا "قُمْ فَاَنْذِرْ" آپؐ اُٹھیے اور اُنھیں ڈرائیے۔
یہ حکم اُس وقت آیا تھا جب صحابہ میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا۔
* .... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ ۲۷

(۲۷) اِس کے جواب میں اُس قوم کے بڑے بڑے آدمیوں نے جو حق کے منکر تھے، کہا: ہماری نگاہ میں تو تم اِس کے سوا کچھ بھی نہیں ہو کہ تم تو صرف ہم جیسے ایک انسان ہو، اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس اُن لوگوں نے ہی تمھاری پیروی اختیار کرلی ہے جو بہت ہی معمولی بالکل ذلیل اور پست طبقہ کے لوگ ہیں، اور وہ بھی بے سوچے سمجھے، سرسری رائے سے رواروی میں۔ اور ہم، تم لوگوں میں اپنے مقابلے میں کوئی فضیلت یا برتری نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمھیں (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں۔

کیا بشر نبی ہو سکتا ہے؟

ہر دور میں یہ بحث رہی ہے کہ آیا بشر نبی ہو سکتا ہے؟ — عام لوگ بشریّت اور نبوّت کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں۔ نبیؐ کے نوری ہونے یا بشر ہونے کی بحث بھی اسی ذہنی اضطراب کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ عام لوگ نور کو بشریّت کی ضد سمجھتے ہیں اِس لیے نبیؐ کے بشر ہونے کو نبیؐ کی توہین سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہی اصل غلطی ہے۔ یہی وہ غلطی ہے جس کی وجہ سے پچھلی قوموں نے انبیاء کی نبوّت کا انکار کیا۔

اصل میں نور کی ضد بشریّت نہیں، بلکہ نور کی ضد ظلمت ہے۔ بشر نورانی بھی ہو سکتا ہے اور ظلماتی بھی۔ جو بشر خدا کی ہدایات وصول کرسکتا ہے اُس سے زیادہ نورانی بشر کون ہو سکتا ہے؟ اور جو لوگ خدا کے باغی اور گناہگار ہوتے ہیں وہ ظلماتی بشر ہوتے ہیں۔ جیسے کفّار، مشرکین، منافقین، ظالمین وغیرہ انسان میں علم یا نورانی پہلو بھی ہے اور جہل یا ظلماتی پہلو بھی ہے۔ نیکی نورانی پہلو ہے اور

www.drhasanrizvi.com

بُرائی ظلماتی یا تاریک پہلو ہے۔ نورانی وہ بشر ہے جس میں عیوب کم ہوں یا نہ ہوں اور علم زیادہ ہو۔ فضائل اور نیکیوں کا حامل ہو۔ ایسے ہی بے عیب لوگ انبیاءؑ اور اولیاءؑ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جہالت، کفر، ظلم، شرک اور گناہوں کی تاریکی سے بالکل پاک صاف ہوتے ہیں، اِس لیے نورانی بشر ہوتے ہیں۔ خداوندِ کریم فرماتا ہے:

"خدا ایمان لانے والوں کا ولی (مددگار، سرپرست، ہادی) ہے۔ وہ اُن کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے اولیاء (مددگار، سرپرست، ہادی) شیاطین ہیں جو اُن کو نور سے نکال کر تاریکی کی طرف لے جاتے ہیں۔" (از آیۃ الکرسی سورۃ بقرۃ)

پس شرک، کفر، نفاق، ظلم، گناہ سب تاریکیاں ہیں اور اسلام، ایمان ایقان، اور عملِ صالح کا جتنا غلبہ ہوگا وہ اتنے ہی نورانی بشر ہوتے ہیں۔ ان میں اکمل افراد انبیاءؑ اور ائمہؑ معصومین ہیں۔ نبیؐ یا امامؑ میں اُن کے افکار اور اعمال کے لحاظ سے ظلماتی پہلو موجود ہی نہیں ہوتا۔ اِس لیے وہ نور ہی نور ہیں۔ (بلکہ نور علیٰ نور ہیں)

★ ۔۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

حضرت نوحؑ کی قوم کا قصور

حضرت نوحؑ کی قوم کا ایک قصور یہ بھی تھا کہ اُنھوں نے حضرت نوحؑ کو دل سے ماننے والوں کو جو غریب لوگ تھے، فقر و افلاس کی وجہ سے ذلیل سمجھا۔ حضرت نوحؑ کے ساتھ اُن کی نورانیت کا بھی انکار کیا۔ کیونکہ اُن جاہلوں کے نزدیک دنیا کے ساز و سامان کے سوا کوئی چیز کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ تمام حقیقی اقدار کو وہ نہ جانتے تھے، اور نہ مانتے تھے۔ آج کے دورِ جاہلیت کی طرح جس کے پاس دنیا کی دولت ہوتی تھی اُسی کو شریف اور بڑا آدمی مانتے تھے، اور جس کے پاس دنیا کا ساز و سامان نہ ہوتا تھا اُس کو ذلیل سمجھتے۔ گویا وہ تمام فقراء و مساکین کو رذیل گردانتے تھے اسی لیے حق کو سمجھنے کی توفیق سے محروم رہے۔ ★ (تفسیر صافی ص۲۳۳ و تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.com

اسی لیے کافروں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ جو تم مسلمان یہ کہتے ہو کہ ہم پر خدا کا فضل و کرم ہے تو اسکی کوئی علامت تو ہمیں نظر نہیں آتی۔ خدا کا اگر کوئی فضل ہے تو ہم پر ہے کہ ہمارے پاس مال و دولت عزّت و اولاد، نوکر چاکر اور سواریاں وغیرہ موجود ہیں۔ دنیا ہماری سرداری کو مان رہی ہے تم ٹٹ پونجیے لوگ آخر ہم سے کس چیز میں بڑھے ہوئے ہو کہ تمھیں خدا کا چہیتا سمجھا جائے؟ *... (تفہیم القرآن)

محققین نے آیت سے نتیجہ نکالا کہ ۱۔ پیغمبروں اور مصلحین کی مخالفت قوم کے بڑے لوگوں سے شروع ہوتی ہے کیونکہ انبیاءؑ کی تعلیمات سے اکابرین کے مفادات مجروح ہوتے ہیں۔

۲۔ دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ مشرکوں اور مشرک صفت لوگوں کی سمجھ میں یہ بات ہرگز نہیں آتی کہ کوئی انسان خدا کا پسندیدہ' یا بھیجا ہوا بھی ہو سکتا ہے؟ وہ صرف اُسی آدمی کو بڑا آدمی سمجھ سکتے ہیں جو نہ کھاتا پیتا ہو' نہ سوتا ہو' نہ عورت کی خواہش رکھتا ہو' بڑا آدمی اُن کے نزدیک بس وہ ہو سکتا ہے جو پانی پر چل سکتا ہو' آگ کو کھا سکتا ہو؛ غرض جو تماشے دکھا سکے اور مافوق البشریت سکے وہی بڑا آدمی ہوتا ہے۔ آدمی کو دیوتا مان لینا اُن کے لیے آسان ہوتا ہے مگر خدا کا مقرب اور مقبول ماننا اُن کے لیے ناممکن ہوتا ہے۔ *.... (ماجدی)

علّامہ زمخشری نے لکھا کہ "خیر وہ لوگ تو اہلِ جاہلیت میں سے تھے جو دنیا کی ظاہری ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے مگر غضب تو یہ ہے کہ آج اپنے کو مسلمان کہلوانے والے بھی عزّت اور کامیابی کا معیار دولتِ دنیا ہی کو سمجھتے ہیں۔ *.... (تفسیر کشّاف)

اِسی لیے افسوس ہے کہ انبیاءؑ اور ائمہؑ اور اولیاءِ خدا کی حقیقی بزرگی اور عظمت کی طرف سے دنیا کی آنکھیں کل بھی بند تھیں اور آج بھی بند ہیں۔ *.... (مؤلف)

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ❊ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (اقبال)

تفسیرِ عارفانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ نفس سفلی (گھٹیا) ہے اِسی لیے اُس کی نظر بھی گھٹیا ہے اور

www.drhasanrizvi.com

روح کیونکہ علوی (بلند) ہے اِس لیے اُس کی طبیعت بھی بلند ہے۔ اِس لیے روح اپنی بلند طبیعت کی وجہ سے جانتی ہے کہ ساری بلندی، شرافت اور عزّت خدا کی اطاعت میں ہے۔ مگر نفس کیونکہ سفلی (گھٹیا) ہے اِس لیے وہ اپنی گھٹیا نظر کی وجہ سے علویات (بلند مراتب) کو کچھ نہیں سمجھتا، بلکہ وہ تو سِفلیات کی طرف میلان رکھتا ہے اور ہر چیز کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ اِسی لیے ہر وہ نفس جو سِفل میں گرفتار ہے وہ ہر صاحبِ روحِ علوی کو اپنا جیسا سِفل سمجھتا ہے۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ انبیاء ہمارے جیسے بشر ہیں۔ وہ صرف انبیاء کے ظاہری جسم اور جسمانی تقاضوں کو دیکھتا ہے، اُن کی روحِ اطاعت، صلاحیتِ قبولِ وحیِ خدا سے تعلق کو نہیں دیکھتا (جبکہ نبیؐ اور عام انسان میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہوتا ہے) *..... (روح البیان)

پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں ∴ کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور ۵
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن ∴ مُلّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور
*..... (اقبالؔ)

* اِن مشرکوں کا حال بھی عجیب تھا کہ انسان کو اپنا جیسا سمجھ کر اُن کی نبوّت کا انکار کر رہے تھے اور عام پتھروں کو جو انسان سے بے انتہا پست ہیں اُن کو خدا سمجھ کر اُن کی پرستش کر رہے تھے۔

سوال یہ ہے کہ نوحؑ کی قوم نے نوحؑ کے ساتھیوں کو رذیل و ذلیل کیوں کہا؟ جبکہ نوحؑ کو ماننے والے بڑے زیرک و سمجھدار لوگ تھے۔ اصل میں نوحؑ کی قوم والوں نے اُن کو صرف اِس لیے ذلیل کہا کہ وہ مالدار نہ تھے، اور دولت کے پرستار صرف دولتمندوں ہی کو باعزّت سمجھتے ہیں اور ہر غریب کو ذلیل سمجھتے ہیں *..... (فیوض الرحمان)

نتیجہ یا تعلیم

یاد رہے کہ فقراء و مساکین کی محبت انبیاء کی عادت رہی ہے اس لئے فقراء کی محفلوں سے نفرت کرنا منافقوں کا کام ہے۔

* حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "انسان کی ذلالت کیلئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے"۔

www.drhasanrizvi.com

نیز آپؐ نے فرمایا: "مسلمان پر مسلمان کی تین چیزیں حرام ہیں:

(۱) خون۔ (۲) عزت۔ (۳) مال۔ ★ ..... (روح البیان)

؎ اصل مذہب احترامِ آدمی است

★ حضرت نوحؑ کی قوم حضرت نوحؑ کی نبوت کا انکار اس بنیاد پر کر رہی تھی کہ:

(۱) نوحؑ بشر ہیں اور بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ (۲) دوسرے یہ کہ نوحؑ کے ماننے والے غریب لوگ ہیں اس لیے آپ اس قابل نہیں کہ آپ کو مانا جائے اور آپ کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔

(۳) کیونکہ آپ ہم جیسے آدمی ہیں اس لیے ہم سے افضل نہیں۔ کیونکہ آپ ہم سے افضل نہیں تو آپ کی اطاعت جائز نہیں۔ خدا نے تینوں باتوں کا جواب اس طرح دیا کہ:

(۱) بے شک نوحؑ بشر ہیں لیکن ایسے بشر ہیں جو دلیل رکھتے ہیں اور صاحبِ وحی ہیں، اس لیے وہ نبی ہیں۔

(۲) نوحؑ کو غریب لوگ مانتے ہیں اس لیے وہ غریب لوگ حق پر ہیں۔ جو حق کو مانے وہ حق پر ہوتا ہے خواہ وہ غریب ہو یا امیر ہو۔ غریبوں کے ماننے سے حق باطل نہیں ہو سکتا، اور امیروں کے ماننے سے باطل حق نہیں ہو سکتا۔

اور (۳) کافروں کا یہ کہنا کہ نوحؑ تم ہم سے افضل نہیں ہو، اور اطاعت افضل کی واجب ہوتی ہے اس کا جواب اس طرح دیا گیا کہ کیونکہ نوحؑ صاحبِ برہان ہیں، دلیل رکھتے ہیں یعنی علم رکھتے ہیں اس لیے تم سے افضل ہیں، اس لیے تم پر ان کی اطاعت واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ افضل کی اطاعت کرنے کا نظریہ عقلی اور فطری ہے۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت یا امامت عقلاً باطل ہے۔ اور فضیلت صاحبِ مال کو نہیں، صاحبِ علم کو حاصل ہوتی ہے۔ ★ ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ○ ۲۸

(نوحؑ نے) کہا: اے میری قوم! کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے ایک کھلی ہوئی حقانیت کی دلیل پر قائم ہوں۔ اور اُس نے مجھے اپنے پاس سے اپنی رحمت بھی دی ہے' اور وہ نہ تو تمھاری سمجھ ہی میں آتی ہے اور نہ تمھیں نظر آتی ہے' تو کیا ہم اُسے تمھارے سر چپکا کر تمھیں اُس کا زبردستی پابند بنا سکتے ہیں؟ جبکہ تم اُس سے نفرت بھی کیے چلے جاؤ۔؟

ایمان بالشّھادۃ اور علمِ وحی

مطلب یہ ہے کہ وہ رسولؑ جو خود انفس و آفاق میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر توحید کی حقیقت کو پا چکا تھا' پھر خدا نے اپنی رحمت کے (مراد وحی کے) ذریعے اپنے رسولؑ کو نوازا اور ابدی حقیقتوں کا براہِ راست علم بخشا۔ اُنہی باتوں کا علم جس کی گواہی رسولؑ کا دل پہلے ہی سے دے رہا تھا۔

محققین نے (۱) نتیجہ نکالا کہ تمام انبیاءؑ کو نبوّت کے اعلان سے پہلے ہی خدا ایمان بالشّھادۃ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ یعنی تمام انبیاءؑ انفس و آفاق میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر توحید کی حقیقت کو پا لیتے ہیں۔ پھر خدا اُن کو اپنی رحمت (یعنی وحی) سے نوازتا ہے۔ * . . . . . (تفہیم القرآن)

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ منکرِ حق کو اہلُ اللہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ وہ حق کا انکار کرتا ہے۔

* . . . . . (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

امامت کی پہچان اور اُن کے نور ہونے کا مطلب

اِس آیت میں سب سے اہم بات رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوائی جارہی ہے کہ : " میں اپنے رب کی طرف سے ایک برہان ودلیل پر ہوں، اور میرے پاس اللہ کی رحمت آئی ہے ۔"

اِس سے معلوم ہوا کہ نبیؐ وہ ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے دلیل پر ہوتا ہے اور اُسی دلیل کی وجہ سے وہ اعمال وافکار کے ظلماتی پہلو سے پاک رہتا ہے ۔ اِسی کا دوسرا نام " عصمت " ہے

نبیؐ یا امامؑ کے نور ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُن کے افکار و اعمال خدا کی طرف کی دلیل پر مبنی ہوتے ہیں ۔ اِس لیے اُن میں ظلماتی پہلو نہیں ہوتا ۔ اُن کے افکار و اعمال ظلماتی پہلو یعنی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ۔ اگر نبیؐ یا امامؑ خود ظلمات (گناہوں کے اندھیروں) میں ڈوبا ہوا ہو تو پھر دوسروں کو کیا اطاعت وہدایت کا نور دکھا سکے گا ؟

یہی وہ رحمت اور نور کا پہلو نبیؐ یا وصیِ نبیؐ کے افکار و کردار میں ہوتا ہے جو گمراہوں اور ظالموں کی نگاہوں سے ہمیشہ پوشیدہ رہتا ہے ۔ وہ اُسے عام اپنے جیسا آدمی سمجھتے ہیں ۔ اِس لیے کہ اُن کے نزدیک فکر و عمل کا نور یعنی فکر و عمل کی پاکیزگی بے معنی چیز ہوتی ہے ۔ وہ صرف مال و دولت ، کرسی ، اولاد اور مادّی طاقت ہی کو کسی انسان کی برتری کا معیار سمجھتے ہیں ۔

خدا کی دلیل پر ہونے کی وجہ سے انسان کے قول و عمل میں جو نورانیت ، پاکیزگی اور حق و باطل کا امتیاز پیدا ہوتا ہے ، اُس کو وہ نہیں دیکھ سکتے ۔ (جو ظلمتوں یعنی گناہوں میں گھرے ہوتے ہوں)

پس نبیؐ (یا امامؑ) کیلئے ضروری ہے کہ خود نور ہو اور دوسروں کو نور کی طرف بُلائے ، اور اِس لحاظ سے نور کی بشر سے کوئی منافات نہیں ہے ۔ ★..... (ملخص از انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ (٢٩) اور اے میری قوم والو! میں تو تم سے

مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اِس کام پر کوئی مال بھی تو نہیں مانگتا۔

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ میرا اجر یا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمّہ

اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ ہے۔ اور میں اُن لوگوں کو (اپنے پاس سے

اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ○ ٢٩ دھکے دے کر) نکال دینے والا نہیں جنھوں

نے میری بات مان لی ہے۔ اور یہ لوگ اپنے پالنے والے مالک سے ملنے والے ہیں۔
البتہ میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ تم بڑی جہالت سے کام لیتے ہو۔

یہ آیت اصل میں حضرت نوحؑ کی طرف سے کافروں کے اُس مطالبے کا جواب ہے کہ جو وہ حضرت نوحؑ سے بار بار کر رہے تھے کہ اُن غریب لوگوں کو جن کو وہ رذیل سمجھتے تھے اپنے پاس سے نکال دیجیے (تب ہم آپ کی باتوں پر غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ اِسی مطالبے کی وجہ سے وہ حق کو سمجھنے کی توفیقات سے محروم رہے۔ غربار کو حقیر سمجھنے کا اِس سے زیادہ بُرا نتیجہ اور کیا ہو سکتا تھا)

حضرت نوحؑ نے اُن غریب لوگوں کو اپنے پاس سے نہ نکالنے کا سبب یہ بتایا کہ یہی تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ کا قرب حاصل ہے۔ اُنہی کو خدا کے پاس عظیم درجات حاصل ہیں۔ بھلا ایسے عظیم لوگوں کو، جو حاصلِ تخلیقِ کائنات ہوں، اپنے پاس سے کس طرح نکال سکتا ہوں؟ (البتہ تم اِس قابل نہ رہو کہ تمھیں اپنے پاس سے دور ہی رکھوں) ۔۔۔ (تفسیر صافی صـ ۲۳۲)

حضرت نوحؑ کے ارشاد فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ تم دیکھ لو کہ میں ایک بے غرض ناصح ہوں یعنی بے غرضی کے ساتھ تمھاری بھلائی چاہنے والا ہوں۔ اپنے کسی فائدے کی خاطر نہیں بلکہ تمھارے بھلے کے لیے ساری تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کر رہا ہوں۔

رہے یہ غریب لوگ جن کو تم یہ چاہتے ہو کہ میں (اپنے پاس سے) نکال دوں، تو اِن کی قدر و قیمت

www.drhasanrizvi.com

جو بھی ہے وہ خدا کو معلوم ہے۔ اگر یہ قیمتی جواہر ہیں تو یہ تمہارے پھینک دینے سے پتھر نہیں ہو جائیں گے اور اگر یہ بے قیمت پتھر ہیں تو پھر ان کے مالک کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے انھیں پھینک دے۔

٭.....(تفہیم القرآن)

نتائج و تعلیمات

(۱) محققین نے نتیجہ نکالا کہ جو شخص حق یا خدا کی طرف مائل ہو اُس سے علیحدگی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جو شخص خدا کی طرف مائل ہوتا ہے خدا بھی اُس کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۲) محققینِ صوفیائے نے نتیجہ نکالا کہ مسکینوں اور کم حیثیت لوگوں کو اپنی خاص توجہ سے محروم نہ رکھنا عین سنتِ انبیاءؑ ہے۔

(۳) فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ (۱) عباداتِ واجبہ پر معاوضہ طلب کرنا جائز ہے۔ (۲) نیز یہ کہ دیندار لوگ جو خدا کی حضوری کے بھی طلب گار ہوں، اُن کی توہین کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ خدا کے مقرب بندے ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ خدا کے سامنے حاضری کا دل عقیدہ رکھتے ہیں۔

٭.....(تفسیر روح المعانی، تفسیر کشاف، وغیرہ)

شفاعت برحق ہے

حضرت نوحؑ کا یہ فرمانا کہ: "اے قوم! اگر میں نے اِن غریبوں کو بھگا دیا تو پھر اللہ کے مقابلے پر میری کون مدد کرے گا؟" اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں۔ شفاعت کا نظریہ باطل ہو گیا۔ کیونکہ شفاعت بھی ایک قسم کی مدد یا نصرت ہے، یہ کہنا کہ جب نوحؑ کی غلطی پر اُن کی کوئی شفاعت نہیں کر سکتا تو ہماری شفاعت کون کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نوحؑ یہ فرما رہے ہیں کہ غریبوں کو اپنے پاس سے بھگا دینا خدا سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ خدا سے اگر میں جنگ لڑوں گا تو بھلا کون مجھے خدا کے مقابلے پر غالب کر سکتا ہے؟ کون مجھے خدا کی سزا سے بچا سکے گا؟ مگر شفاعت کے معنی خدا سے جنگ کرنا نہیں ہوتا۔ شفاعت کے معنی خدا سے درخواست کرنا ہوتا ہے۔

٭ آخر میں خدا کا فرمانا: "اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ" "کیا تم سوچتے نہیں؟" تو تفکر اور تذکر میں فرق ہے تذکر اُس بات کے سوچنے کو کہتے ہیں جو پہلے سے ذہن میں ہو۔ اور تفکر ایسے مطالب کے سوچنے کو کہتے ہیں جو پہلے ذہن میں نہ ہوں۔

٭.....(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ (۳۰) اور اے میری قوم! اگر میں اِن کو نکالدوں تو مجھے
اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ خدا کی پکڑ سے کون بچانے آئے گا؟ تو کیا تم اتنی
سی بات بھی نہیں سمجھتے؟

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ (۳۱) اور میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس
خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں چھپی ہوئی
الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ باتیں جانتا ہوں، اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ
وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ ہاں اُن لوگوں کے
اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ لیے جنھیں تمھاری نگاہیں ذلیل و حقیر محسوس
خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ کر رہی ہیں، میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اللہ
اَنْفُسِهِمْ ۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ اُنھیں ہرگز کوئی بھلائی عطا نہیں کریگا (کیونکہ)
الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۳۱ اللہ خوب جانتا ہے اُس کو جو اُن کے دلوں
میں ہے۔ (اِس لیے) اگر میں ایسا کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

نبیؑ بشر ہوتا ہے فرشتہ نہیں

(آیت ۳۱) یہ آیت کافروں کے اُس اعتراض کا جواب ہے کہ جو اُنھوں نے حضرت نوحؑ پر کیا تھا کہ تم بس ہمیں ایک انسان دکھائی دیتے ہو اور کچھ نہیں ہو۔

حضرت نوحؑ نے جواباً فرمایا کہ میں نے کب انسان کے سوا کچھ ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کب کہا ہے کہ میں فرشتہ ہوں (یا جنّ یا کوئی اور مخلوق ہوں) میں نے تو صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ خدا نے مجھے علم و عمل کا سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ اِس بات کا امتحان تم جس طرح چاہو کر لو،

www.drhasanrizvi.com

مگر میرے اس دعوے پر مجھ سے یہ فرمائش کرنا کہاں کی تُک بندی ہے کہ میں تمھیں غیب کی خبریں سناؤں، خدا کے خزانوں کی کنجیاں تمھیں لاکر پیش کروں۔ عام انسانوں کی طرح کھانا پینا چھوڑ دوں۔ اگر میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا ہوتا تو تم مجھ سے یہ فرمائشیں کرتے۔ مجھ سے پوچھنا ہے تو خدا کی ہدایات اور تعلیمات کے متعلق پوچھو جس کے ملنے کا میں نے دعویٰ کیا ہے۔ تم عجیب لوگ ہو کہ مجھ سے یہ پوچھتے ہو کہ فلاں شخص کی بھینس نر جنے گی یا مادہ ؟ کیا زندگی کے صحیح اصول، اخلاق اور تمدن کے اصول بتانے کا کوئی تعلق بھینس کے نر و مادہ جننے سے بھی ہو سکتا ہے ؟!

★.... (تفسیر تبیان، تفہیم القرآن)

یہ تو بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی ڈاکٹر علمِ طب میں ماہر ہونے کا دعویٰ کرے اور اُس سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ تو جادو کر کے دکھا، یا رسّی پر سر کے بل چل کر دکھا، تب ہم تجھے ڈاکٹر مانیں گے۔

غرض جاہل قوموں نے بزرگی کا معیار ہمیشہ سے غیب دانی کو سمجھ رکھا ہے۔ وہ کشف و کرامات کو انسانوں کی فضیلت کا معیار سمجھتے ہیں، جبکہ خدا کے نزدیک علم و عمل انسان کی عظمت کا معیار ہیں۔

آج بھی خدا والا وہی سمجھا جاتا ہے جو لوگوں کے چھپے ہوئے رازوں کو بتا دے۔ یا آنے والے واقعات کی خبر دیدے۔ حالانکہ یہ صلاحیت تو کافروں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے، اُس کا خدا کے مقرب ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔

ے کل میکدے میں تھی جو کوئی بیخودی کی بات ؞ مندر میں آکے کشف و کرامات ہو گئی

★ غرض انسان کے کمال اور عظمت کا دار و مدار خدا کی معرفت اور اُس کی اطاعت پر ہے۔ (مؤلف)

اصل ظالم کون ہیں ؟ آیت کے آخری لفظوں سے عرفا نے نتیجہ نکالا کہ اصل ظالم وہ لوگ ہیں جو اولیاءِ خدا اور مومنین کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اُن کی عظمت کے منکر ہیں۔

★.... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوا يٰنُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۞ (۳۲)

آخرِ کار اُن لوگوں نے کہا: اے نوحؑ تم نے ہم سے جھگڑا کر لیا اور بہت کر لیا۔ اب تو بس تم وہ عذاب لے ہی آؤ جس کی تم ہم کو دھمکیاں دیتے رہے ہو، اگر تم واقعی سچے ہو۔ ۳۲

قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۞ (۳۳)

فرمایا کہ اُس عذاب کو تو بس اللہ ہی لائے گا، اگر وہ چاہے گا۔ پھر تم اُسے (روک کر) بے بس بھی نہیں کر سکتے۔ ۳۳

خدا کب کسی کو گمراہی میں چھوڑتا ہے

اللہ بندے کو صرف اُس وقت گمراہی میں چھوڑتا ہے جب وہ اپنے اختیارات کو غلط استعمال کرتا رہتا ہے۔ انسان کے اِس طرزِ عمل کا واضح طور پر منطقی مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ گمراہی میں ہی پڑا رہنا چاہتا ہے۔ ایسی حالت میں انبیاء کی نصیحت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ سننے والا سننے، سمجھنے اور غور کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ ایسی صورت میں خدا کے عذاب کے سوا کسی چیز کے آنے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہتا اور یہ عذاب خود لوگوں کی بدکاریوں ہی کی وجہ سے آتا ہے۔ ★..... (تفسیر تبیان - فصل الخطاب)

انبیاء بڑے بڑے دعوے نہیں کرتے

حضرت نوحؑ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں عذاب لانے والا کون ہوں؟ میرا کام تو صرف احکامات و پیغاماتِ الٰہی کو پہنچا دینا ہے۔ اہلِ حق کو ہمیشہ یہی کہنا چاہیے۔ بڑے بڑے دعوے کرنا اہلِ باطل کا کام ہے۔ اِسی لیے حضرت نوحؑ نے کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ سب کچھ اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ اپنی طاقت کا کوئی حوالہ نہ دیا۔ اُلٹا اپنی عاجزی کو ظاہر فرمایا کہ ہدایت دینا بھی میرا کام نہیں ہدایت خدا دیتا ہے مگر خدا کی دین کا دار و مدار تمھاری توجہ دینے پر ہے۔ ★... (ماجدی - تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ (۳۴) اب اگر میں تمھاری بھلائی بھی چاہوں
اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ یا تمھیں نصیحت بھی کروں تو میری نصیحت
كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ کرنا یا میرا تمھاری بھلائی چاہنا تمھیں کوئی
هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؕ ۳۴ فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اگر خدا ہی تمھیں
گمراہی پر سزا دینا چاہتا ہو[۱] (کیونکہ) وہی تو تمھارا مالک ہے، اور اُسی کی طرف تم
کو پلٹ کر جانا بھی ہے۔

خدا گمراہ کرتا نہیں، گمراہی کی سزا دیتا ہے[۱]

خدا کا یہ فرمانا کہ: "اللہ کو یہ منظور ہے کہ وہ تمھیں تمھاری گمراہی پر سزا دے۔ (یا) تمھیں تمھاری گمراہی میں چھوڑ دے۔"

جب بھی گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دی جاتی ہے تو اُس کے دو معنی ہوتے ہیں۔

(۱) گمراہی پر سزا دینا۔ (۲) گمراہی میں چھوڑ دینا۔ یہاں گمراہی پر سزا دینا مراد ہے۔

* ..... (لغات القرآن نعمانی جلد ۱ صـ۱۷۳)

آیت کا مفہوم

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے تمھاری ہٹ دھرمی، حق دشمنی، شر پسندی، حق سے بے رغبتی کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تمھیں سیدھے راستے کو پانے کی توفیق نہ دی جائے۔ تم جن غلط راہوں پر بھٹکنا چاہتے ہو، اُنھی پر تمھیں چھوڑ دے۔ تو اب ایسی حالت میں میرا بھلائی چاہنا اور تمھاری ہدایت کے لیے کوششیں کرنا تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

* ..... (تفہیم القرآن)

انسانوں کی قسمیں

صاحبِ "روح البیان" نے لکھا کہ میرے شیخِ کامل نے فرمایا کہ: انسانوں کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) حیوانی۔ جن پر شہوتوں اور خواہشوں کا غلبہ ہو۔ (۲) شیطانی۔ جن پر اوصافِ نفس اور احوال و اعمالِ شیطانی غالب ہوں۔ (جیسے قتل و غارت، فتنہ گری، شرک و بدعت وغیرہ)

www.drhasanrizvi.com

(۳) مُلکی ۔ جن میں اوصافِ روح واحوالِ مَلکیہ کا غلبہ ہو۔ (یعنی ۔ جو ذکر وفکر وعبادت کی طرف راغب ہوں)

(۴) صاحب الجانبین ۔ یعنی جن میں شہوات، خواہشات، شیطنت، فرشتے اور روح کے صفات مشترک طور پر پائے جائیں ۔ (یعنی بدکاریاں بھی کریں، شیطنت بھی کریں اور ساتھ ساتھ ذکر وفکر وعبادات بھی)

(۵) رحمانی ۔ یہ وہ ہیں جن پر خدا کی یاد اور ہیبت کا غلبہ ہو۔

شروع کی تین قسم کے لوگ اگر دنیا سے ایمان بسلامت لے گئے تو ضرور جنت میں جائیں گے (انشاء اللہ) خدا کے فضل سے یا عدل سے۔ اِن کو اصحابُ الیمین یا اصحاب الجمال کہا جاتا ہے مگر ان میں جو ایمان سے محروم رہے (یا گناہوں کی بڑی کثرت لے گئے) تو وہ دوزخ میں جائیں گے اللہ کے عدل سے۔ اِنہی کو اصحابِ شمال یا اربابِ جلال کہا گیا ہے۔

چوتھی قسم والے اگر دنیا سے ایمان لے کر گئے ہیں تو اصحابِ اعراف ہیں ۔ یعنی جنت اور جہنم کے درمیان والے ۔ (سے خدا کا فضل ہوگا تو جنت میں داخل ہوں گے ۔)

پانچویں قسم کے لوگ اربابِ کمال یا السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن ہیں ۔ ان کے کمالات اور درجات کا ہمیں کوئی علم نہیں، اِن کو جو نعمتیں ملیں گی وہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہیں ۔

حیوانی انسان مرنے کے بعد شیاطین کے ساتھ اُٹھیں گے ۔ اور
ملکی صفات رکھنے والے ملائکہ کے ساتھ اُٹھیں گے ۔

اصحاب الجانبین، دو اطراف کے درمیان اُٹھائے جائیں گے ۔ اور رحمانی حضرات کا قربِ رحمان کے ساتھ ہوگا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "تمہیں موت اُسی حالت میں آنے گی جن اعمال پر تم (اکثر) زندگی بسر کرتے ہو اور قیامت میں اُسی کیفیت پر اُٹھو گے جس پر موت واقع ہوگی۔

* ۔۔۔۔ (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ (۳۵) کیا (اب بھی) یہ لوگ کہتے ہیں کہ اُس
اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ شخص نے اِس (قرآن) کو از خود گھڑ لیا ہے؟
وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝ ۳۵ (آپؐ) کہیئے کہ اگر میں نے اِسے از خود گھڑ لیا
ہے تو پھر میرے جرم کی ذمّے داری بھی خود مجھ پر ہے۔ اور (انکارِ حق کا) جو جُرم تم کر رہے
ہو، اُس کی ذمّے داری سے میں بری الذّمّہ ہوں۔

نصیحت کرنے کا خوبصورت انداز

اندازِ کلام سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ:
نبی اکرمؐ کی زبان سے حضرت نوحؑ کا قصّہ سنتے ہی مخالفین نے کہا کہ محمدؐ یہ قصّے بنا بنا کر اس لیے ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے کہ ان کو ہم پر چسپا کر دے۔ جو چوٹیں یہ ہم پر براہِ راست نہیں کرنا چاہتا اُن کو قصّے گھڑ گھڑ کر ہم پر مار رہا ہے۔ گویا محمدؐ ہم پر "حدیثِ دیگراں" کے انداز میں چوٹیں کس رہا ہے۔
اِس لیے سلسلۂ کلام کو توڑ کر اُس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ گھٹیا لوگوں کا ذہن ہمیشہ بُرے پہلوؤں کی طرف جایا کرتا ہے۔ کیونکہ اُنھیں اچھائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوا کرتی۔ کوئی اگر ایسے گھٹیا آدمی کو نصیحت کرتا ہے تو وہ ہمیشہ اُس میں کوئی بُرائی کا پہلو تلاش کر لیتا ہے۔ نصیحت کرنے والے پر کوئی الزام لگا کر اُس کی حکمت اور نصیحت پر پانی پھیرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنی بُرائی پر قائم رہ سکے۔ کیونکہ اگر نصیحت کو چوٹ سمجھا دیا جائے تو سننے والے بجائے سوچنے سمجھنے کے بُرا ماننے لگتے ہیں۔ پھر اُن پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اِس طرح نصیحت تباہ ہو جاتی ہے اور لوگ اور زیادہ حق دشمنی پر اُتر آتے ہیں۔ اِسی لیے حضورؐ فرما رہے ہیں کہ میں تم پر کوئی چوٹ نہیں کر رہا ہوں، نہ میں نے حضرت نوحؑ کا قصّہ خود تصنیف کیا ہے۔ یہ ایک سچّا واقعہ ہے مگر میں کیا کروں کہ وہ تم پر ٹھیک ٹھیک چسپاں ہو رہا ہے۔ تمھاری غلطیوں کی نشاندہی کر رہا ہے۔ لہٰذا تم اِس واقعے سے سبق سیکھو اور مجھ پر بدگمانی کی وجہ سے کسی ثبوت کے بغیر یہ الزام نہ لگاؤ کہ میں تم پر چوٹیں کس رہا ہوں یا میں نے یہ قصّہ خود گھڑ لیا ہے۔ اگر یہ قصّہ میں نے خود گھڑ لیا ہے تو میں خود اپنے جرم کا ذمّہ دار ہوں مگر جو جرم تم کر رہے ہو اُس کے تم خود ذمّہ دار ہو۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ (۳۶) اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ اب اُن
يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ لوگوں کے سوا جو حق پر ایمان لے آئے ہیں
قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا تمہاری قوم میں اور کوئی حق کو ماننے والا باقی
كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۳۶ نہیں رہا ہے۔ تو اب اُن کے (بُرے) کاموں
پر غم کھانا ہی چھوڑ دیجیے۔

عذاب کب آیا؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا: حضرت نوح ع نے اپنی قوم کو ۹۵۰ سال خفیہ اور علانیہ دین کی تعلیم دی۔ مگر جب وہ حق دشمنی اور سرکشی پر اڑے ہی رہے تب حضرت نوحؑ نے خدا سے دعاء فرمائی کہ "رَبِّ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (اے میرے مالک میں مغلوب ہوگیا ہوں تو میری مدد فرما۔) اس پر خدا نے فرمایا: یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی شخص ہرگز ایمان نہیں لائے گا۔ ۔۔ الخ۔ اسی بنا پر حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ: "اب اِن سے سوا حق کے منکر بدکاروں کے کوئی پیدا نہ ہوگا" (تفسیر صافی صہ ۲۳۳۔ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی) *....

حضرت نوحؑ پر غلط الزام

آیت کے الفاظ ہی سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصور بالکل غلط ہے کہ حضرت نوحؑ بار بار بددعاء پر بددعاء کرتے رہے تھے اور ہر مرتبہ خدا اپنے عذاب کو ایک مدت کے لیے ٹال دیا کرتا تھا۔ آخر کار خدا نے حضرت نوحؑ سے کہا کہ چلو اچھا اب کشتی بناؤ۔ بلکہ قرآن کا انداز بتا رہا ہے کہ عذاب کی خبر سن کر بھی حضرت نوحؑ ایک حد تک پُر اُمید تھے۔ اسی پر خدا نے اطلاع دی کہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تب جا کر حضرت نوحؑ نے بددعاء فرمائی، جس کا ذکر سورۂ نوحؑ میں ہے کہ فرمایا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۲۶ یعنی: "مالک! کسی کافر کو زمین پر آباد رہنے والا نہ چھوڑ"۔ * (فصل الخطاب)

* توریت میں ہے: "اور زمین ظلم سے بھری تھی۔ خدا نے زمین پر نظر کی اور دیکھا کہ وہ بگڑ گئی ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص نے اپنے اپنے طریقے سے زمین کو بگاڑا تھا۔" *.... (پیدائش ۶: ۱۰-۱۲)

www.drhasanrizvi.com

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ○ (۳۷) اور اب ہماری نگاہوں کے سامنے ہمارے اشاروں (وحی) پر ایک کشتی بناؤ۔ اور اب مجھ سے اِن ظالموں کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔ اب تو یہ سارے کے سارے ڈبو دیے جائیں گے۔

مُہلت کب تک دی جاتی ہے

محققین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ:

جب نبی کا پیغام کسی قوم تک پہونچ جاتا ہے تو پھر اُسے صرف اُس وقت تک مُہلت ملتی ہے جب تک اُن میں سے کچھ بھلے آدمیوں کے نکل آنے کا امکان باقی رہتا ہے۔ مگر جب اُسی قوم کے صالح اجزار سب کے سب نکل چکتے ہیں اور قوم صرف فاسد عناصر کا مجموعہ بن کر رہ جاتی ہے، تو پھر اللہ ایسی قوم کو مُہلت نہیں دیتا۔ پھر خدا کی رحمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ سڑے ہوئے پھلوں کے اُس ٹوکرے کو دور پھینک دیا جائے، تاکہ وہ گندے پھل کہیں اچھے پھلوں کو خراب نہ کردیں۔ پھر ایسی قوموں پر رحم کھانا ساری دنیا کی قوموں اور آنے والی نسلوں کے ساتھ بے رحمی بن جاتا ہے۔ ٭.... (تفہیم القرآن)

کشتیِ نوحؑ پر تحقیق

مسیحی علمار کی تحقیق کے مطابق حضرت نوحؑ کی کشتی ۵۲۵ فٹ چوڑی، ½ ۸۷ فٹ اونچی اور ½ ۵۲ فٹ لمبی تھی۔

٭ توریت میں ہے کہ "تو اپنے واسطے گوپھر کی لکڑی کی ایک کشتی بنا۔ اُس کشتی میں کوٹھریاں تیار اور اُس کے باہر اور اندر بھیتر رال لگا۔ اور اُس کو ایسی بنا کہ اُس کی لمبائی تین سو ہاتھ اور اُس کی چوڑائی پچاس ہاتھ اور اُس کی اونچائی تیس ہاتھ ہو۔ . . . اور کشتی کے ایک طرف دروازہ بنا اور نیچے کا طبقہ اور دوسرا اور تیسرا طبقہ بھی بنا۔
٭.... (پیدائش ۶: ۱۴ - ۱۶)

٭ امام فخر الدین رازی نے خوب لکھا کہ: کشتی کیسی تھی، وغیرہ۔ یہ تمام بحثیں بیکار ہیں۔ بس اتنا جان لینا کافی ہے کہ کشتی میں اتنی جگہ ضرور تھی کہ اُس وقت کی تمام مومن آبادی اور جانوروں کے

www.drhasanrizvi.com

جوڑے اُس میں سما گئے تھے۔ ٭..... (تفسیر کبیر۔ روح المعانی)

دوسری بات یہ کہ خدا کا فرمانا کہ: "ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بناؤ"، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری حفاظت، نگرانی اور ہدایات کے مطابق کشتی بناؤ۔

٭..... (تفسیر کبیر، روح المعانی، ابوالبقاء)

تیسری بات یہ جاننی چاہیے کہ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"میرے اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیِ نوحؑ کی سی ہے، جو اُس پر سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جو اُس سے الگ رہا وہ غرق ہوا اور برباد ہوا"۔

٭..... (تفسیر کبیر امام رازی)

حضورِ اکرمؐ نے اپنی عترت، اہلِ بیتؑ کو کشتی کے مشابہ قرار نہیں دیا۔ اگر کشتی کے مشابہ قرار دیتے تو ایک کشتی چھوڑ دی جائے تو دوسری کشتی مل سکتی ہے۔ اور اِس طرح انسان ایک کشتی کو چھوڑ کر بھی نجات پا سکتا ہے۔

لیکن حضورِ اکرمؐ نے اپنے اہلِ بیتؑ کو کشتیِ نوحؑ کے مشابہ قرار دیا ہے۔ کشتیِ نوحؑ واحد ذریعۂ نجات تھی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ: نجات کے لیے اہلِ بیتِ رسولؐ کی معرفت، محبت اور اطاعت لازمی ہے۔ اِس کے بغیر نجات کا تصوّر ہی ممکن نہیں۔

٭... (مؤلف)

٭ تفسیر جامع میں ابو صلت ہروی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے سوال کیا کہ زمانۂ نوحؑ میں خداوندِ عالم نے ساری دنیا کو کیوں غرق کر دیا، حالانکہ اُن میں بچے معصوم بھی ہوں گے، آپؑ نے فرمایا: جب اُن لوگوں پر عذاب حتمی ہو گیا تو وقتِ عذاب سے چالیس سال قبل خدا نے اُن کی عورتوں کو عقیم بنا دیا پس کوئی بچہ اُس دوران میں اُن کے ہاں پیدا نہ ہوا پس وہ جو حضرت نوحؑ کی تکذیب نہ کرتے، بلکہ اُنھوں نے حضرت نوحؑ کو دیکھا بھی نہ تھا لیکن وہ اُن کافروں کے افعالِ بد سے خوش اور راضی تھے۔ پس اُن دونوں جماعتوں کو غرق کر دیا گیا۔" ٭..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَكُلَّمَا مَرَّ (۳۸) عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۳۸

اب نوحؑ تو کشتی بنا رہے تھے اور اُن کی قوم کے کچھ بڑے بڑے آدمی جب اُدھر سے گذرتے تو اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔ تو نوحؑ نے کہا: خیر اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو ہم بھی تم پر بالکل اُسی طرح ہنسیں گے۔

پیغمبرِ خدا کا مذاق اُڑانے والوں کا انجام

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے

روایت ہے کہ جناب ختمی مرتب رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: حضرت نوحؑ نے کشتی بنانے کے لیے کھجور کی گٹھلیاں بوئیں تو اُن کی قوم کے لوگوں نے اُن کا اِس طرح مذاق اُڑایا کہ لو اب یہ رسولؑ سے مالی بن گئے جب وہ درخت بڑے اور مضبوط ہوئے اور حضرت نوحؑ نے اُن کو کاٹ کر کشتی بنانا شروع کی تو قوم والوں نے مذاق اُڑایا کہ لیجیئے اب مالی سے بڑھئی بن گئے۔ کیا ترقی فرمائی ہے۔ پھر جب کشتی تیار ہونے لگی تو کہنے لگے! لیجیئے میاں اب خشکی میں ملاّح بن گئے۔ جب آپؑ کشتی بنا کر فارغ ہوئے، تب حضرت نوحؑ نے اُن کی بدمعاشیوں کا صرف یہ جواب دیا کہ: "اگر آج تم ہم پر ہنستے ہو تو اسی طرح ہم تم پر بھی ایک دن ہنسیں گے۔"

اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ پھر جب تم پانی میں ڈُبکیاں کھا رہے ہوگے اور پھر آخرت میں جہنّم کی آگ میں جھلسنے لگوگے، اُس وقت ہم تم پر خوب خوب ہنسیں گے۔

(تفسیر صافی ص۲۳۳ بحوالہ کافی)

تحقیقی نتیجہ: محقّقین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ انسان دنیا کے ظاہر سے کس قدر دھوکا کھاتا ہے۔ جب حضرت نوحؑ دریا سے بہت دور خشکی پر جہاز بنا رہے تھے تو ظاہر بیں لوگوں کو یہ (معاذ اللہ) حماقت کے سوا کچھ محسوس نہ ہوا۔ وہ ہنس ہنس کر کہتے کہ لو بڑے میاں کی دیوانگی آخر

www.drhasanrizvi.com

اب یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت خشکی میں جہاز چلائیں گے۔

اُس وقت کسی کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ چند روز بعد واقعی یہاں جہاز چلے گا۔ اسی لیے وہ لوگ کہتے تھے کہ "پہلے سے ہی یہ شخص کچھ کم پاگل نہ تھا، مگر اب تو اِس کا پاگل پن آنکھوں سے دکھائی دینے لگا ہے۔" اب ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کو اُن پر ہنسی آتی تھی، کیونکہ حضرت نوحؑ اِس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ یہاں جہاز چلے گا، پانی اُبلے گا، اور یہ سب کے سب ڈبکیاں لگا لگا کر بے حسی کے عالم میں غرق ہوں گے۔

اب اِس بات کو اگر پھیلا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے ظاہر اور محسوس پہلو سے عقلمندی اور بے وقوفی کا جو معیار قائم کیا جاتا ہے وہ حقیقت سے کتنا دور ہوتا ہے۔ ظاہر بیں شخص جس بات کو انتہائی عقلمندی سمجھتا ہے وہ حقیقت جاننے والے کے لیے انتہائی بے وقوفی ہوتی ہے۔ اور ظاہر بیں آدمی کے نزدیک جو چیز بالکل بیکار اور دیوانگی ہوتی ہے، حقیقت شناس آدمی کے لیے وہی کمالِ دانش اور انتہائے عقل ہوتی ہے۔ ★ ...... (تفہیم القرآن)

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "وہ ہنستے تھے اِس پر کہ خشک زمین پر غرق (ہونے) کا بچاؤ کرتا ہے۔ یہ (حضرتِ نوحؑ) ہنستے تھے اِس پر کہ موت سر پر کھڑی ہے اور (احمق) ہنستے ہیں۔ (موضح القرآن)

★ دوسری وجہ کافروں کے ہنسنے کی یہ تھی کہ وہ کہتے تھے، "اچھا! آپ پیغمبری کرتے کرتے اب بڑھئی گیری کرنے لگے۔ ★ ...... (تفسیر تبیان)

★ کوئی کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) نوحؑ خبطی ہیں۔ پانی کا نام ونشان نہیں اور کشتی بنا رہے ہیں۔ کوئی کہتا: کیا خوب نبوت کرتے کرتے نجاری کرنے لگے۔ ★ ...... (بیضاوی)

★ اصل میں جہاں حضرت نوحؑ کی قوم آباد تھی وہ کوئی نشیبی علاقہ نہ تھا۔ ایک بلند میدان تھا۔ اور وہاں سے سمندر یعنی خلیج فارس ایک سَو میل دور تھا۔ اسی لیے وہ حیران تھے کہ کشتی بنانے کا کیا فائدہ؟ ★ ... (ماجدی)

★ اخلاقیات کے ماہرین نے نتیجہ نکالا کہ انتقام کے موقع پر جواب بالمثل سے کام لینا مکارم الاخلاق کے منافی نہیں۔ ★ .... (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ (۳۹)

اور اب بہت جلد تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اُسے ذلیل کر کے چھوڑے گا، اور کس پر وہ سزا اور بلا ٹوٹتی ہے جو ٹالے نہ ٹلے گی۔

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (۴۰)

غرض جب ہمارا حکم (عذاب) آہی پہنچا اور تنور اُبل پڑا تو ہم نے کہا: "ہر قسم کے جانوروں کے دو دو جوڑے کشتی میں رکھ لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (کشتی میں سوار کر لو) سوا اُن کے جن کے بارے میں پہلے ہی بات ہو چکی ہے اور (اس میں سوار کر لو اُن کو بھی) جو ایمان لا چکے ہیں۔ اور تھوڑے ہی سے لوگ تھے جو نوحؑ پر ایمان لائے تھے۔

(آیت ۳۹) "عذابِ مقیم" یعنی: نہ ٹلنے والے عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ اور رُسوا کر دینے والے عذاب سے مراد دنیا میں ڈوبنے کا عذاب ہے۔ * .... (مدارک)

محققین نے نتیجہ نکالا ہے کہ دنیا کے ظاہر اور محسوس پہلو کے لحاظ سے عقلمندی اور بیوقوفی کا جو معیار قائم کیا جاتا ہے وہ اُس حقیقی معیار سے کس قدر مختلف ہوتا ہے جو علمِ حقیقت کے اعتبار سے قرار پاتا ہے ظاہر بیں آدمی جس چیز کو انتہائی عقلمندی سمجھتا ہے، وہ حقیقت شناس کی نگاہ میں انتہائی بیوقوفی ہوتی ہے۔ * .... (تفہیم القرآن)

"ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ" (غالب)

طوفانِ نوحؑ کی ابتداء

(آیت ۴۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کے ذریعے سے روایت فرمائی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: جس وقت حضرت نوحؑ کشتی بنا رہے تھے،

www.drhasanrizvi.com

اُن کی زوجہ نے آکر اطلاع دی کہ تنور میں سے پانی نکلنے لگا ہے۔ حضرت نوحؑ دوڑ کر تنور کی طرف گئے اور ایک طباق سے اُسے بند کر دیا۔ اور اُس پر اپنی مہر لگادی۔ اس پر پانی ٹھہر گیا۔ پھر جب کشتی بنا چکے، تب تنور کے پاس تشریف لائے اور اپنی مہر توڑ دی اور طباق اُٹھا لیا۔ پھر کیا تھا، پانی جوش مار مار کر نکلنے لگا۔ پھر تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ خدا نے فرمایا: "ہم نے اُن پر آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے لیے کھول دیئے اور تمام زمین کو پھاڑ پھاڑ کر چشمے بہا دیئے۔ پھر آسمان اور زمین کا پانی اُس حد کو پہنچا جو اُس کے لیے مقرر کی گئی تھی"
اِس طرح سب بدمعاش غرق ہوئے۔

حضرت نوحؑ نے جو کشتی بنائی تھی وہ مسجدِ کوفہ کے وسط کی زمین پر بنائی تھی۔

*...... (تفسیر صافی صفحہ ۲۳۲ بحوالہ تفسیر عیاشی و کافی بروایت حضرت علیؑ)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "حضرت نوحؑ کی قوم کے صرف آٹھ آدمی اُن پر ایمان لائے تھے"۔

*.... (تفسیر صافی صفحہ ۲۳۲ بحوالہ تفسیر مجمع البیان اور معانی الاخبار)

ایک غلطی کا ازالہ

محققین نے نتیجہ نکالا کہ اِس آیت سے مورخین اور علماءِ انساب کے اس نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ تمام انسانی نسلوں کا شجرہ حضرت نوحؑ کے تین بیٹوں سے چلا ہے۔ یہ نظریہ اسرائیلیات کی اُن روایتوں سے چلا ہے کہ طوفانِ نوحؑ میں حضرت نوحؑ کے تینوں بیٹوں اور اُن کی بیویوں کے سوا کوئی نہ بچا تھا۔

*... (بائیبل کتاب پیدائش ۶ : ۱۸، ۷:۷، ۹:۱۹)

لیکن قرآن نے بار بار یہ بتایا ہے کہ حضرت نوحؑ اور اُن کی اولاد کے علاوہ اُن کی قوم کے کچھ لوگ بھی طوفانِ نوحؑ میں غرق ہونے سے بچ گئے تھے۔ اسی لیے قرآن بعد کی نسلوں کو صرف حضرت نوحؑ کی اولاد نہیں کہتا، بلکہ اُن سب لوگوں کی اولاد قرار دیتا ہے جو حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ فرمایا: "ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ" (بنی اسرائیل آیت ۳) یعنی: بعد کے تمام لوگ اُن لوگوں

www.drhasanrizvi.com

کی اولاد ہیں جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں بٹھایا تھا۔

نیز فرمایا: "مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ" (سورۃ المریم آیت ۵۸)

یعنی: ذریتِ آدمؑ میں سے، اور اُن میں سے جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) اٹھایا۔

* . . . . (تفہیم القرآن)

خدا کا فرمانا کہ: "سوا اُن کے جن کی بات پہلے سے طے ہو چکی ہے"

اس کے متعلق شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ:

"پہلے سے جن لوگوں کے بارے میں طے ہو چکا تھا کہ وہ عذاب سے نہیں بچیں گے وہ نوحؑ کا ایک بیٹا کنعان تھا اور اُس کی ماں تھی۔ سو وہ ڈوبے۔" *

* . . . . . (موضح القرآن)

تنورِ نوحؑ

"تنور" کے بارے میں روایات بتلاتی ہیں کہ پانی ایک ایسے تنور سے اُبلا جس میں روٹیاں پکتی تھیں۔"

* شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ: "تنور تھا حضرت نوحؑ کے گھر میں"

* . . . . . (موضح القرآن)

* لیکن تفسیر جلالین میں ہے کہ:

"ایک نان بائی کے تنور سے پانی اُبلنے لگا تھا۔" * . . . . . (تفسیر جلالین)

* مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے "تنور سے مراد" اللہ کا غضب" لیا ہے۔ لکھا۔

"یعنی: تنور غضبِ الٰہی" * . . . . . (فتح الرحمان)

اس پر اعتراض یہ ہے کہ اگر "تنور" کو غضبِ الٰہی کے استعارہ کے طور پر استعمال ہی فرمایا ہے تو پھر تنور کو مشتعل ہونا چاہیئے تھا۔ اُس میں سے آگ نکلنی چاہیئے تھی نہ کہ پانی؟ اِس لئے تنور کو غضبِ الٰہی کا استعارہ سمجھنا بہت بعید استعارہ ہوگا (جو غیر فصیح ہے) * . . . . (فصل الخطاب)

کشتیٔ نوحؑ کے بننے کی جگہ؟

حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ: "حضرت نوحؑ کی کشتی کے بننے

www.drhasanrizvi.com

کی جگہ مسجدِ کوفہ کا وسط ہے اور حضرت نوحؑ پر کُل آٹھ آدمی ایمان لائے تھے۔
★..... (کافی، تفسیرِ قمی، تفسیرِ عیاشی، تفسیرِ صافی)

★ معلوم ہوا کہ (۱) "نبیؑ" یا "ولی" پر بہت کم لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اور (۲) کم لوگوں کے ایمان لانے سے "نبیؑ" یا "ولیؑ" کی تحقیر نہیں ہوتی، کیونکہ عقل والے کم ہی ہوتے ہیں۔ قرآن میں خدا نے ارشاد فرمایا کہ:
"قَلِيْلًا مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" "میرے بہت کم بندے شکر ادا کرتے ہیں"
(مؤلف)

★ اور خدا کا فرمانا کہ: "تنور سے پانی اُبلنا شروع ہوا" تو تنور سے مراد زمین یا بلند سطحِ زمین بھی ہو سکتے ہیں۔ یا "تنور" اُس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں سے چشمے اُبلتے ہیں۔
★.... (ابنِ جریر۔ بقول ابنِ عباس والضحاک و عکرمہ، بحر)

★ اہلِ لغت نے لکھا کہ: "تنور" کا لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔
★.... (نسائی، برہانِ قاطع، تاج العروس)

★ اور ممکن ہے کہ "تنور" سے مراد وہی معنی ہوں جو اُردو میں مستعمل ہیں۔
★..... (بحر۔ روح)

★ تورات میں ہے کہ "حضرت نوحؑ کے طوفان آنے پر" سب جاندار جو زمین پر چلتے تھے، چرندے پرندے اور جنگلی جانور، کیڑے مکوڑے جو زمین پر رینگتے تھے اور سب انسان مر گئے۔ سب جن کے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا، اُن میں سے جو خشکی پر رہتے تھے، مر گئے۔ بلکہ سب موجودات جو روئے زمین پر جان رکھتی تھیں مٹ گئیں۔ انسان سے لیکر حیوان تک، اور کیڑوں مکوڑوں اور آسمان کے پرندوں تک وہ سب زمین سے مٹ گئیں۔"
★۔ (کتاب پیدائش ۷: ۲۱-۲۳)

★ غرض صرف اور صرف وہی بچے جو نوحؑ کی کشتی میں سوار ہو گئے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا:
"میرے اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیِ نوحؑ کی سی ہے، جو اس میں سوار ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو اس کشتی سے دور رہے گا وہ غرق ہوگا اور برباد ہوگا۔" (الحدیث)
★..... (صواعقِ محرقہ، ابن حجر مکی)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ (۴۱) اور (پھر نوح نے) کہا: "سوار ہو جاؤ اس
مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ (کشتی) میں (کیونکہ) اللہ کے نام سے اور سہارے
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۴۱ ہی سے اس کا چلنا بھی ہے، اور اس کا رُکنا
بھی۔ یہ حقیقت ہے کہ میرا پالنے والا مالک غلطیوں کو بہت معاف کرنے والا اور بے حد رحم
کرنے والا ہے۔

مومن کی شان بان

اِس آیت میں مومن کی اصل شان بان دکھائی ہے کہ وہ عالمِ اسباب میں تمام تدابیر اہلِ دنیا کی طرح اختیار ضرور کرتا ہے مگر اُس کا بھروسہ اُن تدبیروں اور اسباب پر نہیں ہوتا، بلکہ اُس کا بھروسہ اللہ پر ہی ہوتا ہے۔ یہ اِس لیے کہ مومن خوب اچھی طرح سے یہ بات سمجھتا ہے کہ اُس کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی جب تک اللہ کا فضل و کرم، اُس کا رحم و کرم شاملِ حال نہ ہو جائے۔

* . . . . (تفہیم القرآن)

کافر ہے تو تلوار پہ کرتا ہے بھروسہ ∴ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ ∴ ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

(اقبالؒ)

آیت کا مفہوم

حضرت نوحؑ نے فرمایا: "سوار ہو جاؤ اِس کشتی میں برکت حاصل کرتے ہوئے اللہ کے نام سے بوقت روانگی اور بوقتِ قیام۔"

* (تفسیر انوار النجف)

"بسم اللہ" سے مراد یہاں بِاَمرِ اللہ یا بِاِذنِ اللہ ہے۔ یعنی کشتی کا چلنا یا ٹھہرنا سب اللہ کی قدرت اجازت اور حکم سے ہے۔ * . . . . . (تفسیر کبیر، روح المعانی)

* روایت میں ہے کہ حضرت نوحؑ جب کشتی کو چلانا چاہتے تھے تو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا (یعنی اللہ کے نام کی مدد مانگتا ہوں بوقت روانگی) پڑھتے تو کشتی چلنے لگتی تھی اور جب کشتی کو روکنا چاہتے تھے تو پڑھتے تھے کہ: بِسْمِ اللّٰهِ مُرْسٰهَا۔ یعنی اللہ کے نام کی مدد مانگتا ہوں ٹھہرنے کے وقت) یہ پڑھتے ہی کشتی رُک جاتی تھی۔

* . . . . (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ (۴۲) كَالْجِبَالِ ۖ وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ○ ۴۲

پھر وہ کشتی اُن لوگوں کے لیے چل رہی تھی اور ایک ایک موج پہاڑوں جیسی اُٹھ رہی تھی (ایسے میں) نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا جبکہ وہ الگ ایک طرف (کھڑا ہوا) تھا کہ "اے میرے بیٹے! سوار ہوئے ہمارے ساتھ، اور حق کے منکروں کے ساتھ نہ ہو رہ۔"

حضرت نوحؑ کے بیٹے پر تحقیق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کنعان، حضرت نوحؑ کا بیٹا نہ تھا، بلکہ اُن کی زوجہ کا بیٹا تھا جو نکاح کے وقت اُن کے ساتھ آیا تھا" اور بنی طے کی لغت کے بموجب زوجہ کا بیٹا جو اُس کے ساتھ آئے، اُس کو بھی بیٹا ہی کہتے ہیں۔ (ابنهٗ بفتح الہا)

حضرت علی علیہ السلام اِس لفظ کو اسی طرح بفتح الہا قرأت فرماتے تھے۔

(تفسیر صافی ص۲۳۵، تفسیر قمی، تفسیر عیاشی، تفسیر مجمع البیان، تفسیر بیضاوی، تفسیر زمخشری، انوار التنزیل، اسرار التاویل ص۳۳۶ جلد۳ طبع مصر، تفسیر کبیر، امام رازی)

محمود بن عمر زمخشری (صاحبِ تفسیر زمخشری) نے مزید لکھا کہ "کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا اِسی طرح پروردہ بیٹا تھا جس طرح جناب رسولِ خداؐ نے عمر بن ابی سلمہ کی پرورش فرمائی تھی جبکہ وہ اُن کے اصلی بیٹے نہ تھے۔"

امام رازی نے لکھا کہ "حضرت نوحؑ کی بیوی کا بیٹا دوسرے بھائیوں میں رہنے سہنے کی وجہ سے بیٹا کہا گیا ہے جس طرح فرشتوں کے ساتھ رہنے پر ابلیس کو فرشتوں میں شمار کیا گیا تھا۔

٭..... (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

حضرت نوحؑ کے طوفان کی شدّت

* خدا کا فرمانا کہ: "پہاڑ جیسی موجوں میں" اِس سے اصل مقصود طوفان کی شدّت کا اظہار ہے کہ وہ طوفان کتنا زبردست اور خوفناک تھا۔

*..... (تفسیر کبیر امام رازی)

* اور واقعتاً طوفان کی موجیں پہاڑوں پر چڑھ چڑھ گئی تھیں۔

* توراۃ میں ہے کہ:

" اور سات دن کے بعد ایسا ہوا کہ طوفان کا پانی زمین پر آیا۔ جب نوحؑ کی عمر چھ سو برس کی تھی۔ . . . . بڑے سمندر کے سب سوتے پھوٹ گئے۔ اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں، اور چالیس دن اور چالیس رات زمین پر پانی کی جھڑی لگی رہی۔"

*.... (پیدائش ۷ : ۱۱ - ۱۲)

* نوحؑ کے اِس بیٹے کا نام کنعان تھا جس نے حضرت نوحؑ سے جسمانی اور روحانی علیحدگی اختیار کی تھی۔

*....... (روح المعانی - بیضاوی)

* اور حضرت نوحؑ کا اُس کو "یٰبُنَیَّ"! (اے میرے بیٹے) کہنا محبّت اور شفقت کی وجہ سے تھا۔" اسم تصغیر شفقت اور محبّت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

*..... (روح المعانی - تھانوی)

* حضرت نوحؑ نے اُس کو یا تو اِس لیے بُلایا کہ اُن کو اُس کے کافر ہونے کا علم نہ تھا، یا پھر اِس لیے بُلایا کہ اب بھی ایمان لا کر ہمارے ساتھ آجا۔

*..... (بحر)

* تفسیر جواہر طنطاوی میں ہے کہ وہ منافق تھا اور اُس کے ظاہری ایمان کی وجہ سے نوحؑ نے اُس کے لیے دعا کی تھی۔ *..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ۝۴۳

(۴۳) اُس نے (پلٹ کر) جواب دیا: میں تو بہت جلد پناہ لے لوں گا ایک ایسے پہاڑ کی طرف (چڑھ کر) جو مجھے پانی سے بچالے گا۔" نوحؑ نے کہا: "آج کوئی چیز بھی اللہ کے حکم (عذاب) سے بچانے والی نہیں ہے، سوا اُس کے جس پر خدا رحم فرمائے۔" پھر اُن دونوں (باپ بیٹے) کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی۔ اور پھر وہ ڈبوئے جانے والوں میں سے ہوگیا۔

توکّل کے معنی

مرشد تھانوی نے لکھا کہ: "مباح یا جائز اسباب سے فائدہ اُٹھانا توکّل کے منافی نہیں۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں آجانا بھی اسباب سے فائدہ اُٹھانا تھا۔ لیکن غیر مباح یا ناجائز اسباب سے فائدہ اُٹھانا یا اُن کی طرف دوڑنا توکّل کے منافی ہے۔ جیسے پسرِ نوحؑ کنعان کا حضرت نوح علیہ السلام کے اس حکم کے مقابلے پر، کہ کشتی پر آجا، پہاڑ کو وسیلۂ نجات سمجھنا توکّل کے منافی ہے۔

* ---- (تھانوی)

* خدا کا فرمانا کہ: "آج کوئی چیز بھی" امراللہ "اللہ کے حکم (عذاب) سے بچانے والی نہیں" تو "امراللہ" سے یہاں مراد خدا کا حکمِ عذاب ہے۔

*..... (معالم۔ تفسیر کبیر)

* حضرت نوح علیہ السلام کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ: "اے احمق! یہ طوفان اور سیلاب معمول قسم کا طبعی نہیں ہے۔ یہ تو قہرِ الٰہی ہے۔ اِس سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا، ہاں اللہ جس کو بچانا چاہے بچالے گا۔

* ..... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ ۴۴

(۴۴) پھر (خدا کی طرف سے) کہا گیا: "اے زمین! اپنا سارا پانی نگل جا" اور اے آسمان تُو تھم جا"۔ چناں چہ پانی زمین میں بیٹھ گیا اور اس طرح (اُن کا) فیصلہ چکا دیا گیا۔ (غرض) جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ پھر وہ کشتی (کوہِ) 'جودی' پر ٹھہر گئی اور کہدیا گیا کہ "لعنت ہو ظالم لوگوں پر (یا) خدا کی رحمت سے دور ہوئی ظالم قوم!

کوہِ جودی یا کوہِ ارارات

قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے رُکنے (ٹھہرنے) کا مقام کوہِ جودی بتلایا گیا ہے لیکن انجیل کی کتاب "پیدائش" میں اس کا نام "ارارات" لکھا ہے۔ (کتاب پیدائش باب ۸ آیت ۴)

* اصل بات یہ ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جود کے معنی بھی عربی میں رحمت اور احسان کے ہیں۔ اور یہی معنی "ارارات" کے بھی ہیں۔ "ارارات" پناہ کی جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کے اصل معنی یہ ہیں کہ "میں اپنی پناہ کی جگہ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں"۔

* ..... (القرآن المبین از مولانا سید امداد حسین کاظمی)

* یہ پہاڑ جس کا ذکر کیا گیا ہے کُردستان کے علاقہ میں جزیرۂ ابنِ عمر کے شمالی مشرقی جانب واقع ہے بائیبل میں کشتی کے ٹھہرنے کی جگہ "ارارات" بتائی گئی ہے جو ارمینا کے ایک پہاڑ کا نام ہے پرانی تاریخوں میں بھی کشتی کے ٹھہرنے کی جگہ کا نام "جودی" بتایا گیا ہے۔

* ..... (بیراسس - Berasus)

* ارسطو کے شاگرد Abydenus نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ عراق

www.drhasanrizvi.com

کے بہت سے لوگوں کے پاس اُس کشتی کے ٹکڑے محفوظ ہیں جنھیں وہ پانی میں گھول گھول کر بیماروں کو پلاتے ہیں
*...... (Abydenus)

کیا طوفان عالمگیر تھا ؟

رہا سوال یہ کہ طوفان عالمگیر تھا یا صرف عراق میں آیا تھا ؟

★ اِس کا فیصلہ آج تک نہیں ہو سکا۔ بائیبل کے اعتبار سے یہ طوفان عالمگیر تھا جو ساری زمین پر آیا تھا۔
*...... (کتابِ پیدائش ۷ : ۱۸ - ۲۴)

★ مگر قرآن نے یہ بات کھل کر کہیں نہیں فرمائی۔ مگر قرآن سے اِس نظریے کی تائید اِس طرح ہوتی ہے کہ:
قرآن نے یہ بتایا کہ حضرتِ نوحؑ کے بعد انسانی نسلیں اُنہی لوگوں سے چلیں جو اُس طوفان سے بچ گئے تھے۔
مگر اِس سے پوری طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ طوفان پوری زمین پر آیا تھا۔ ممکن ہے اُس وقت ساری نسلِ انسانی اِسی علاقے میں رہتی ہو جہاں طوفان آیا تھا۔

دجلہ و فرات کی سرزمین میں آج بھی ایک زبردست طوفان کا ثبوت آثارِ قدیمہ اور علمِ طبقات الارض (geology) سے ملتا ہے۔ مگر تمام زمین پر ایسے کوئی نشانات نہیں ملتے۔

البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس خطّے سے نسلِ انسانی چلی اور پھیلی۔ اِس لیے کہ دنیا کی تمام قوموں کی روایات میں ایک طوفانِ عظیم کا ذکر ملتا ہے۔ حتّٰی کہ آسٹریلیا، امریکہ، نیوگنی جیسے دور افتادہ ملکوں کی قدیم روایات میں بھی طوفانِ عظیم کا ذکر ملتا ہے۔ *...... (تفہیم القرآن)

غرض قرآن کی اِس آیت کا اندازِ بیان اِس قدر فصاحت و بلاغت کی انتہا پر ہے کہ اِس کو پڑھ کر منکرینِ حق اور منکرینِ قرآن کے ہاتھوں سے قلم گر گر جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اُردو زبان میں اِس کا ترجمہ ان تمام خوبیوں کو نہیں بتا سکتا جو اِس آیت کے الفاظ میں موجود ہیں، اور جن کا اندازہ اہلِ زبان ہی کر سکتے ہیں۔ *.... (فصل الخطاب)

★ اِس آیت کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کی داد منکرین نے بھی دی ہے۔ ابنِ مقنع نامی ایک ملحد نے جس نے قرآن کا جواب بھی لکھنے کی کوشش کی تھی، وہ جب اِس آیت پر پہنچا تو اُس نے اپنا قلم پھینک دیا اور عاجز ہو کر بولا: اس کلام کا جواب دینا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ *...... (ذکر) ★ مشہور مستشرق لین نے بھی اس آیت کی فصاحت و بلاغت کی بہت تعریف کی ہے۔ *.... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ (۴۵) پھر پکارا نوحؑ نے اپنے پالنے والے مالک کو
اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ یہ کہتے ہوئے کہ "اے میرے پالنے والے مالک!
الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ۝ میرا بیٹا میرے اہل (بیت) میں سے ہے اور
یقیناً تیرا وعدہ سچّا ہے۔ اور تو ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۴۵)

حضرت نوحؑ کی دُعا قبول نہ ہونے کا مطلب

حضرت نوحؑ کی دُعا کا مقصد یہ تھا کہ: اے خدا! تو نے وعدہ کیا تھا کہ میرے گھر والوں کو اِس تباہی سے بچالے گا۔ میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں ہی میں سے ہے، لہٰذا اس کو بچالے۔ مگر تو جو فیصلہ کرے گا وہ آخری ہوگا۔ اُس کی کہیں کوئی اپیل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ تو عادلِ مطلق اور قادرِ مطلق ہے۔ تیرا فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا۔" مگر خدا نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول نہ فرمائی۔ اِس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مریض کے جسم کو کاٹ کر الگ کردینے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر مریض یہ کہے کہ یہ تو میرا حصّہ ہے جسے آپ کاٹ رہے ہیں تو ڈاکٹر کہے گا۔ اب یہ تمھارے جسم کا حصّہ نہیں رہا۔ کیونکہ یہ حصّہ سڑ چکا ہے۔ ڈاکٹر کا ہرگز مطلب یہ نہ ہوگا کہ اُس سڑے ہوئے حصّے کا تم سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ ڈاکٹر کا مطلب یہ ہوگا کہ تمھیں جو اعضاء درکار ہیں وہ تندرست اور کارآمد اعضاء درکار ہیں۔ سڑے ہوئے حصّے کسی کام کے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ حصّے اگر نہ کاٹے گئے تو یہ باقی سارے جسم کو بھی برباد کردیں گے۔ اِسی طرح خدا کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ: اے نوحؑ! یہ سرکش بیٹا جو تمھاری بات نہیں مان رہا ہے اور تمھاری کشتی میں آنے کو تیار نہیں ہے اب تمھارے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ یہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے۔ یعنی اخلاق و عمل کے لحاظ سے یہ بگڑ چکا ہے، سڑ چکا ہے۔ وہ تمھارے نسبی خاندان کا ایک رُکن ہو تو ہو مگر تمھارے اخلاقی اور حقیقی خاندان سے اس کا تم سے کوئی تعلّق یا کوئی رشتہ نہیں۔ اور آج جو فیصلہ کیا

www.drhasanrizvi.com

جارہا ہے وہ نسلی یا قومی لحاظ سے نہیں کیا جارہا کہ ایک خاص نسل والے بچائے جائیں گے باقی نہیں بچائے جائیں گے بلکہ فیصلہ ایمان و اطاعت کی بنیاد پر کیا جارہا ہے۔ جو ایمان لاکر تمھاری کشتی میں سوار ہوں گے بس صرف وہی نجات پائیں گے۔

* ..... (تفہیم القرآن)

محققین نے اس آیت سے بہت سے نتائج نکالے :

(۱) خدا کے ہاں نسب کی بنیاد پر فیصلے نہیں ہوتے۔ نجات کا دار و مدار خدا اور رسولؐ کی اطاعت پر ہوتا ہے

(۲) اگر نبیؐ کا بیٹا بھی خدا و رسولؐ کی اطاعت نہ کرے گا تو جہنم واصل ہوگا۔ اسی طرح نبیؐ سے ہر قسم کا تعلق بغیر اطاعت کے کارآمد نہیں ہوگا۔

(۳) جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا : "میرے اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیٔ نوحؑ کی سی ہے، جو اس پر سوار ہوا اُسے نجات حاصل ہوگی، اور جس نے اُن سے جدائی اختیار کی وہ برباد ہوا"۔ (مَثَلُ اَھْلِبَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ وَھَوٰی)

* ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

اِس سے معلوم ہوا کہ اُمتِ محمدیؐ کی نجات کا دار و مدار اہلِ بیتِ رسولؐ سے تمسک اختیار کرنے پر ہے اِس کے بغیر نجات کا کوئی امکان نہیں ہے اِس لیے کہ رسولؐ نے اہلِ بیتؑ کو صرف کشتی سے تشبیہ نہیں دی، بلکہ کشتیٔ نوحؑ سے تشبیہ دی ہے۔ اور نوحؑ کی کشتی کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ اُس کے بغیر نجات کا کوئی امکان نہ تھا۔ ساری نجات کا دار و مدار اُسی کشتی پر سوار ہونا تھا۔ اسی لیے اہلِ بیتِ رسولؐ کا کوئی بدل نہیں کسی بھی اور طریقے سے نجات ملنا ممکن نہیں سوا اس کے کہ ہم اہلِ بیتِ رسولؐ کی محبت اور اطاعت اختیار کریں جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا : "جو یہ چاہتا ہے کہ میری جیسی زندگی گذارے اور میری جیسی موت پائے اُس کو چاہیے کہ علی ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت (محبت و اطاعت) کو اختیار کرے"۔ نیز فرمایا : "میں تم میں دو قیمتی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت و اہلِ بیتؑ جب تک تم اِن دونوں سے تعلق رکھو گے کبھی ہرگز گمراہ نہ ہوگے"۔

* ..... (صحیح مسلم شریف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ ۴۶

(۴۶) (خدا نے) کہا: "اے نوحؑ! وہ تمھارے اہل (بیت) میں سے نہیں ہے۔ وہ تو ایک بگڑا ہوا کام (یا) وہ تو بُرے اعمال کا مجسمہ ہے۔ لہٰذا تم مجھ سے اِس بات کی درخواست ہی نہ کرو جس کی حقیقت تم نہیں جانتے۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہو"

نافرمانی؟ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: "کنعان حضرت نوحؑ کا ایک طرح کا بیٹا ہی تھا لیکن جب اُس نے خدا کی نافرمانی کی تو اللہ نے اُس کو حضرت نوحؑ سے الگ دیا۔ اسی طرح جو شخص ہمارے کُنبے میں ہو اور اللہ کی اطاعت نہ کرے، وہ ہم سے الگ ہو جائے گا۔"

* ..... (تفسیر صافی ص۲۳۷ بحوالہ عیون الاخبار الرضاؑ)

اطاعت؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "لَا تُنَالُ وِلَايَتُنَا اِلَّا بِالطَّاعَةِ"

یعنی: "ہماری ولایت، دوستی اور سرپرستی کو سوا خدا کی اطاعت کے کسی اور طرح حاصل نہیں کیا جاسکتا۔"

* .... (الکافی)

حضرت نوحؑ کی کمالِ اطاعت

" لیکن آیت سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ (معاذ اللہ) حضرت نوحؑ میں ایمان کی کچھ کمی تھی، یا، اُن کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ انبیاؑ بھی بہرحال انسان ہوتے ہیں۔ اور کوئی انسان اس بات پر قادر نہیں ہوسکتا کہ بیٹے کو اپنے ڈوبتا دیکھ کر خاموش رہ سکے لیکن جوں ہی حضرت نوحؑ کو یہ اندازہ ہوا کہ اُن کا قدم معیارِ نبوّت سے نیچے جارہا ہے، تو اُنھوں نے فوراً توبہ کی اور اپنی اصلاح کرنے میں ایک لمحہ تامّل نہ کیا۔ بیٹے کو آنکھوں کے سامنے ڈوبتا دیکھا مگر خدا کے ٹوکتے ہی اپنے زخمِ جگر سے بے پرواہ ہوکر خدا کی اطاعت کی طرف پلٹ آئے۔ خدا کے حکم پر فوراً راضی بہ رضا ہوگئے۔"

* ...... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

حضرت نوحؑ کی دُعاء کا مقصد

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا کی ہدایت کے لیے یہ سوال کیا ہو تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ نبیؑ کی شفاعت بھی خدا کی نافرمانی اور بغاوت کرنے والے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ اس کو حضرت نوحؑ کا ترکِ اَوْلیٰ کہا جا سکتا ہے۔ اِس لیے کہ نبیؑ کے علاوہ اگر کوئی اپنے بیٹے کے بچانے کی دُعاء کرتا تو وہ کسی طرح بھی لائقِ مذمت نہ ہوتا۔ البتہ ایسی دُعاء نبیؑ کے مرتبے کے لیے شایانِ شان نہ تھی۔ اِسی کو ترکِ اَوْلیٰ کہتے ہیں

خدا کے فرمانے کا مقصد

★ ..... (مؤلف)

خدا کا حضرت نوحؑ کو یہ جواب دینا اور اُن کے بیٹے کے بارے میں اُن کی سفارش قبول نہ کرنا بتاتا ہے کہ خداوندِ عالم کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ اے نوحؑ! ہمارا نجات کا وعدہ تو تمھارے گھر والوں کے لیے تھا مگر وہ وعدہ اِس شرط کے ساتھ مقیّد تھا کہ "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" یعنی سوا اُن کے جن پر حکمِ عذاب نافذ ہو چکا ہے۔" سو تمھارا یہ سرکش بیٹا بھی اِسی استثناء کے تحت آجاتا ہے۔ اِس لیے ایسے منکرِ حق کے بارے میں دُعاء نہیں کرنی چاہیئے تھی۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ "جب مشتبہ حال لوگوں کے لیے دُعاء کرنے کی ممانعت آگئی تو جن لوگوں کا فاسد عقیدہ ظاہر ہو چکا ہو اُن کے لیے دُعاء کرنے میں زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔

★ ..... (تفسیر روح المعانی)

★ مرشد تھانوی نے لکھا کہ: یہ ایسے پیروں کی مذمت ہے جو ہر فاسق و فاجر سے نذرانے لے کر اُن کے لیے دُعائیں کر دیتے ہیں اور حلال و حرام کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔

★ ----- (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (۴۷)

نوحؑ نے فوراً عرض کی: "اے میرے پالنے والے مالک! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کی حقیقت مجھے معلوم نہ ہو۔ اب اگر تو مجھے معاف نہ کریگا اور مجھ پر رحم نہ کریگا، تو میں بڑا نقصان اٹھا کر تباہ و برباد ہونے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

خدا سے حضرت نوحؑ کی معافی و معذرت

اس آیت کے بارے میں صاحبِ تفسیر انوار النجف تحریر فرماتے ہیں کہ:

★ باقی رہا یہ کہ بعد میں دھمکی کیوں دی اور حضرت نوح علیہ السلام نے معافی کیوں مانگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: کسی بُرے فعل سے روکنے کا مؤثر طریقہ یہ ہے کہ کسی بڑے کی طرف کلام کا رُخ کر دیا جاتا ہے اور چھوٹوں کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ حقیقۃً مقصود بڑے نہیں ہوا کرتے، بلکہ چھوٹے ہی مقصود ہوا کرتے ہیں۔ جس طرح نبی علیہ السلام کی طرف خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال باطل ہو جائیں گے۔ یہ خطاب اگرچہ نبیؑ کو ہے لیکن مراد اس سے مشرکینِ مکہ ہیں اور خطاب زیادہ سے زیادہ مؤثر کرنے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ پس اس مقام پر حضرت نوح علیہ السلام کی معذرت و معافی اسی مقصد کو اور زیادہ واضح اور مضبوط کرنے کا ایک محکم دستور ہے اور عَمَلٌ کا مضاف محذوف ہے اور یہ اس کے قائم مقام ہے۔

★..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (۴۸) حکم دیا گیا: "اے نوح! اُترو ہماری طرف

وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ سے سلامتی کے ساتھ۔ اور تم پر تو ہماری طرف

مِّمَّنْ مَّعَكَ ۗ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ سے برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ تم پر بھی' اور

ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ان گروہوں پر بھی جو تمہارے ساتھ ہیں'

اور تمہارے ساتھ والوں سے پیدا ہونے والی نسلوں پر بھی۔ اور کچھ جماعتیں ایسی بھی ہوں گی جنھیں ہم (دُنیا میں) فائدہ اُٹھانے کا موقع تو دے دیں گے مگر پھر اُن پر (کشتی نجات سے دور رہنے کے سبب) ہماری طرف سے بڑی سخت "تکلیف دینے والی سزا دی جائے گی۔

برکت کے معنی

برکات، برکت کی جمع ہے۔ اس کے معنی خدا کی طرف سے خوبی اور بھلائی ملنے کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی طرف سے خیر و خوبی غیر محسوس اور بے شمار طریقوں سے ملتی ہے۔ اس لیے اس کو "برکت" کہتے ہیں۔ اصل میں "بَرْكٌ" اونٹ کے سینے کو کہتے ہیں۔ اونٹ کیونکہ سینہ ٹیک کر بیٹھتا ہے، اس لیے "برکت" کے معنی ٹکنا، ٹھہرنا اور جمے رہنا ہوتا ہے۔ اسی لیے حوض وغیرہ جہاں بھی پانی رُک جاتا ہے، اُس کو بھی عربی میں "برکۃ" کہتے ہیں۔ غرض خدا کی طرف سے خیر و خوبی کے جمع رہنے کو "برکت" کہتے ہیں۔

★ ..... (لغات القرآن نعانی جلد ۲ صـ۲۹)

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ: اس آیت نے حضرت نوحؑ کو تسلی دی کہ اب اس کے بعد ساری نوعِ انسانی قیامت سے پہلے ہلاک نہیں کی جائے گی۔ ہاں کچھ لوگ ضرور ہلاک ہوں گے۔ ★ ..... (موضح القرآن)

★ لیکن بعض اوقات گمراہ فرقے بھی دنیا میں خوب پھلتے پھولتے ہیں' اس لیے شاہ عبدالقادر صاحب کا

www.drhasanrizvi.com

آخری فقرہ خلافِ واقعہ ہے۔

* ...... (فصل الخطاب)

* مروی ہے کہ خدا نے پہاڑوں کو خوشخبری سُنائی کہ تم پر حضرت نوحؑ کی کشتی آکر رُکے گی یہ سُنکر تمام پہاڑ اونچے ہونے لگے تاکہ ہم پر کشتی آکر رُکے ہم اونچے ہیں لیکن جودی پہاڑ عجز و انکساری سے جھک گیا خدا نے اُس کی عاجزی و انکساری کو دیکھ کر کشتی کو اُس پر اُترنے کا حکم دیا۔

* ...... (روح البیان)

* خدا کا حضرت نوح علیہ السلام سے فرمانا کہ:

"تم پر تو ہماری طرف سے برکتیں ہی برکتیں ہیں، تم پر بھی اور اُن گروہوں پر بھی جو تمہارے ساتھ ہیں۔" اس معیت یا ساتھ ہونے میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو جسمانی طور پر حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے اور اُن تمام مومنین کو بھی شامل کیا گیا ہے جو ایمان کی معیت حضرت نوحؑ کے ساتھ آج بھی رکھتے ہیں۔ گویا اس طرح قیامت تک ہر دور کے مومنین کرام کو خدا کی طرف سے ہر قسم کی سلامتی اور برکات کی خوش خبری دی جا رہی ہے۔"

* ...... (تفسیر کبیر۔ بحر)

مومن کی شان

امام رازی نے لکھا کہ: مومنین کی شان ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ نعمت کا مشاہدہ اسی حیثیت سے کرتے ہیں کہ وہ نعمت خدا کی طرف سے ہے۔

* .... (تفسیر کبیر)

* طوفان کے ختم ہونے اور پانی کے خشک ہونے کے بعد حکم ہوا کہ اب برکت اور سلامتی سے اُتر جاؤ اور ممکن ہے کہ حالاتِ حاضرہ کے اعتبار سے زبانِ حال کی ترجمانی کی ہو کہ وہ طوفان کے بعد امن و سلامتی سے اُتر گئے۔

اُمَمٌ: یعنی اُن نجات پانے والوں کی نسل سے ہونے والی اُمتوں کو ہم ایک وقت تک دنیاوی منافع سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیں گے اور وہ جب سرکشی اور نافرمانی کو اپنا شیوہ بنائیں گے تو اُن کو بھی دردناک عذاب میں گرفتار کر لیا جائے گا، اور اسی طرح زمانہ گذرتا رہے گا۔

* ...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ (۴۹) یہ بات غیب کی چھپی ہوئی خبروں میں
نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ سے ہے جسے ہم آپؐ پر وحی کے ذریعے بھیج
تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ رہے ہیں۔ اِس سے پہلے نہ تو آپؐ اُس کو
مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ جانتے تھے اور نہ آپؐ کی قوم والے۔ تو
اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ۴۹ برداشت سے کام لیجیے۔ (کیوں کہ) یہ
حقیقت ہے کہ بہترین انجام متقین (یعنی) فرائضِ الٰہیہ کے ادا کرنے والے اور
خدا اور رسولؐ کی نافرمانی سے بچنے والوں ہی کا ہوگا۔

آیت کا پیغام

یہ ہے کہ: اے رسولؐ! جس طرح آخرِ کار حضرت نوحؑ کا بول بالا ہوا، خدا کے اِسی قانون کے مطابق آخری کامیابی حق پرستوں کے لیے مقدر ہے۔ لہٰذا اس وقت جو مصائب اور شدائد سے تم گذر رہے ہو، مخالفتوں کا جو طوفان تمہارے خلاف اُمڈ رہا ہے، اُس پر بد دل نہ ہو۔ صبر و سکون کے ساتھ اپنا کام کیے جاؤ۔ (آخری کامیابی تمہارا ہی مقدر ہے)۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ مطلب یہ ہے کہ "اے رسولؐ! جس طرح حضرت نوحؑ کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں مگر اُنھوں نے صبر سے کام لیا اور آخرِ کار اُنہی کو کامیابی ہوئی، اِسی طرح آپؐ بھی صبر سے کام لیجیے آخرِ کار آپؐ کو بھی کامیابی ہوگی"۔ ★ ..... (تفسیر جلالین و تفسیر تبیان، روح المعانی)

★ محققین نے نتیجے نکالے (۱) حضرت نوحؑ کا صبر و ضبط خدا کی نگاہ میں مثالی تھا۔ اب یہ تصور کرنا کہ (معاذ اللہ) وہ خدا کی مرضی کے خلاف بار بار اپنی قوم کے لیے بد دُعا پر بد دُعا کیے ہی چلے جاتے تھے، بالکل غلط ہے۔
★ ..... (فصل الخطاب)

نتیجہ (۲) امام رازی نے نتیجہ نکالا کہ مومن کی آخری کامیابی اُس کے صبر کا نتیجہ ہوتی ہے۔
★ ..... (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے

تمام انبیاءؑ کے قرآنی واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انبیاءؑ کے لیے علمِ غیب ضروری نہیں۔ اور خدا پر واجب نہیں کہ جس کو نبی بنائے اُسے علمِ غیب بھی عطا کر دے تاکہ یہ نتیجہ نکالا جائے کہ جو غیب کو نہ جانتا ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ اور اسی بناء پر خود جناب رسالت مآبؐ نے اپنے متعلق متعدد بار ارشاد فرمایا کہ "میں غیب نہیں جانتا" قرآن مجید میں اس کی حکایت موجود ہے اور اس آیتِ مجیدہ میں بھی خداوند کریم صاف ارشاد فرماتا ہے کہ "یہ غیب کی باتیں ہیں ہم بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دے رہے ہیں ورنہ اس سے قبل نہ آپ اُن کو جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم کو اُن کا پتہ تھا۔" (القرآن)

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے ائمہؑ کو عالم الغیب کہتے ہیں وہ محض مذہبِ شیعہ کو بدنام کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں ورنہ مذہبِ شیعہ کا اس عقیدۂ فاسدہ سے کوئی ربط نہیں ہے، اور شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ ہے اور انبیاءؑ و ائمہؑ صرف اتنا جانتے ہیں جتنا خدا اُن کو علم دے۔ البتہ تمام انبیاءؑ سے حضرت رسالت مآبؐ کا علم زیادہ ہے اور خدا نے اُن کو اس قدر علم دیا کہ اور کسی کو نہ دیا اور باوجود علمِ کثیر ہونے کے یہ بفرمانِ خدا دعا مانگتے تھے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اے پروردگار! مجھے زیادہ علم عطا فرما، اور حضورؐ کے بعد آپؐ کے اوصیاءِ طاہرین ائمہ معصومینؑ، علیؑ سے لیکر مہدیؑ تک اُن کے علم کے صحیح وارث ہیں اور کوئی نبی یا وصی اُن کے پایۂ علمی تک نہیں پہنچ سکتا۔ (حضورؐ اکرم نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں۔)

الحاصل: وہ مسائل جن کا اصلاح معاشرۂ انسانی سے تعلق ہو خواہ وہ تدبیرِ نفس سے مرتبط ہوں یا تدبیرِ منزل و سیاستِ ملکیہ سے وابستہ ہوں، اُن میں وہ علمِ کلی کے مالک تھے اور علاوہ ازیں تاریخی مسائل یا مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے حوادث و واقعات ضروری حد تک جانتے تھے حتّٰی کہ کسی سائل کے جواب میں وہ عاجز نہیں آسکتے تھے اور خداوند کریم حسبِ مصلحت اُن کے علم میں اضافہ فرماتا رہتا ہے۔ ..... الخ

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ ۵۰

(۵۰) اور (قبیلۂ) عاد کی طرف ہم نے اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: "اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو (کیونکہ) تمھارا اُس کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔ تم تو بس جھوٹ ہی افترا کر سکتے ہو۔

* حضرت ھودؑ کو اپنی قوم کا بھائی اِس لیے کہا کہ وہ اسی قبیلے کے ایک فرد تھے۔
* .... (تفسیر جلالین و تفسیر تبیان)

* قدیم عرب کی قومِ عاد خلیج فارس کے کنارے عراق کی سرحد تک آباد تھی۔ اُس قوم کا اصل مسکن یمن اور حضر موت کا علاقہ تھا۔ * .... (ماجدی)

* اُس قوم کو حضرت ھودؑ نے توحید کا پیغام سُنایا۔ اُن کو بتایا کہ اصل حقیقت صرف توحید کا پیغام ہے، باقی سب تمھارے گھڑے ہوئے ڈھکوسلے ہیں۔ اِس لیے صرف خدائے واحد کی عبادت اور اطاعت کرو۔ اِس میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ * ..... (تفسیر کبیر، معالم، ابن کثیر)

قوموں کا اصل مرض محققین نے نتیجہ نکالا کہ دنیا کی اکثر قومیں اللہ کے وجود کو مانتی رہی ہیں۔ انسانیت کا اصل مرض خدا کے وجود کا انکار نہیں، بلکہ شرک رہا ہے یعنی ایک خدائے اعظم کے اقرار کے ساتھ ساتھ دوسرے چھوٹے موٹے دیوی، دیوتاؤں کو خدا کی خدائی میں شریک سمجھتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دیوی، دیوتا خدا کے انتظامات میں دخیل ہیں۔

امام رازی نے تو یہاں تک لکھا کہ خدا کے وجود کے منکر تو ہندوستان کے مشرکین بھی نہیں ہیں، وہ بھی صرف خدا کے ایک ہونے کے منکر ہیں۔ اِسی لیے بت پرستی میں مبتلا ہوئے۔ یہی بیماری آج بھی عام ہے۔
* ..... (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ (۵۱) اے میری قوم والو! اِس (ہدایت کے)
اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى کام پر تو میں تم سے کوئی اُجرت بھی نہیں
الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ مانگتا۔ میرا اجر و معاوضہ تو اُس (خدا)
کے ذمّے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ آخر تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے؟

مطلب یہ ہے کہ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ اگر تم عقل سے کام لیتے تو ضرور سوچتے کہ جو شخص بے غرض ہو کر، بغیر کسی ذاتی فائدہ کے تم کو نصیحتیں کر رہا ہے اور سخت سے سخت ترین مشقتیں جھیل رہا ہے، وہ ضرور اپنے پاس علم و یقین کی کوئی ایسی مضبوط بنیاد رکھتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر، اپنی دنیا بنانے کی فکر سے بے پرواہ ہو کر، اپنے آپ کو اُن مصیبتوں کے طوفان میں ڈال رہا ہے اور دنیا بھر کی دشمنی مول لے رہا ہے۔ ایسے مخلص، سچے کھرے انسان کی بات ہرگز اتنی بے وزن نہیں ہو سکتی کہ بغیر سوچے سمجھے اُسے یوں ہی ٹال دیا جائے اور اُس پر غور کرنے کی ذرا سی تکلیف بھی ذہن کو نہ دی جائے۔ * ...... (تفہیم القرآن)

* انبیاءؑ اپنی ہدایت کے کام پر قوموں سے کبھی اُجرت نہیں مانگتے، اِس لیے کہ ہدایت کا کام ایسا نہیں کہ جس پر لوگوں سے اُجرت مانگی جائے۔ اِس کام کی کوئی انسان اُجرت ادا ہی نہیں کر سکتا۔ اِس کی اُجرت تو صرف خدا ادا کر سکتا ہے۔ نیز یہ کہ جو ہادی اپنے پیروکاروں سے اُجرت مانگے گا، پھر اُس کی قوم کے سامنے وقعت ہی کیا رہ جائے گی؟ پھر قوم اُس کی بات کیوں سُنے اور مانے گی؟ *... (روح المعانی)

پھر اُس میں اور بندر نچانے والے میں فرق ہی کیا رہ گیا؟ ہدایت کا کام طمع اور لوگوں سے فائدوں کی توقّعات رکھنے کی ضد ہے۔ * ..... (مؤلّف) * شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے:

؎ "مکن سعدیا دیدہ بر دستِ کس ⁂ کہ بخشندہ پروردگار است و بس" یعنی اے سعدی! کسی سے کوئی اُمید نہ رکھو، کیونکہ پالنے والا مالک صرف اور صرف اللہ ہے۔ وہی بخشش والا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ ۵۲

(۵۲) اور اے میری قوم! اپنے پالنے والے مالک سے معافی مانگو، پھر اُسی کی طرف پلٹ کر صرف اُسی سے لَو لگاؤ۔ تو وہ تمھاری طرف (اپنی نعمتوں کی) خوب موسلا دھار برستی ہوئی گھٹا بھیجے گا، اور تمھاری قوت میں اور قوت بڑھا دے گا۔ (اس لیے) تم مجرموں کی طرح (خدا سے) منھ نہ پھیرو۔

نتائج

محققین نے اِس آیت سے نتیجے نکالے: (۱) دنیا میں بھی ترقی اور زوال کا دار و مدار صرف مادّی بنیادوں پر نہیں ہوتا۔ قوموں کی قسمتوں کا اُتار چڑھاؤ اخلاقی بنیادوں پر ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ جب کوئی فرد یا قوم لاکھ بُری کیوں نہ ہو، اگر اپنی غلطی کو محسوس کرلے اور خدا کی نافرمانی چھوڑ کر خدا کی بندگی اور اطاعت کی طرف پلٹ آئے تو اُس کی قسمت بھی پلٹ جاتی ہے، اُس کی مہلتِ عمل میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر اُسے سزا کے بجائے انعام، ترقی اور سرفرازی عطا کی جاتی ہے۔ ★..... (تفہیم القرآن)

(۳) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے ہاں قوم یا فرد اگر اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے تو اُس کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جو شخص اپنے گناہوں پر صدقِ دل سے معافی مانگتا ہے لا ذنب لہ اُس پر کوئی گناہ باقی ہی نہیں رہتا۔ وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے اُس نے کوئی گناہ کبھی کیا ہی نہ تھا۔"
★..... (تحف العقول)

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے ∴ قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

★ امام غزالی نے خوب لکھا کہ گناہ کا داغ اگر دامن پر پڑ جائے تو اُس کے صرف دو ہی علاج ہیں

www.drhasanrizvi.com

(۱) یا وہ داغ جہنم کی آگ سے مٹتا ہے (۲) یا پھر آنسو کے اُس قطرے سے مٹتا ہے جو خدا کے سامنے اپنے گناہ پر شرمندہ ہو کر بہایا جائے۔

★ ..... (احیاء العلوم)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "شرمندگی کے آنسو کا ایک قطرہ جہنم کو بجھانے کے لیے کافی ہے۔"

★ ..... (مفاتیح الجنان)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ استغفار کرو ماضی کے گناہوں اور کوتاہیوں پر، اور مستقبل کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ وہ اپنی رحمت اور توجہ کے ذریعے گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

★ ..... (ماجدی)

مال اور اولاد کی وسعت کا طریقہ خدا کا فرمانا: "اگر تم استغفار کرو گے تو وہ تمہاری قوت میں اور قوت بڑھا دے گا" اس سلسلے میں ایک روایت منقول ہے کہ:

"معاویہ کا دربان حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض گذار ہوا کہ: بے اولاد ہوں مجھے کوئی طریقہ بتائیے کہ صاحبِ اولاد ہو جاؤں۔"

آپ نے اُسے کثرت سے استغفار پڑھنے، یعنی گناہوں سے خدا کی جناب میں معافی مانگنے کا مشورہ دیا۔ پھر تو وہ کبھی کبھی ایک دن میں سات سو مرتبہ استغفار پڑھ لیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس استغفار کی برکت سے خدا نے اُس کو بتیس بیٹے دیے۔ جب معاویہ کو یہ معلوم ہوا تو اُنھوں نے خط کے ذریعے سے حضرت امام حسن علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ طریقہ کہاں سے معلوم ہوا؟ حضرت امام حسن علیہ السلام نے جواب میں یہی آیت تحریر فرمائی، اور یہ بھی لکھا کہ:

"یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ" "(تمہاری قوت میں اور قوت بڑھا دے گا)"

یعنی: اولادِ نرینہ انسان کی طاقت میں اور طاقت کا اضافہ ہے۔"

★ ..... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۵۳

(۵۳) اُنھوں نے جواب دیا: "اے ہودؑ! (اوّل تو) تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لائے ہی نہیں[1] ہو، اور (اگر لائے بھی ہوتے تو بھی) ہم تمھارے کہنے سے اپنے خداؤں کو تو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اور نہ ہم تمھیں ماننے ہی والے ہیں۔

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ ۵۴ۙ

(۵۴) ہم تو بس یہ سمجھتے ہیں کہ تمھارے اوپر ہمارے ہی خداؤں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے۔"[2] ہودؑ نے کہا: "میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں[3] اور تم بھی گواہ رہو کہ میں قطعی لاتعلق اور بالکل بیزار ہوں اُن سے جن کو تم نے خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے۔

(آیت ۵۳)[1] "بَيِّنَةٍ": "واضح دلیل لانے سے کافروں کی مراد دلیلِ عقلی نہیں۔ توحید پر دلیلِ عقلی تو بیشمار موجود ہیں۔ اُن جاہلوں کا دلیل لانے سے مراد معجزات، خوارقِ عادات اور عجائبات اور انوکھے نرالے تماشے دکھانا ہوتا ہے۔

(آیت ۵۴) ★..... (ماجدی)

کافروں کی ذہنیت

[2] کافروں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ: اے ہودؑ تو نے ضرور کسی دیوی دیوتا کے آستانے پر کچھ گستاخی کی ہوگی۔ اُسی کا خمیازہ تو بھگت رہا ہے کہ ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے اور اُنھیں بستیوں میں جہاں کل تک تو عزت کی زندگی گذار رہا تھا، وہاں آج تیری خاطر مدارات گالیوں اور پتھروں سے کی جا رہی ہے۔

حضرت ہودؑ کی دلیل

[3] اور حضرت ہودؑ کا یہ فرمانا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ میں کوئی ثبوت، شہادت

www.drhasanrizvi.com

یا گواہی نہیں لایا، حالانکہ میں تو سب سے بڑی گواہی خدا کی پیش کر رہا ہوں جو کائنات کے گوشے گوشے میں جلوہ نما ہے اور اُس کی قدرت حکمت، عظمت کی گواہی ذرّہ ذرّہ دے رہا ہے اور اس کی ساری تجلّیات بھی گواہی دے رہی ہیں کہ جو حقیقتیں ہیں تمہارے سامنے بیان کر رہا ہوں، وہ سراسر حق ہیں۔ ان میں جھوٹ کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ اور جو تصوّرات تم نے گھڑ رکھے ہیں اُن میں ذرّہ کی برابر بھی سچائی نہیں۔

اور آخر میں حضرت ہودؑ کا یہ فرمانا کہ "میں شرک سے بیزار ہوں" وہ اُس بات کا جواب ہے جو کافروں نے کہی تھی کہ "ہم کسی طرح اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں"۔ فرمایا: "پھر میرا بھی فیصلہ سُن لو کہ میں تمہارے جھوٹے خداؤں سے قطعی بیزار ہوں۔

* ..... (تفہیم القرآن)

* اِسی عمل کو اصطلاح میں تبرّا (برأت) کہا جاتا ہے جو قرآن کے اسی لفظ سے ماخوذ ہے۔ یعنی: شرک، کفر، نفاق اور ظلم سے بیزاری، علیٰحدگی اور عدمِ تعلّق کو تبرّا کہتے ہیں۔

* ..... (مؤلف)

جاہلی ذہنیّت اور اُس کا منہ توڑ جواب

کافروں اور مشرکوں کا یہ کہنا کہ "ہم اِس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے" اس کا مطلب یہ ہے کہ: ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ تم ہمارے بتوں کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے تم کو کسی جرم پر سزا دی ہے، کوئی سخت مار ماری ہے، اور اُس کے انتقام میں تم اُن کی مخالفت کر رہے ہو۔ یہ جاہلی ذہنیّت کی کیسی واضح ترجمانی ہے۔

* ..... (تفسیر تبیان)

* اِس کے جواب میں حضرت ہود علیہ السّلام نے فرمایا کہ: "بھلا یہ بے چارے بُت میرا کیا بگاڑ سکتے تھے کہ میں اِن سے انتقام لیتا۔ یہ تو خود بے حس، کمزور ہیں، یہ غریب بھلا کسی کو کیا تکلیف پہنچا سکتے ہیں، اِن میں تو کوئی سکت ہی نہیں"۔

* ..... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا (۵۵) تو تم سب مل کر میرے خلاف خفیہ
ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ ۵۵ ترکیبیں اور چالیں چلو اور مجھے ذرا سی
بھی مہلت نہ دو۔

اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ (۵۶) میرا بھروسہ تو اللہ پر ہے جو میرا بھی
وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا پالنے والا مالک ہے اور تمہارا بھی پالنے
هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ والا مالک ہے۔ کوئی چلنے پھرنے والا
رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ۵۶ ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی کے بال (چوٹی)
اُس کے قبضہ میں نہ ہوں۔ بیشک میرا پالنے والا مالک سیدھے راستے پر ہے۔

حضرت ہودؑ کے فرمانے کا مطلب

(آیت ۵۶) آپؑ کا مطلب یہ ہے کہ:

"میرا خدا جو کچھ بھی کرتا ہے بالکل صحیح کرتا ہے۔ اُس کا ہر کام سیدھا اور درست ہوتا ہے (اُس کا کوئی کام غلط نہیں ہوتا) اُس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ بلکہ وہ سراسر حق اور عدل کے ساتھ خدائی کر رہا ہے، اِس لیے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ تم گمراہ رہو، بدکاریاں کرتے رہو، بدمعاشیاں پھیلاتے رہو اور پھر نجات بھی پا جاؤ۔ اور میں سچا، کھرا، راستباز اور نیکوکار ہو کر بھی نقصان میں رہوں۔ ایسا ہرگز ممکن نہیں۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ خدا کا فرمانا کہ: "کوئی چلنے پھرنے والا ایسا نہیں، مگر یہ کہ خدا اُس کی پیشانی کے اوپر کے بالوں کو پکڑے ہوئے ہے" تو یہ اِس لیے فرمایا کہ: اگر کسی کی پیشانی کے اوپر کے بال پکڑ میں آ جائیں تو وہ انسان بے قابو ہو جاتا ہے۔ اِس لیے پیشانی کے بالوں کو پکڑنے سے مراد کسی پر پورے پورے طور پر قابو پا لینا یا کامل اقتدار رکھنا ہے۔ یہ کسی کی انتہائی تذلیل بھی ہے۔ ★ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

★ اور خدا کا یہ فرمانا کہ " یقیناً میرا پالنے والا مالک سیدھے راستے پر ہے "
اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا جو کچھ بھی کرتا ہے بالکل ٹھیک کرتا ہے۔
★..... (فصل الخطاب)

★ اِس کے دوسرے معنی یہ بھی لکھے ہیں کہ: خدا حق اور عدالت کے راستے پر ہے۔
★..... (تفسیر جلالین)

★ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا: " یعنی خدا حکیم است " یعنی خدا حکیم ہے۔
★..... (فتح الرحمان، تفسیر تبیان)

★ مگر شاہ ولی اللہ صاحب کے بیٹے شاہ عبدالقادر نے اس کا عجیب مطلب لکھا ہے: " یعنی
" جو سیدھی راہ پر چلے وہ اُس سے (خدا سے) ملے "
★..... (موضح القرآن)

توحید کی حقیقت بزبانِ حضرت ہودؑ

غرض حضرت ہودؑ نے جو توحید پر یہاں تقریر فرمائی ہے، وہ ایک مبلّغِ توحید کے لیے ہمیشہ کے لیے نمونۂ کامل ہے۔ توحید کی حقیقت یہی ہے کہ:

(۱) اللہ کو سب کا پالنے والا مالک مانا جائے۔ (۲) اُسی پر بھروسہ کیا جائے۔
(۳) یہ مانا جائے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اُردو محاورہ میں اِس کو اِس طرح کہہ سکتے ہیں کہ کوئی خدا کی اجازت کے بغیر کان تک نہیں ہلا سکتا۔ کائنات کی ہر ہر چیز خدا کی قدرت اور حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ اِسی بات کو عربی محاورے کے مطابق اِس طرح کہہ سکتے ہیں کہ " کوئی چلنے پھرنے والا ایسا نہیں جس کی پیشانی کے بال خدا کے ہاتھ میں نہ ہوں "۔
★..... (تفسیر کبیر)

★ " نقد النصوص " میں ہے کہ ذاتِ خدا درحقیقت تمام افعال اور اختیارات کا مصدر ہے "۔ ★..... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۡ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ ۵۷

اگر تم (اُس سے) منہ پھیرتے ہو تو (پھیر لو) میں نے وہ پیغام تمھیں پہنچا ہی دیا ہے، جس کو دے کر مجھے تمھاری طرف بھیجا گیا ہے۔ اب میرا پالنے والا مالک تمھاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا۔ اور تم اُس کا کچھ بھی تو نہ بگاڑ سکو گے (کیونکہ) بلاشبہ میرا مالک ہر چیز پر پوری پوری طرح محاسب و نگراں ہے۔

وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ ۵۸

پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ ہی گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ کو اور جو اُن کا ساتھ دے کر اُن کو دل سے مان گئے تھے، نجات دے کر ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچا لیا۔

(آیت ۵۷) یہ آیت کافروں کی اُس بات کا جواب ہے کہ ہم تجھ پر کسی طرح ایمان لانے والے نہیں ہیں۔
*..... (تفہیم القرآن)

★ کسی نے ارسطو سے پوچھا کہ بادشاہوں کے لیے عدل ضروری ہے یا شجاعت؟ ارسطو نے کہا: بادشاہ اور صاحبِ اختیار اگر عدل کرے تو پھر اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔
*..... (تفسیر روح البیان)

(آیت ۵۸) خدا کا فرمانا کہ "ہم نے اُن کو ایک سخت عذاب سے بچا لیا" تو سخت عذاب سے یہاں مراد آخرت کی سخت سزا ہے جس سے حضرت ہودؑ اور اُن کے ساتھیوں کو خدا نے اُن کے ایمان کی وجہ سے پالیا۔ (تفسیر کبیر) پہلی نجات سے مراد عذابِ دُنیا سے بچانا ہے۔ اور دوسری نجات سے مراد عذابِ آخرت کے عذاب سے بچانا ہے۔
(تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ (۵۹) یہ تھا وہ قبیلۂ عاد جس نے جان بوجھ کر
رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اپنے پالنے والے مالک کی باتوں، نشانیوں
اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ ۵۹ اور دلیلوں کا انکار کیا تھا اور خدا کے رسولوں
کی بات کو نہ مانا تھا اور ہر ہٹ دھرم، سرکش، جابر دشمنِ حق کے پیچھے پیچھے ہو لیے تھے۔

انبیاءؑ اور اولیاءؑ کے دشمن اور دوست

قومِ عاد کا علاقہ باریہ میں مشرق سے اجفر تک چار منزل میں تھا۔ وہاں زراعت اور باغات بڑے اچھے تھے۔ اُن لوگوں کی عمریں بھی بہت زیادہ ہوتی تھیں۔ اُن کے جسم بھی بڑے بڑے تھے۔ وہ سب بُت پرست تھے۔ وہ لوگ حضرت ہودؑ پر کسی طرح ایمان نہ لائے۔ بلکہ اُن کو تکلیفیں دیں۔ اللہ نے سات سال کے لیے اُن سے بارش کو روک دیا۔ قومِ عاد کے لوگ حضرت ہودؑ کو اُن کے کھیتوں پر ڈھونڈتے ہوئے آئے۔ حضرت ہودؑ کے گھر سے ایک چشم ادھیڑ عمر عورت نکلی۔

اُس نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟

اُنھوں نے کہا: ہم فُلاں فُلاں شہر کے رہنے والے ہیں۔ سخت قحط میں مبتلا رہیں۔ ہم لوگ حضرت ہودؑ کی خدمت میں آئے ہیں کہ وہ بارش کے لیے خدا سے دُعا فرمائیں۔

اُس عورت نے کہا کہ ہودؑ اگر ایسے ہوتے تو خود اپنے ہی لیے دُعا کرتے۔ خود اُن کی کھیتی ساری کی ساری جل چکی ہے۔

اُن لوگوں نے کہا: اچھا: تم یہ بتادو کہ وہ کہاں ہیں؟ — اُس نے بتادیا۔ تب وہ حضرت ہودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے نبی اللہ! ہمارے ملک میں سخت قحط پڑا ہے۔ آپ خدا سے بارش کے لیے دُعا فرمائیں۔" حضرت ہودؑ نے نماز پڑھی، پھر دُعا کی۔ پھر فرمایا: جاؤ بارش کافی ہوگی۔ اور

www.drhasanrizvi.com

تمھارے ہاں ارزانی ہوگی"۔ تب اُنھوں نے اُس کانٹری (کافی) عورت کا قصّہ اُن کو سنایا۔

حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ وہ میری بیوی ہے۔ میں نے خدا سے اُس کی طولِ عمر کی دعا کی ہے۔

اُنھوں نے پوچھا: کیوں؟

حضرت ہودؑ نے فرمایا: کوئی مومن ایسا پیدا نہیں ہوتا جس کی ایذا کے لیے کوئی دشمن موجود نہ ہو۔ وہ میری دشمن ہے۔ پس میں نے یہی چاہا کہ میرا دشمن کم سے کم ایسا تو ہو جو میرے ماتحت رہے۔

غرض حضرت ہودؑ اپنی قوم کو برسوں بُت پرستی سے روکتے رہے، خدا کی طرف بُلاتے رہے۔ مگر وہ نہ مانے۔ تو خدا نے اُن کی طرف بادِ صَرصَر بھیج دی۔ جس کا ذکر سورۂ قمر اور سورۃ الحاقہ اور سورۂ اعراف میں موجود ہے۔ (" وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ..." (سورۃ الحاقہ آیت ۶-۷)

یعنی: اور جو قومِ عاد تھے وہ ایک یخ بستہ طوفانی آندھی سے ہلاک کیے گئے جسے اللہ نے اُن پر سات رات اور آٹھ دن تک مسلّط رکھا...")

(تفسیر صافی ص۲۳۷ بحوالہ تفسیر قمی) ....*

ایک کا انکار سب کا انکار

اگرچہ اُن کے پاس صرف ایک نبیؑ آیا تھا جس کا اُنھوں نے انکار کیا۔ مگر خدا نے فرمایا: "اُنھوں نے رسولوںؑ کی بات نہ مانی"۔ یہ اس لیے فرمایا کہ چاہے کسی ایک نبیؑ کی تکذیب کی جائے تو وہ بھی سارے انبیاءؑ کی تکذیب ہوتی ہے کیونکہ ہر نبیؑ ایک ہی پیغام لاتا ہے۔ اس لیے اُس کا انکار سارے انبیاءؑ کا انکار ہوتا ہے۔ ....* (تفہیم القرآن)

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ∴ اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(اقبال) .....*

یعنی: (خود کو محمد مصطفیٰؐ تک پہنچاؤ کہ سارا دین اُن ہی سے ملتا ہے۔ وہی مجسمۂ دین کل ہیں۔ اگر اُن تک نہ پہنچے تو پھر سب کفر ہی کفر ہے)

www.drhasanrizvi.com

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا (۶۰) (انجام یہ ہوا کہ) اُن کے پیچھے لگادی گئی
لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ خدا کی لعنت اور پھٹکار، اِس دنیا میں بھی،
اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا اور قیامت کے دن بھی۔ تو سُنو! اور آگاہ ہو
بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝ جاؤ کہ بیشک قومِ عاد نے اپنے پالنے والے
کو نہ مانا، تو آگاہ ہو جاؤ کہ (نتیجتاً) قوم عاد جو ہودؑ کے قوم والے تھے خدا کی
رحمت سے دور پھینک دیے گئے۔

خدا کا فرمانا کہ "اُن کے پیچھے دنیا میں بھی لعنت لگادی گئی اور آخرت میں بھی"۔ اس سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ہم کو بُروں کو بھی بُرا نہیں کہنا چاہیئے۔ شیطان پر بھی لعنت نہیں کرنی چاہیے۔ ایسی صلح کل خدا کو پسند نہیں۔

★ ..... (فصل الخطاب)

★ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "جو اپنے والدین کو لعنتی کہتا ہے، یا غیر خدا کا نام لیکر جانور ذبح کرتا ہے، مجرم کو پناہ دیتا ہے، یہ سب ملعون ہیں"۔ (الحدیث)

دوسری حدیث میں حضور اکرمؐ نے فرمایا: "سود خور، سود کی تحریر لکھنے والے، اُس کے گواہ، زکوٰۃ نہ دینے والے، حلالہ اور جس کے لیے حلال کیا جائے سب پر خدا لعنت بھیجتا ہے"۔ (الحدیث)

★ ..... (تفسیر روح البیان)

نیز حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اللہ رشوت لینے والے، دینے والے، اور رشوت دلانے والے دلال پر لعنت بھیجتا ہے"۔ (الحدیث) از تفسیر روح البیان)

نیز حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اللہ شراب پر، شراب پینے والے پر، اُس کے پلانے والے پر، اُس کے بیچنے اور خریدنے والے پر، اُس کے اُٹھانے والے اور جس کے لیے اُٹھائی جائے، اور اُس کے نفع کھانے والے، سب پر لعنت بھیجتا ہے"۔ (الحدیث) از تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

نیز حضور اکرمؐ نے فرمایا:

" دنیا اور اہلِ دنیا ملعون ہیں، سوا اللہ کا ذکر کرنے والے، خدا سے محبت کرنے والے، اور عالمِ دین اور طالبِ علم کے " (الحدیث)

*- - - (از تفسیر روح البیان)

★ نیز اللہ نے قرآن میں بدکار کو برا کہا، فاسق کو فاسق کہا، کافر کو کافر اور مشرک کو مشرک کہا۔ کسی سے بیزاری کی، کسی پر لعنت بھیجی، کسی نافرمان پر عذاب نازل فرمایا۔

★ شیطان اپنی نافرمانی کے سبب سے سب سے پہلا لعنتی ہے۔

★ ظالموں پر اللہ نے لعنت کی۔

★ جھوٹوں پر اللہ نے لعنت کی۔

★ مشرکوں، عہد توڑنے والوں اور کافروں سے برأت و بیزاری کا اعلان فرمایا۔

★ ابولہب اور اُس کی زوجہ کو بُرا کہا۔

★ پیغمبروںؑ کی نافرمان ازواج پر عذاب بھی کیا، بُرا بھی کہا۔ وغیرہ وغیرہ

★ روایت ہے کہ جب خدا نے قومِ عاد کو برباد کیا اور ہودؑ اور اُن کے ساتھیوں کو نجات بخشی تو حضرت ہودؑ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ تشریف لے آئے۔ باقی تمام زندگی وہیں گذاری۔

*- - - - - (تفسیر روح البیان)

★ ہر نبیؑ جس کو اُس کی اُمت جھٹلاتی، وہ پھر مکے آجاتا تھا۔

*- - - - - (انسان العیون - فتوح الحرمین)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ؕ (۶۱) اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی
قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا صالحؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: "اے میری
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ قوم والو! اللہ کی بندگی کرو۔ اُس کے
اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُسی نے
اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ تو تم کو شروع شروع زمین سے پیدا کیا اور
ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ تمھیں اُسی میں آباد بھی کیا۔ لہٰذا تم اُسی
قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ ۶۱ خدا سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگو اور
اُسی کی طرف رُخ لگائے ہوئے پلٹو۔ یہ حقیقت ہے کہ میرا پالنے والا مالک (تم سے)
بہت ہی قریب ہے اور وہ دُعاؤں کا جواب دے کر قبول کرنے والا ہے۔

جاہلیت کا مہنت گری کے نظام کا فلسفہ اور اُس کا ابطال

مشرکین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کا خالق اللہ ہے۔ اسی بنا پر حضرت صالحؑ اُن کو سمجھا رہے ہیں کہ جب تم یہ مانتے ہو کہ اللہ ہی نے تمھیں بے جان مادّوں کی ترکیب سے زندگی جیسی نعمت بخشی، پھر اللہ کے سوا خدائی اور کس کی ہو سکتی ہے؟ پھر کسی دوسرے کو یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ تم اس کی عبادت یا پرستش کرو۔

غرض مشرکین کی اصل غلطی بتائی جا رہی ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بھی اپنے راجوں، مہاراجوں، بادشاہوں، وڈیروں پر قیاس کرتے ہیں، جو دُور اپنے محل میں بیٹھا رنگ رلیاں مناتا رہتا ہے جسے اپنی رعایا کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ اُس کو اپنی بانسری بجانے سے کام ہوتا ہے اسی لیے عوام کی رسائی اُس تک کبھی نہیں ہوتی۔ مجبوراً اُن کو بادشاہ کے درباریوں کا دامن تھامنا پڑتا ہے اسی

www.drhasanrizvi.com

لیے مشرکین کے علما عوام کو یہی اُلٹی پٹی پڑھاتے رہتے ہیں کہ ہم جیسے گنہگار معمولی بندوں کی رسائی خدا تک ممکن ہی نہیں ہے۔ وہ تو بہت دور چین کی بانسری بجا رہا ہے ہم سے بہت بہت بلند ہے اِس لیے بہت دور ہے۔ وہاں تک ہماری دُعاؤں کا پہنچنا اور پھر اُس کا جواب ملنا کسی طرح ممکن نہیں۔ اِس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم جنّوں، فرشتوں کے بُتوں اور اُن کے متولیوں کی خدمات حاصل کریں۔ اُن کو نذریں چڑھانی ضروری ہیں تاکہ وہ اوپر اللہ کے پاس ہماری عرضیاں پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ پر دباؤ ڈالیں۔!

اِس طرح مشرکین نے مہنت گری (Priesthood) کا نظام جاری کیا۔ اِسی نظام کے تحت جاہلی مذاہب میں نہ بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ انسان مر سکتا ہے، ہر وقت Priests درکار ہے۔ حضرت صالحؑ نے جاہلیت کے اِس محل کو دو لفظوں میں مسمار کر دیا۔ (۱) ایک یہ کہ "اللہ ہم سے قریب ہے" (دور نہیں) (۲) دوسرے یہ کہ وہ "مجیب" ہے۔ یعنی خود دُعاؤں کا سُننے اور جواب دینے والا ہے۔ اِس لیے ہم بغیر کسی Priests کے براہِ راست اُس سے دُعا کر سکتے ہیں اور دُعاؤں کا جواب حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ بہت بلند و بالا ہے مگر اِس کے باوجود تم سے بہت قریب ہے۔ اتنا قریب کہ وہ خود فرماتا ہے کہ: "ہم تمھاری رگِ گردن سے بھی بہت زیادہ تم سے قریب ہیں۔"

اِس لیے تم میں سے ہر شخص خدا سے براہِ راست گفتگو بھی کر سکتا ہے اور سرگوشی بھی کر سکتا ہے۔ (لہٰذا بس اُسی سے دُعائیں مانگا کرو اور اُسی پر بھروسہ رکھو۔) *

* (تفہیم القرآن)

(۶۹)

* خدا کا فرمانا کہ: "خدا نے تم کو شروع شروع میں زمین سے پیدا کیا۔" یعنی انسان کی ابتدائی

www.drhasanrizvi.com

تخلیق مٹی سے کی۔ انسانی نسل کو حضرت آدمؑ سے پیدا کیا اور حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا۔

*...... (تفسیر تبیان)

قومِ ثمود کا تعارف

جس طرح قومِ عاد عرب کے جنوب مشرقی علاقے یعنی اطرافِ یمن و عراق میں آباد تھی، اسی طرح قومِ ثمود کا تسلّط عرب کے شمالی اور غربی علاقے وادی القریٰ میں تھا۔

*...... (ماجدی)

اور خدا کا یہ فرمانا کہ: "ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا" اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے مادّوں سے پیدا کیا۔

نتیجہ : بعض فقہار نے نتیجہ نکالا کہ زمین کو آباد کرنا واجب ہے خواہ یہ آباد کرنا زمین پر زراعت کرنے کی شکل میں ہو، یا باغات لگانے کی شکل میں ہو، یا عمارات بنانے کی شکل میں ہو۔

*...... (جصّاص)

اور خدا کا فرمانا کہ: تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ یعنی: "اللہ کی طرف لَو لگائے ہوئے پلٹو"

یعنی خدا کی طرف اُس کی اطاعت اور عبادت کے ساتھ توجّہ کرو۔ اِستغفار۔ یعنی اپنے ماضی کے گناہوں پر خدا سے معافی مانگو اور مستقبل میں خدا کی اطاعت و عبادت کے ذریعہ خدا سے لَو لگائے رکھو۔...... اور خدا کا فرمانا کہ: "خدا "قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ" ہے یعنی جو شخص خدا کی طرف توجّہ کرتا ہے خدا اُس سے دور نہیں رہتا۔ خدا اُس کے بالکل قریب ہے، وہ ہر معافی کا سننے والا اور ہر لَو لگانے والے کی طرف توجّہ دینے والا بھی ہے۔ اور ہر دُعا کا سُننے اور قبول کرنے والا بھی۔*... (ماجدی)

خدا سے اپنی کوتاہیوں پر دل سے معافی مانگو۔ کیوں کہ خدا اپنے سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "اگر تم خدا کا کہنا مانو گے تو خدا تمھارا کہنا مانے گا۔ (الحدیث)

*...... (از تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا (۶۲) اُن لوگوں نے کہا: "اے صالحؑ! تُو تو مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ ہمارے درمیان ایک ایسا (بھلا) آدمی تھا نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ کہ جس سے ہمیں بڑی اچھی اُمیدیں تھیں۔ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ تو کیا تُو ہمیں اُن خداؤں کی پوجا پاٹ اور بندگی سے روکنا چاہتا ہے جن کی بندگی اور پوجا پاٹ ہمارے باپ دادا تک کیا کرتے تھے؟ تُو ہمیں جس طرف بُلا رہا ہے اُس کے بارے میں تو ہم کو سخت شک وشبہ ہے جو ہمارے لیے بہت ہی پریشان کُن ہے۔"

منکرینِ حق کی غلط توقّعات

مطلب یہ ہے کہ اے ہودؑ! تمھاری عقل وفراست کو دیکھ کر ہم یہ سمجھے تھے کہ تم بڑے آدمی بنو گے، خوب مال کماؤ گے، ہم تمھارے مشوروں سے فائدے اٹھاتے، قوم وقبیلہ ترقی کرتا، مگر تم نے توحید اور آخرت کا راگ الاپ کر ہماری ساری توقّعات پر پانی پھیر دیا۔

یاد رہے کہ قریش کو حضورِ اکرمؐ سے بھی اِسی قسم کے توقّعات تھے۔ وہ بھی رسولؐ کے لیے یہی کہا کرتے تھے کہ نہ معلوم کیا خبط سوار ہوگیا کہ اپنی زندگی برباد کی اور اِس طرح ہماری اُمیدوں کو خاک میں ملا دیا۔

حضرت صالحؑ تو یہ فرما رہے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اِس لیے کہ اُس نے تم کو پیدا کیا ہے اور زمین کو آباد بھی کیا ہے۔ اتنی معقول بات کے جواب میں کافر کہہ رہے ہیں کہ ہم کسی طرح جھوٹے خداؤں کی عبادت ترک نہ کریں گے، اِس لیے کہ عبادت ہمارے باپ دادا کے وقتوں سے چلی آرہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مکھّی پر مکھّی صرف اس لیے ماری جاتی رہنی چاہیے کہ ابتداء میں کسی احمق نے اِسی جگہ مکھی کو مارا تھا۔ * ....(تفہیم القرآن)

ے "تعمیرِ نَو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا ∴ منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں
* .... (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِىْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝ ۶۳

(۶۳) صالحؑ نے کہا: "اے میری قوم! تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے حقانیت کی واضح دلیل کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، اور اُس نے مجھے اپنی طرف سے خاص رحمت (ہدایت) عطا کی ہے، تو اللہ کے مقابلے میں میری مدد کون کرسکتا ہے، اگر میں اُس کی نافرمانی کروں؟ پھر تم میرے کس کام آسکتے ہو، سوائے اِس کے کہ مجھے اور زیادہ نقصان پہنچاؤ۔

حضرت صالحؑ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں اُس علم کے خلاف جو اللہ نے مجھے دیا ہے، صرف تم کو خوش کرنے کے لیے گمراہی کی زندگی اختیار کرلوں، تو صرف یہی نہیں کہ تم مجھے خدا کی پکڑ سے نہ بچا سکو گے، بلکہ میرا جرم اور زیادہ بڑھ جائے گا کہ سیدھا راستہ معلوم ہونے کے باوجود میں نے تمھیں جان بوجھ کر گمراہ کیا۔

*...... (تفہیم القرآن)

خاص رحمت اور واضح دلیل

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ: "اللہ نے مجھے اپنی طرف سے خاص رحمت عطا کی ہے۔" تو یہاں خاص رحمت سے مراد نبوت ہے۔ *...... (بیضاوی)

* "خاص رحمت" سے مراد نبوّت اور حکمت ہے۔ *...... (معالم)

* اور حضرت صالحؑ کا یہ ارشاد کہ "میں اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے حقانیت کی واضح دلیل کے ساتھ بھیجا گیا ہوں" یعنی مجھ پر توحید کی حقیقت پوری طرح روشن ہو چکی ہے۔ *...... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ (۶۴) اور اے میری قوم! یہ اللہ کی طرف کی
اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اونٹنی تمھارے لیے ایک (اللہ کی) نشانی
اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ ہے۔ تو اسے خدا کی زمین سے غذا حاصل
فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ ۶۴ کرنے دو۔ اسے ذرا بھی نہ چھیڑنا اور نہ
(اسے) تکلیف دینا، ورنہ کچھ زیادہ دیر نہ لگے گی کہ خدا کا عذاب تم کو آپکڑے گا۔

نسبت کی اہمیت اور غیر اللہ کی تعظیم کا شرک نہ ہونا

"نَاقَةُ اللّٰهِ" میں جو نسبت "ناقہ" کو خدا کی طرف دی گئی ہے یہ تعظیم کیلئے ہے جیسے "بیت اللہ" "کعبۃ اللہ" ★..... (روح)

حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ کو احتراماً "نَاقَةُ اللّٰهِ" فرمایا گیا ہے۔

"سورۃ الشمس" میں بھی خدا نے حضرت صالح علیہ السلام پیغمبر خدا کے ناقہ کو "اللہ کا ناقہ" فرمایا ہے۔ کیونکہ خدا نے اس اونٹنی کو اپنی قدرت کا نمونہ اور مظہر بنا کر پیدا فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی "روح اللہ" فرمایا تھا، وہ بھی اسی لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت اللہ کی قدرت اور عظمت کی دلیل ہے کہ وہ جب چاہے اسباب کے ذریعے پیدا کرے اور جب چاہے بلا اسباب کے پیدا کر سکتا ہے۔

★..... (فصل الخطاب)

نیز یہ کہ حضرت صالحؑ کے اونٹ کو خدا نے "ناقۃ اللہ" فرما کر لائق احترام بنا دیا۔ اسی لیے حضرت صالحؑ نے فرمایا تھا کہ "اس ناقہ کی تعظیم کرنا ہوگی"۔ (موضح القرآن)....

نتیجہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ بیشمار شواہد و دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً شرک نہیں۔ اور پھر جب تعظیم اس لیے کی جائے کہ کسی چیز کو اللہ سے نسبت حاصل ہے تو ایسی تعظیم خدا کو مطلوب و مرغوب ہے۔ ★..... (فصل الخطاب) (نوٹ) یاد رہے کہ تعظیم کرنا اور بات ہے، اور عبادت کرنا اور بات ہے۔

www.drhasanrizvi.com

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ○ ٦٥ (٦٥)

مگر انھوں نے اُونٹنی کے پیروں کے پٹھوں کو ایڑی کے پاس سے پیچھے کی طرف سے کاٹ کر اُس کو مار ڈالا۔ اِس پر صالحؑ نے اُن کو خبردار کر دیا کہ بس اب تین دن تک اپنے گھروں میں خوب مزے اُڑا لو۔ یہ ایسا وعدہ (عذاب) ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔

عَقَر کے معنی اور قُدار کی نحوست

"عَقَر" کے معنی: کونچیں کاٹنا ہے۔

کونچیں پاؤں کے پٹھوں کو کہتے ہیں جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں۔ عرب میں دستور تھا کہ جب اونٹ کو ذبح (نحر) کرنا چاہتے تھے تو پہلے اُس کی کونچیں کاٹ دیتے تھے تاکہ وہ بھاگ نہ جائے۔ پھر اُس کو نحر کرتے تھے۔ * ..... (لغات القرآن نعمانی جلد ۴ ص ۳۳۵)

جس شخص نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اُس کا نام قُدار بن سالف تھا۔

"قُدار بروزن غلام" کے معنی اونٹ نحر کرنے والے کے ہیں۔ یہ لفظ عربی میں نحوست کے لیے بھی بولا جاتا ہے عرب کہتے ہیں: فلان اشاٴم من قدار یعنی فلاں شخص قدار سے بھی زیادہ منحوس ہے

* ...... (القرآن المبین از مولنا امداد علی کاظمی صاحب)

دو شقی ترین آدمی

"دلائل النبوۃ" میں حضرت عمّارؓ بن یاسر سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: "اے علی! شقی ترین آدمی جو گذشتہ اُمت میں سب سے زیادہ بدبخت تھا اُس کا حال تم سے بیان کروں؟" حضرت علیؑ نے عرض کی ضرور بیان فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "ایسے بدبخت دو آدمی ہیں۔ ایک قوم ثمود کا سرخ رنگ والا شخص جس نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ اور دوسرا شقی ترین آدمی (اس میری اُمت میں) وہ ہوگا جو اے علیؑ! تمہارے سر پر ضرب لگائے گا اُس ضرب سے تمہاری داڑھی تمہارے سر کے خون سے تر ہو جائے گی۔"

* ...... (لغات القرآن نعمانی جلد ۱ ص ۱۰۱)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا (۶۶) چناں چہ جب ہمارا حکم (عذاب) آگیا تو ہم
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ نے صالحؑ کو اور اُنھیں جنھوں نے اُن کا ساتھ
مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمَئِذٍ ؕ دیکر ایمان کی زندگی کو اختیار کرلیا تھا اپنی
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝۶۶ طرف کی رحمت کے ذریعہ سے نجات دے کر اُن کو
اُس دن کی ذلت سے بچالیا۔ یقیناً تمھارا پالنے والا
مالک بہت طاقتور اور ہر چیز پر غالب ہے۔

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ (۶۷) رہے وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا تھا تو
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۶۷ ایک سخت کڑکدار دھماکے نے اُن کو پکڑ لیا
اور وہ اپنے ہی مکانوں میں منھ کے بل بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے، جیسے کہ
وہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

(آیت ۶۶) جزیرہ نمائے سینا میں جو روایات مشہور ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قومِ ثمود پر عذاب آیا تو حضرت صالحؑ ہجرت کرکے وہاں سے چلے گئے تھے۔ چناں چہ حضرت موسیٰؑ والے پہاڑ کے قریب ہی ایک اور پہاڑی ہے جس کا نام حضرت صالحؑ کے نام پر رکھا گیا ہے (جبلِ صالحؑ) یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام ہجرت کرکے تشریف لے گئے تھے۔ ★..... (تفہیم القرآن)

عذابِ الٰہی کا انجام (آیت ۶۷)۔ جس قوم پر خدا کا عذاب اُترا وہ بالکل بے جان ہوگئی۔ اِسی بے جان ہونے کے مفہوم کو خداوندِ عالم نے "جٰثِمِيْنَ" کے لفظ سے ظاہر فرمایا۔ جس کے معنی ہیں "منھ کے بل گرنا" یا "گھٹنوں کے بل بیٹھنا"۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے بیٹھے ہی بے جان ہوگئے۔ ★..... (فضل المتاب)

شیخ الطائفہ نے اِس کے معنی لکھے "منھ کے بل گرنا" ★..... (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

كَانْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ (۶۸) تو اَب جان لو کہ قومِ ثمود نے اپنے پالنے
ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا والے مالک کو نہ مانا (اس لیے) آگاہ ہو جاؤ
بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝ ۶۸ کہ قومِ ثمود خدا کی رحمت سے دور پھینک دی گئی

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ (۶۹) اور جب ابراہیمؑ کے پاس ہمارے فرشتے
بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ خوشی کی خبر لیکر آئے تو اُنھوں نے کہا: تم
سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ پر سلام ہو۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا: تم پر بھی
بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ ۶۹ سلام ہو۔ پھر کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ابراہیمؑ
ایک بھنا ہوا بچھڑا (بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت اُن کے کھانے کیلئے) لے آئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا تعارف

(آیت ۶۹) جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

"جب میں معراج میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرے جدِ بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو میرا استقبال فرمایا۔ (حدیثِ معراج)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ملکِ بابل کے شہر آور میں ہوئی۔ آپؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپؑ پر آپؑ کی زوجہ حضرت سارہؑ کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تنگ آکر وہاں سے ہجرت کی اور فرات کے غربی کنارے پر تشریف لے گئے۔ پھر حرّان، اور پھر فلسطین سے نابلس گئے۔ اسی طرح تبلیغ کرتے کرتے مصر پہنچے۔ حضرت لوطؑ اور حضرت سارہؑ آپؑ کے ساتھ تھے۔

مصر کے بادشاہ نے اپنی بیٹی ہاجرہؑ آپؑ سے بیاہ دی۔ آپؑ نے خدا سے بیٹے کی دعا کی۔

www.drhasanrizvi.com

(چنانچہ دعا مستجاب ہوئی اور) حضرت ہاجرہؑ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت سارہؑ کو رشک ہوا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؑ کو اپنے ساتھ لیکر مکے تشریف لائے۔ اور آج جہاں کعبہ ہے وہاں ایک درخت کے نیچے چھوڑ کر واپس (فلسطین چلے گئے۔ آپ کا قیام فلسطین ہی میں رہا۔

حضرت ابراہیم بار بار حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ سے ملنے آتے رہے۔ پھر آپؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ کعبہ تعمیر کیا۔ جب آپؑ کی عمر سنّو سال کی ہوئی تو حضرت سارہؑ سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ کی وفات ۱۷۵ سال کی عمر میں ہوئی۔ "مدینۃ الخلیل" (فلسطین) میں آپؑ دفن ہیں۔

* ..... (لغات القرآن نعمانی جلد ا ص۳ ملخص)

* فرشتے خدا کی طرف سے بھیجے ہوتے تھے اور انھوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اِن الفاظ میں مخاطب فرمایا "سَلٰمٌ عَلَیکُم"۔ معلوم ہوا کہ سَلٰمٌ عَلَیکُم کہنا بھی درست ہے اور اَلسَّلَامُ عَلَیکُم کہنا بھی درست ہے۔

* ..... (تفسیر تبیان)

* اِن فرشتوں کی اصل منزلِ مقصود تو حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب نازل کرنا تھا۔ راستے میں وہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس ٹھہر گئے تھے اُن کو بشارت دینے کے لیے۔

* ..... (فصل الخطاب)

سلام کرنا فرشتوں کا طریقہ ہے

فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ سلام کرنا فرشتوں کا طریقہ ہے۔

اسی لیے اہلِ اسلام میں ہر دور میں سلام کرنا رائج رہا ہے۔

* ..... (جصاص)

سلام کرنا اللہ کا طریقہ ہے

: اللہ نے اپنے انبیاءؑ پر سلام کہا ہے مثلاً سَلٰمٌ عَلٰی نُوحٍ، سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبرٰھِیمَ، سَلٰمٌ عَلٰی مُوسٰی وَھٰرُونَ وغیرہ اور جنت میں جانے والے مومنوں پر بھی سلام کیا جائیگا جیسے: سَلٰمٌ عَلَیکُمُ ادخُلُوا الجَنَّۃَ (نحل آیت ۳۲)۔ سَلٰمٌ عَلَیکُم طِبتُم فَادخُلُوھَا خٰلِدِینَ (زمر آیت ۷۳)۔

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ (۷۰) مگر جب دیکھا کہ اُن کے ہاتھ تو کھانے
اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ کی طرف بڑھتے ہی نہیں، تو انھیں اُن پر
خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ شک ہوا (کہ کہیں یہ میرے دشمن نہ ہوں) اور
اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ دل ہی دل میں اُن سے ڈر محسوس کرنے لگے۔
تو اُنھوں نے کہا، ڈرو نہیں۔ ہم تو قومِ لوطؑ کی طرف (عذاب کیلئے) بھیجے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے خوف کی وجہ

عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی شخص کسی کی مہمانی کو قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو سمجھا جاتا تھا کہ وہ لوٹنے یا قتل کرنے آیا ہے۔ لیکن بعد کی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھے تو حضرت ابراہیمؑ فوراً سمجھ گئے کہ یہ فرشتے ہیں، اور کیونکہ فرشتوں کا علانیہ طور پر انسانی شکل میں آنا ضرور کسی اہم کام کے لیے ہوا کرتا ہے، اس لیے حضرت ابراہیمؑ کو یہ خوف ہوا ہوگا کہ میری قوم نے کوئی ایسا قصور تو نہیں کر دیا کہ اُن پر خدا کا عذاب لانے کے لیے یہ فرشتے تشریف لائے ہیں۔ اسی لئے اُن مہمان فرشتوں نے یہ نہ کہا کہ ابراہیمؑ! ڈرو مت ہم ڈاکو نہیں، فرشتے ہیں، بلکہ حضرت ابراہیمؑ کو ڈرتے ہوئے دیکھ کر فرشتوں نے فوراً یہ فرمایا: "ڈریے نہیں، ہم تو لُوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں"۔ دوسرے یہ کہ فرشتوں کے آنے کی خبر سن کر سارا گھر پریشان ہو گیا تھا۔ اسی لیے حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ بھی گھبرائی ہوئی باہر نکل آئیں جب اُن کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُن کی بستی پر کوئی آفت آنے والی نہیں ہے، تب کہیں اُن کی جان میں جان آئی۔
*..... (تفہیم القرآن)

خوف کاملین کو بھی ہوتا ہے

حضرت ابراہیمؑ کے ڈرنے سے ماہرین نے یہ نتیجہ نکالا کہ خوف و ہراس اُمورِ طبعی (فطری) ہیں جس طرح بھوک و پیاس، اس لیے ڈرنا مرتبۂ نبوّت یا مرتبۂ ولایت کے ذرہ بھر بھی منافی نہیں۔ *..... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ ۷۱

(۷۱) ابراہیمؑ کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھیں وہ ہنسنے لگیں۔ تو اس پر ہم نے اُن کو اسحاقؑ کی اور اُن کے بعد یعقوبؑ (کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی۔

حضرت سارا کے ہنسنے کی وجوہات

حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ حضرت سارہؓ تھیں جو شروع میں تو فرشتوں کے آنے سے شاید اس لیے ڈریں کہ کہیں اُن کی قوم پر عذاب نہ آجائے۔ پھر جب یہ خوف دور ہوا اور اُن کو معلوم ہو گیا کہ فرشتے حضرت لوطؑ کی بدکار قوم پر عذاب لے کر آتے ہیں تو ڈر دور ہونے کی وجہ سے خوش ہو کر ہنس پڑیں۔ ★..... (موضح القرآن)

★ یعنی قومِ لوطؑ کی ہلاکت پر اور اپنی قوم کی نجات پر خوش ہوئیں اور مسکرائیں۔ (تفسیر جلالین، فتح الرحمٰن)

★ نیز یہ کہ وہ اس بات پر بھی ہنسیں کہ فرشتوں نے انھیں اُن کے ہاں بیٹا ہونے کی خوشخبری دی۔ یہ ہونے والے فرزند اسحاقؑ تھے اور پھر یعقوبؑ کی ولادت کی خوشخبری بھی دی۔ مطلب یہ نکلا کہ جو فرزند عطا ہوگا وہ زندہ بھی رہے گا اور اُس کی نسل بھی چلے گی۔

وَامْرَاَتُهٗ : (اُن کی عورت)

یعنی : سارا بنتِ ہاران (زوجہ حضرت ابراہیمؑ) تھیں جو رشتہ میں حضرت ابراہیمؑ کی چچازاد تھیں۔ اور بعض نے خالہ زاد لکھا ہے۔ یہ وہاں پسِ پردہ مہمان نوازی کے فریضے کو انجام دینے کے لیے کھڑی تھیں۔ جب خلافِ توقع اُمور کو دیکھا تو ازراہِ تعجب ہنس پڑیں۔ خواہ اس کی وجہ ملائکہ کے کھانا کھانے سے رُکنا ہو، یا حضرت لوطؑ کی قوم کے عذاب کی خبر ہو، یا تولدِ اسحٰقؑ کی پیشین گوئی ہو۔ اور آخری بات زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس وقت اُن کی عمر ۹۸ یا ۹۹ برس تقریباً تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ بھی ایک قول کے مطابق ۱۲۰ برس کے تھے۔ بنا بریں تعجب اور ضحک کا صدور خلافِ توقع نہیں تھا۔ ★..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ (۷۲)

وہ کہنے لگیں: "ارے غضب! کیا میرے یہاں اولاد پیدا ہوگی؟ اس حالت میں کہ میں تو بڑھیا ہو چکی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بہت بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔" ۲

تعجب انگیز خبر

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "جن دنوں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اُس دن حضرت سارہ کی عمر ۹۰ سال اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ *...... (تفسیر صافی ص۲۳۹ بحوالہ علل الشرائع)

★ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ حضرت سارہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کے ہاں اسحاقؑ جیسا جلیل القدر بیٹا پیدا ہوگا اور آپ کا پوتا حضرت یعقوبؑ جیسا عالی شان پیغمبر ہوگا، تو وہ حیرت کے عالم میں چیخ پڑیں۔ اُن کے منہ سے نکلا "ہائے میری کمبختی"۔ اِس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ حضرت سارہ حقیقتاً اِس خوشخبری کو کمبختی سمجھتی تھیں، بلکہ اِس قسم کے الفاظ عورتیں اکثر سخت تعجب کے موقع پر بولا کرتی ہیں ان سے کبھی لغوی معنی مراد نہیں ہوتے۔ صرف اظہارِ تعجب ہوتا ہے۔ اور بس۔ *...... (تفہیم القرآن)

★ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر تقریباً سو سال اور حضرت سارہ کی عمر ۹۰ سال تھی۔

★ اسی لیے بڑھاپے کے اعتبار سے بچہ ہونے کی خوشخبری سن کر تعجب کرنا بالکل قدرتی اور فطری عمل تھا۔ * (بیضاوی)

نتیجہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ کسی واقعہ پر اسبابِ ظاہری کے لحاظ سے تعجب کرنا خدا کی قدرتِ کاملہ پر یقین رکھنے کے منافی نہیں۔ *...... (ماجدی)

★ اسی لیے توریت میں ہے کہ: "ابراہامؑ اور سرہؑ (سارہؑ) بوڑھے اور بہت دن کے تھے۔ اور سرّہ (سارہؑ) سے عورتوں کی معمول عادت بھی موقوف ہو چکی تھی۔ تب سرہؑ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا کہ بعد اِس کے کہ میں ضعیف ہو گئی ہوں اور میرا خاوند بوڑھا ہوا، کیا مجھ کو خوشی ہوگی؟"

*.... (پیدائش ۱۸: ۱۱ - ۱۲)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۷۳) رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ ۷۳

فرشتوں نے کہا: "ارے آپ اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہیں؟ (جب کہ اے) ابراہیم کے اہلِ بیت (گھر والو) تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ یقیناً خدا نہایت ہی قابل تعریف اور بڑی ہی شان بان اور بزرگی والا ہے۔

ملائکہ غیرِ نبی سے بھی گفتگو کرتے ہیں

محققین نے حضرت سارہ اور فرشتوں کے درمیان اس مکالمہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ:

ملائکہ غیرِ نبیؑ کے ساتھ بھی گفتگو کرتے ہیں۔ * ..... (ماجدی)

جب حضرت سارہ کو فرشتوں کے اِس قول پر کہ اُن کے بچہ پیدا ہوگا، سخت تعجب ہوا تو اِس تعجب کے دور کرنے کے لیے اور اپنی تسکین کے لیے ایک خشک لکڑی کو لیکر اُن کے ہاتھ میں دیا تو وہ فوراً ہری ہوگئی۔ حضرت جبرئیل کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح خدا کی قدرت خشک لکڑی کو ہری کرسکتی ہے اسی طرح بوڑھا آدمی جوان ہوسکتا ہے۔ * .... (مجمع البیان)

اہل البیت

اور آیت میں جو لفظ "اہل البیت" آیا ہے اس کا ترجمہ 'گھر والو' درست ہے۔

یہی ترجمہ شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے۔ " اے اہلِ ایں خانہ " * ..... (فتح الرحمان)

شاہ رفیع الدین نے ترجمہ فرمایا: "اے گھر والو!" اس لیے آیۂ تطہیر کے ترجمہ کے وقت بھی "اہل البیت" کا ترجمہ "گھر والو" ہی کرنا چاہیے۔ بلکہ "اہل البیت" میں بیت پر جو الف لام ہے اس کے معنی ہوں گے "خاص گھر والے" اب گھر سے مراد وہ خاص گھر ہوگا جو چادر سے حضور اکرمؐ نے بنایا تھا۔ جو اُس چادر کے اندر تھے وہ "اہل البیتؑ" ہوں گے کیونکہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کی بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کے خاندان کی فرد بھی تھیں اور وہ حضرت ابراہیمؑ کی ایسی ہم مزاج بھی تھیں کہ ملائکہ نے براہِ راست اُن سے خطاب بھی فرمایا اسی لیے وہ اپنے ذاتی جوہر اور کمالات کی وجہ سے "اہل البیت" کی مصداق ٹھہریں۔ * ..... (تفسیر بیان فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ (۷۴)

پس جب ابراہیمؑ کا خوف دور ہوگیا اور (اولاد کی) خوشخبری بھی اُنھیں مل گئی تو وہ ہم سے لوطؑ کی قوم کے بارے میں لڑنے جھگڑنے لگے۔

حضرت ابراہیمؑ کا خدا سے جھگڑنا

حضرت ابراہیمؑ کا فرشتوں سے جھگڑا کرنا اُن کی انسان دوستی اور محبت کو پوری طرح ظاہر کرتا ہے۔ سہ "یہی ہے رختِ سفرِ میرِ کارواں کے لیے"۔

اِس کے ساتھ ساتھ جھگڑے کا لفظ یہ بھی بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے خدا سے تعلّقات نہایت بے تکلّفی اور محبت پر مبنی تھے۔ اسی محبّت کے رشتے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ دیر تک خدا سے ردوکد کرتے رہے، اور اصرار کرتے رہے کہ قومِ لوطؑ پر سے عذاب ٹال دیا جائے۔ خدا اُن کو بار بار یہ سمجھا رہا تھا کہ اب یہ قوم ٹھیک ہونے والی نہیں ہے۔ یہ قوم خیر سے بالکل خالی ہو چکی ہے۔ اگر اس قوم میں تھوڑی بہت بھی بھلائی ہوتی یا آئندہ تھوڑی سی بھلائی کی کچھ بھی اُمید ہوتی تو اسے اور مُہلت دیدیتا۔ ★..... (تفہیم القرآن)

★ بائبل میں تو خدا سے حضرت ابراہیمؑ کے جھگڑے کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔

★..... (کتاب پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۳ سے ۳۲)

سوال ؟

★ بھلا بندے کی کیا مجال کہ اپنے خالق و مالک سے جھگڑا کرے، تکرار کرے یا لڑے۔ مگر ابراہیمؑ وہ بندہ ہے جسے خود خدا نے خلیل یعنی اپنا دوست بنالیا ہے۔ اگر اس بات کو خود حضرت ابراہیمؑ بیان کرتے تو یہی فرماتے کہ میں نے خدا سے یہ عرض کی، یہ درخواست کی، مگر خدا نے اپنی دوستی کے رشتے سے حضرت ابراہیمؑ کیلئے فرمایا کہ "پھر وہ ہم سے لوطؑ کی قوم کے بارے میں لڑنے جھگڑنے لگے۔" یعنی یہ کوشش کرنے لگے کہ کسی طرح قومِ لوطؑ پر سے عذاب ٹل جائے۔ مگر یہ لڑنا خدا کو ایسا پسند آیا کہ خدا کی نظر میں قابلِ تعریف ٹھہرا، اسی لیے آخر میں خدا نے فرمایا: "اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ" یعنی ابراہیمؑ بڑے تحمل، برداشت اور دردمند دل رکھنے والے، خدا سے ڈرنے اور خدا کی طرف بہت توجّہ کرنے والے تھے۔" یہ اور بات

www.drhasanrizvi.com

تھی کہ حکمتِ الٰہی اب مزید قومِ لوطؑ کو مہلت دینے کی روادار نہ تھی۔ کیونکہ اُس قوم کی اصلاح کا اب کوئی امکان ہی باقی نہ رہا تھا۔

★ . . . . . (فصل الخطاب)

نتائج آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مقبول سے مقبول ترین انسان کی بھی ہر دعاء یا سفارش لازمی طور پر قبول نہیں ہوتی۔ بندہ کتنا بھی کامل ہو مگر اُس کی نگاہ بہرحال محدود ہی ہوتی ہے۔ اِس لیے کہ خدا کی حکمتِ کاملہ کا احاطہ نہیں کرسکتی۔

★ . . . . . (ماجدی)

لیکن عرفاء کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کی شفاعت رد ضرور ہوئی لیکن اِس بات کا خود حضرت ابراہیمؑ کو علم تھا کہ قومِ لوطؑ کے کرتوت ایسے ہیں کہ خدا کا عذاب روکا نہیں جاسکتا لیکن اُنھوں نے یہ جھگڑا انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کیا۔ اِسی لیے خدا نے خود آخر میں اُن کی تعریف فرمائی ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "نیک سفارش کرکے ثواب پاؤ۔"

(اشفعوا توجروا) (الحدیث)

★ مگر یاد رہے کہ ہر سفارش پر اجر نہیں ملتا۔ صرف اُن کاموں کی سفارش پر اجر ملتا ہے جن کاموں کی خدا نے اجازت دے دی ہے۔

★ . . . . (تفسیر روح البیان)

یُجَادِلُنَا: یعنی: "جب ابراہیمؑ سے خوف ٹل گیا اور بیٹے کی خوشخبری بھی مل گئی تو ہم سے یعنی ہمارے فرشتوں سے قومِ لوطؑ کے عذاب کے متعلق جھگڑنے لگ گئے۔" بات یہ تھی کہ جب اُنھوں نے قومِ لوطؑ کے عذاب کی خبر سُنائی تو حضرت ابراہیمؑ نے دریافت کیا کہ اگر اُن میں پچاس مومن ہوں تو وہ بھی مبتلائے عذاب ہوں گے۔ فرشتوں نے کہا: نہیں۔ پھر وہ تعداد کو کم کرتے گئے کہ اگر اُن میں چالیس، تیس، بیس حتیٰ کہ ایک مومن ہو؟ تو فرشتے ہر سوال کے جواب میں نہیں کہتے رہے۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے حضرت لوطؑ کے متعلق پوچھا تو فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اِس بات کا علم ہے اور ہم اُن کو بچالیں گے۔ ★ . . . . . (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ○ (۷۵) واقعی ابراہیم بڑی قوّتِ برداشت رکھنے والے، ہمدرد، نرم دل اور ہر حال میں خدا سے لَو لگائے رہنے والے انسان تھے۔

يٰٓإِبْرٰهِيْمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَإِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ○ (۷۶) (ہمارے فرشتوں نے کہا) "اے ابراہیم! لوطؑ کی قوم کی سفارش کرنا چھوڑ دو۔ (کیونکہ اب تو) تمہارے پروردگار کا حکمِ (عذاب) ہو چکا ہے۔ اور اب تو ان کے اوپر وہ عذاب آ کر ہی رہیگا جو کسی کے پلٹائے پلٹ نہیں سکتا۔"

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ○ (۷۷) اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو وہ بہت گھبرا گئے اور اُن کا دل تنگ ہونے لگا اور کہنے لگے کہ آج بڑی مصیبت کا دن ہے۔

(آیت ۷۷)

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت لوطؑ مسافروں (فرشتوں) کے آنے پر غمگین ہوئے (معاذ اللہ) ایسی بدگمانی کسی شریف آدمی کے لیے کرنا بھی حرام ہے، نہ یہ کہ نبیؑ کے لیے۔ حضرت لوطؑ کے گھبرانے کا اصل سبب یہ تھا کہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ حضرت لوطؑ کو اپنی قوم کا حال معلوم تھا کہ وہ بدکار قوم ہے۔ اگر انھوں نے ان لڑکوں کو دیکھ لیا اور بدفعلی کرنی چاہی تو میں تنہا ان کا مقابلہ نہ سکوں گا۔

*.... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ (۷۸) (اُن خوبصورت نوجوان مہمانوں کو دیکھ کر)
وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ ۸۰

اُن کی قوم والے بے اختیار اُن کے گھر کیطرف دوڑتے ہوئے آگئے۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے بھی بُرے کام کیا کرتے تھے۔ لوطؑ نے اُن سے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! یہ میری (قوم کی) لڑکیاں موجود ہیں۔ یہ تمہارے لیے زیادہ مناسب ہیں۔ تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے معاملے میں ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے؟

"میری بیٹیوں" سے مراد

حضرت لوطؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ اپنی جنسی خواہشات کو فطری اور جائز طریقوں سے پورا کرو۔ اور اس کے لیے عورتوں کی کمی نہیں۔ ★ ..... (تفہیم)

★ حضرت لوطؑ کا مطلب یہ تھا کہ میری قوم کی عورتوں سے جو نبیؐ کے لیے بیٹیوں کی طرح ہوتی ہیں، اُن سے شادیاں کرو۔ ہم جنس پرستی کا طریقہ چھوڑ دو۔

★ مگر تفسیرِ صافی نے لکھا کہ شاید مراد اپنی بیٹیاں ہی ہوں۔ اس طرح از روئے کرم و رحمت اپنی اولاد کو اپنے مہمانوں کا فدیہ قرار دیا۔ ★ ..... (تفسیر صافی صـ ۲۳۹)

★ لیکن تفسیر قمی میں ہے کہ یہاں "بَنَاتِىْ" (میری بیٹیوں) سے مراد قوم کی عورتیں ہیں کیونکہ نبیؐ اپنی اُمّت کا باپ جیسا ہوتا ہے۔ گویا اپنی قوم کو حلال کام کی ترغیب دی اور حرام سے بچانا چاہا۔ ★ ..... (تفسیر قمی)

★ یہ تفسیر زیادہ معقول ہے۔ اس لیے کہ پوری قوم سے یہ کہنا کہ میری طبعی بیٹیوں سے شادی کرو کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ جبکہ آپ کی صرف دو بیٹیاں تھیں۔ ★ ..... (مؤلف)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ حضرت لوط

www.drhasanrizvi.com

نے یہ کہہ کر اپنی قوم کو شادیاں کرنے کی تعلیم دی۔"

★...... (تفسیر عیاشی بحوالہ کافی)

مہمان کی عزت

محققین نے اس جملے سے کہ "مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رُسوا نہ کرو" سے نتیجہ نکالا کہ کسی کے مہمان کو ذلیل کرنا خود اُس کو ذلیل کرنا ہے۔

★..... (تفسیر صافی ص ۲۳۹)

★ اصل میں عذاب کے فرشتے حضرت لُوطؑ کے پاس لڑکوں کی صورت میں آئے تھے۔ وہ بھی شاید اتمامِ حجت کے لیے تھا۔ کیونکہ قومِ لُوطؑ ہم جنس پرست تھی، اس لیے پوری قوم نے اُن پر حملہ کر دیا۔ اِسی وجہ سے حضرت لُوطؑ کو بڑا صدمہ پہنچا۔

★..... (فصل الخطاب)

★ حضرت لُوطؑ کا اپنی قوم سے یہ فرمانا کہ "اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں" تو بیٹیوں کے لفظ سے حضرت لُوطؑ کی مراد قوم کی عورتیں تھیں۔ کیونکہ ایک نبیؑ کے لیے قوم کی سب عورتیں بیٹیوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔

★..... (تفسیر علی بن ابراہیم)

★ بیٹیوں سے حضرت لُوطؑ کی طبعی بیٹیاں مراد ہو ہی نہیں سکتیں، اس لیے کہ اُن کی بیٹیاں تو صرف دو تھیں اور دوسری طرف پورا مجمع تھا جو نشہ فسق میں مست تھا۔ حضرت لُوطؑ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آخر عورتیں کس لیے موجود ہیں؟ اُن کے ساتھ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟

★..... (تفسیر کبیر بقول مجاہد و سعید بن جبیر، ابن جریر بقول ابن جریح، بحر)

★ اور حضرت لُوطؑ کا یہ فرمانا کہ: "هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ" یعنی: "وہ تمہارے حق میں پاکیزہ تر ہیں۔" اِس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں سے نکاح کرنا نسبتاً زیادہ پاک ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ عملِ نکاح فی نفسہٖ بہت طاہر و پاکیزہ چیز ہے۔

★..... (تفسیر کبیر، روح المعانی)

★ توریت میں ہے کہ: "شہرِ صدوم کے تمام مردوں نے، جوان سے لیکر بوڑھے تک، سب لوگوں نے

www.drhasanrizvi.com

حضرت لوطؑ کے گھر کو گھیر لیا اور انھوں نے حضرت لوطؑ کو پکار کے کہا کہ وہ مرد جو آج کی رات تیرے ہاں آئے ہیں، کہاں ہیں؟ انھیں ہمارے پاس، باہر لا، تاکہ ہم اُن سے صحبت کریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لوطؑ نے کہا ایسا بُرا کام نہ کیجیو۔"

★ .... (پیدائش ۱۹ : ۴-۸)

سبق ۱

پہلے حضرت لوطؑ نے اُن کو خدا سے ڈرایا اور فرمایا: "فَاتَّقُوا اللّٰہَ"۔ یعنی: یہی آپ کی اصل اپیل تھی کہ "خدا سے خوف کرو۔" دوسری دلیل یہ دی کہ "مجھے میرے مہمانوں کے معاملے میں ذلیل نہ کرو۔" کیونکہ مہمانوں کی تذلیل عرفاً بہت معیوب سمجھی جاتی تھی۔

★ .... (ماجدی)

سبق ۲

قومِ لوطؑ کھلّم کھلا خوبصورت لڑکوں کو دیکھ کر بدفعلی کے لیے ٹوٹ پڑی۔ اِس پر خدا کا عذاب آیا۔ اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ "کھلّم کھلا گناہ کرنا بہت بڑا جرم ہے، بلکہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔"

★ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "میرے ہر اُمّتی مجرم گناہگار کو معافی دی جا سکتی ہے سوائے "مجاہرین" کے۔ (یعنی کھلّم کھلا سب کے سامنے گناہ کرنے والوں کے) ایسے گناہگاروں کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اُن کو دنیا میں بھی سزا دی جائے گی اور آخرت میں سخت ترین سزا دی جائے گی۔

★ ...... (تفسیر روح البیان)

★ اصل میں کھلّم کھلا گناہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ (۱) ایسے شخص کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا اور اُس کے احکامات کی کوئی اہمیت نہیں۔ (۲) اُسے نہ خدا سے شرم آتی ہے اور نہ خدا کے بندوں سے۔ (۳) ایسے کھلّم کھلا گناہ کرنا دوسروں کو بھی گناہ کرنے پر اُکساتا ہے اور اُن کو جری بناتا ہے۔ اِس طرح برائیاں عام ہو جاتی ہیں اور بُرے لوگ قوی ہو جاتے ہیں۔ (۴) نسلوں کی اصلاح کی کوئی توقع باقی نہیں رہتی۔ (۵) اور اِس طرح آخرکار برائی، اچھائی بن جاتی ہے اور اچھائی، بُرائی کہلانے لگتی ہے۔

★ ...... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ○ ۷۹ (۷۹) اُنھوں نے جواب دیا: "تم تو جانتے ہی ہو کہ ہمیں تمھاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں"؟

بدفطرتی کی انتہا

یہ فقرہ قومِ لوطؑ کے فکر و عمل کی پوری تصویر کھینچ دیتا ہے کہ وہ ہم جنس پرستی کی گندگی میں کس قدر ڈوبے ہوئے تھے۔ بات صرف اتنی ہی نہیں تھی کہ وہ غیر فطری طریقوں سے اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرتے تھے، بلکہ اب اُن کی ساری دلچسپیاں صرف اور صرف اسی گندی راہ کے لیے وقف ہو چکی تھیں۔ (گویا وہ گندگی کا ایسا کیڑا بن چکے تھے جو گندگی سے باہر نکلتے ہی مرجاتا ہے) اب اُنھیں پاک صاف فطری راہ کے متعلق یہ کہنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی تھی کہ یہ راستہ تو ہمارے لیے بنا ہی نہیں ہے۔ یہ اخلاقی تباہی اور نفس کے بگاڑ کا انتہائی درجہ تھا۔ یہ ایسے آدمی کا مسئلہ نہیں تھا کہ جو صرف اپنے نفس کی کمزوری کی وجہ سے کسی وقت حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے، جبکہ وہ حرام کو حرام اور بچنے کے قابل چیز بھی سمجھتا ہے۔ ایسا شخص کبھی نہ کبھی سدھر بھی سکتا ہے۔ اگر نہ بھی سُدھرے تو زیادہ سے زیادہ اُس کے لیے یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک بگڑا ہوا انسان ہے۔ مگر جب کسی انسان یا قوم کی ساری رغبتیں اور دلچسپیاں صرف اور صرف کارِ حرام اور غیر فطری عمل ہی سے وابستہ ہو کر رہ جائیں، یہاں تک کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ بس یہی عمل حلال ہے اور حرام کام نہیں ہے، پھر اُس کا شمار انسانوں میں نہیں کیا جاسکتا۔ وہ دراصل ایک گندہ کیڑا بن کر رہ جاتا ہے جو گندگی ہی میں زندہ رہ سکتا ہے۔ ایسے کیڑے پر فینائل ڈال کر گھر کو پاک کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ پھر بھلا خدا اپنی زمین پر ایسے گندے کیڑوں کے اجتماع کو کیسے گوارا کرسکتا تھا۔ * ..... (تفہیم القرآن)

* یاد رہے کہ آج یورپ امریکہ اور دیگر بہت سے ترقی یافتہ ملکوں میں ہم جنس پرستی کے عمل کو جائز بلکہ فطری قرار دیا جاچکا ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اُن کی فطرت کس قدر بگڑ چکی ہے۔ امریکی فوج بھی اس کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ * (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۝۸۰ (۸۰) لُوطؑ نے کہا: "کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی (کہ میں تمھیں سیدھا کرسکتا) یا کوئی مضبوط ستون کا سہارا ہی ہوتا کہ اُس کی پناہ لے لیتا۔"

اسبابِ ظاہری سے تمسّک شرک نہیں

حضرت لوطؑ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کاش خود مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں اپنی قوّت کے بل پر تم بدمعاشوں کو تمھاری بدکاریوں سے روک سکتا۔ کاش میرا زبردست قبیلہ، کنبہ یا جتھہ ہوتا۔ اصل بات یہ تھی کہ حضرت لوطؑ تو خود پردیس میں مقیم تھے۔ اس لیے آپ کے عزیزوں کی وہاں کوئی جماعت نہ تھی۔ وہ اُس قوم کو سمجھانے کے لیے تشریف لائے تھے۔

★ .... (تفسیر روح البیان)

نتیجہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ پریشان کن حالات میں اسبابِ ظاہری سے تمسّک کرنا ایک امرِ طبیعی ہے اور شریعت میں بالکل جائز ہے۔ ★ ..... (ماجدی)

★ عرفاء نے لکھا کہ آپؑ کی یہ تمنّا آپؑ کے عرفان کی دلیل ہے۔ عارفِ کامل ایسے ضعف اور کمزوری کے عالم میں خاص تربیّت پاتے ہیں۔ اِسی لیے کہا گیا کہ عارفِ کامل کی تکمیل عجز و ضعف سے ہوتی ہے۔ ★ ..... (تفسیر روح البیان)

★ حضرت ابنِ عباس رضؓ نے فرمایا کہ حضرت لوطؑ کی دعاء قبول ہوئی کیونکہ وہ یہی چاہتے تھے کہ بدکاروں کا مقابلہ قوّت کے ساتھ کیا جائے (خدا نے فرشتوں کے ذریعہ اُن کو قوّت عطا کی) اِسی طرح ہمارے نبیؐ کو اُن کے خاص قبیلے میں سے حضرت ابوطالبؑ کی حمایت اور پناہ حاصل رہی۔ حضرت ابوطالبؑ نے ابتدائے اسلام ہی میں حضرت رسولِ اکرمؐ کو اپنی پناہ میں لیا تھا اور آپ نے اُن کی ہر ہر طرح سے امداد فرمائی۔ حضرت ابوطالبؑ کے انتقال کی وجہ سے حضورؐ مجبور ہوگئے کہ مکّہ سے مدینہ ہجرت فرمائیں۔ (ہجرت سے آخرِ عمر تک حضورؐ کی مدد اُن کے فرزند علیؑ بن ابی طالبؑ نے کی)

★ ..... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝۸۱

(۸۱) تب فرشتوں نے لوطؑ سے کہا: "اے لوطؑ! ہم تو تمہارے مالک کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اب آپ رات کے کسی بھی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیے۔ اور آپ لوگوں میں سے کوئی پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔ سو آپ کی بیوی" کیونکہ یقیناً اُس پر بھی وہی کچھ مصیبت پڑنے والی ہے جو اُن لوگوں پر پڑے گی۔ (اور حقیقتاً (اِن لوگوں کی بربادی کا) مقرر شدہ وقت صبح کا ہے۔ تو کیا اب صبح نزدیک نہیں ؟

حضرتِ لوطؑ کی زوجہ

حضرتِ لوطؑ کی بیوی اصل میں بدمعاشوں اور دشمنوں سے ملی ہوئی تھی۔ اسی لیے فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ اُس پر کوئی نصیحت کام نہیں کریگی۔ وہ ہماری ہدایت پر عمل نہیں کرے گی۔ کیونکہ اُس کا دل کافروں اور بدمعاشوں کے ساتھ جُڑا ہوا ہے۔ جب بدمعاشوں پر عذاب آئے گا تو وہ ضرور اُن کی طرف اُن سے محبت اور تعلق کی وجہ سے دیکھے گی اور اسطرح خود اُس کا بھی تیا پانچا ہو جائے گا۔ (بدمعاشوں سے قلبی لگاؤ کا یہی انجام ہوتا ہے۔) (ماجدی)

* . . . .

★ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" (قیامت کے روز) ہر شخص اُسی کا ساتھی ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔" اسی لیے خدا نے ہمیں اہلِ بیتِ رسولؐ کی محبت کا حکم دیا ہے تاکہ اپنے اس قلبی تعلق کی وجہ سے ہم اہلِ بیتِ رسولؐ سے ملحق کر دیئے جائیں۔ (انشاء اللہ۔ آمین)

* . . . . . (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

ہمارا محب آخرت میں ہمارے ساتھ ہوگا

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "مَنْ اَحَبَّنَا لِلّٰهِ وَرَدَ نَا نَحْنُ وَ اِيَّاهُ عَلٰى نَبِيِّنَا هٰكَذَا (وَضَمَّ اَصْبَعَيْهِ) وَمَنْ اَحَبَّنَا لِلدُّنْيَا تَسِعُ الْبِرَّ وَالْفَاجِرَ۔"

یعنی: "جس نے ہمیں خوشنودیِ خدا کے لیے دوست رکھا، تو ہم اور وہ دونوں اپنے نبیِ کریمؐ کی خدمت میں یوں اکٹھا وارد ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (آپؑ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتایا) اور جو شخص ہمیں دنیا (کے حصول) کے لیے محبوب رکھے گا تو دنیا تو نیک اور بد سب ہی کو حاصل ہو جاتی ہے۔"

★.... (بلاغت الحسینؑ)

★ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص ہمارا غم سن کر اپنے دل میں تکلیف یا کسک محسوس کرتا ہے، وہ آخرت میں "مَعَنَا فِيْ دَرَجَتِنَا" "ہمارے ساتھ ہمارے درجات میں ہوگا۔"

★.... (بحار انوار۔ جلاء العیون)

★ فطری طور پر کسی کی تکلیف سن کر دل میں تکلیف محسوس کرنا محبت اور قلبی تعلق ہی کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔ اس لیے جس کو جس قدر محمدؐ و آلِ محمدؐ سے محبت ہوگی اسی قدر وہ آخرت میں ان کا ساتھی بننے کا مستحق ہوگا۔ مگر یاد رہے کہ محبت یا قلبی تعلق بغیر اطاعت و فرمانبرداری، یعنی محبوب کی رضامندی کے کام کیے بغیر معتبر نہیں ہوتا۔ محبت وہی معتبر ہے جس میں محبوب کی اطاعت بھی کی جائے۔ محبوب کی رضامندی کے بغیر محبت کا دعویٰ ایسا ہے جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔

قرآن نے فرمایا: "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ .... الخ" (آلِ عمران)

یعنی: اے رسولؐ! کہہ دیجیے کہ اگر تم خدا سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

www.drhasanrizvi.com

مُحِب کی پہچان ؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: "اے جابر! جو شخص شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا وہ اِس بات کو کافی سمجھتا ہے کہ ہم اہلِ بیت، کی محبت کا صرف زبانی اقرار کرے؟ قسم بخدا! ہمارا شیعہ نہیں ہے مگر وہ جو خدا سے ڈرے اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اور وہ لوگ صرف اِن باتوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ متواضع کرتے ہوں، نرم دل ہوں، امین ہوں، ذکرِ خدا بکثرت کرتے ہوں، نماز روزے کے پابند ہوں، والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہوں، اپنے ہمسایوں میں فقراء، تنگدستوں، قرضداروں اور یتیموں کی خبرگیری کرتے ہوں، سچ بولتے ہوں، قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوں، لوگوں کے متعلق اپنی زبانیں بند رکھتے ہوں سوائے نیک بات کے۔ اپنے خاندان میں ہر چیز میں امین سمجھے جاتے ہوں۔"

جابر نے عرض کی کہ اے فرزندِ رسولؐ! آجکل تو میں کسی کو اِن اوصاف کا متحمّل نہیں پاتا۔

حضرت نے پھر ارشاد فرمایا: "اے جابر! تم کو مختلف مذاہب اِدھر سے اُدھر نہ کر دیں۔ مردِ مسلمان نے یہ کافی سمجھ لیا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام کی محبت کا اقرار کرے اور اُن حضرت کی ولایت کا دم بھرتا رہے اور صالح و نیک اعمال نہ کرے۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ میں جنابِ رسولِ خداؐ سے محبت کرتا ہوں درآنحالیکہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے بہتر ہیں اور وہ نہ تو پیغمبرؐ کی سیرت کی پیروی کرے اور اُنکی سنّت پر عمل کرے، تو پیغمبرؐ کی زبانی محبت اُسے کچھ بھی نفع نہ پہنچائیگی۔

پس خدا سے ڈرو اور اُس کی طرف سے جو ثواب معیّن ہے اُس کیلئے عمل کرو۔ کیونکہ خدا اور بندے کے درمیان کوئی قرابتداری نہیں ہے۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ اُسکی اطاعت کرتا ہو۔

اے جابر! خدا کی قسم: اُس کی بارگاہ میں تقرّب صرف اُس کی فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ہمارے پاس آتشِ جہنّم سے بَری ہو جانے کا پروانہ نہیں ہے، اور نہ خدا پر اُس کے کسی بندے کی حجت قائم ہے۔

جو خدا کا مطیع و فرماں بردار ہے وہ ہمارا دوست ہے، اور جو خدا کا عاصی و نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور ہماری ولایت نہیں مل سکتی جب تک عمل اور پرہیزگاری نہ ہو۔"

...... (از: اصول کافی باب اطاعت و تقویٰ)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۝ ۸۲

(۸۲) پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آپہنچا تو ہم نے اُس بستی کے اوپر کے حصّے کو نیچے دبا دیا اور اُن پر مسلسل پکّی ہوئی مٹّی کے کنکر پتھر خوب برسائے

حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب

جبرئیل امین نے اپنے بازو کو قومِ لوطؑ کے شہروں کی زمین کے طبقوں کے نیچے رکھا، پھر اُسے اُٹھا کر آسمان میں بہت اونچا بلند کیا، اور پھر اُن کی بستیوں کو اُلٹ دیا۔ پھر فرشتوں نے اُن پر پتھر برسائے جو پتھرائی ہوئی مٹّی کے تھے۔ اِسی لیے خدا نے اُن پتھروں کو "حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ" فرمایا ہے۔ سِجّیل، فارسی لفظ ہے جو سنگ (پتھر) اور گِل (مٹّی) سے مل کر بنا ہے۔

★ ..... (تفسیر صافی ص۱۳۹)

★ قومِ لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ غالباً کسی آتش فشاں کے پھٹنے کی شکل میں آیا تھا۔ پہلے آتش فشاں پھٹنے کی وجہ سے سخت زلزلے آئے جس نے اُن بستیوں کو اُلٹا کر کے تل پٹ کر دیا ہوگا۔ اور پھر آتش فشاں کے اُبلتے ہوئے مادّے کے گرنے کی وجہ سے زوردار پتھراؤ ہوا ہوگا۔ اِسی لیے شاید آج تک بحرِ لوط کے جنوب مشرقی علاقے میں آتش فشاں کے پھٹنے کے اثرات نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ★ ..... (تفہیم القرآن)

★ مروی ہے جبرئیلؑ نے اپنے پر سے اُن کی زمین کے طبقے کو اِس قدر بلند کیا کہ اُن کے مُرغوں اور کتّوں کی آوازیں اہلِ آسمان سُنتے تھے۔ پس وہاں سے اُس کو اُلٹا کر کے پھینک دیا اور اُن پر پتھر بھی برسائے گئے۔ اور یہ چار بستیاں تھیں جن کو موتفکات بھی کہا گیا ہے۔ سدوم[۱]، عامورا[۲]، دوما[۳] اور صبوایم[۴]۔ اور اِن کا بڑا شہر سدوم تھا۔ اور حضرت لوطؑ کی رہائش اِسی میں تھی۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

مُّسَوَّمَۃً عِنْدَ رَبِّکَ ؕ وَمَا (۸۳) اور ہر پتھر آپؐ کے مالک کے ہاں سے
ھِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ۸۳ؑ نشان زدہ تھا (کہ یہ فلانے بدمعاش کا سر توڑنے کے لیے ہے) اور (آج بھی) ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں ہے

اُمّتِ مسلمہ کو تنبیہ

خدا کا فرمانا کہ: "وہ (عذابِ قومِ لوطؑ) اُن ظالموں سے دور نہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قومِ لوطؑ کی روش پر چل رہے ہیں، وہ آج بھی قومِ لوطؑ والے عذاب کو اپنے سے دور نہ سمجھیں۔ عذاب اگر قومِ لوطؑ پر آسکتا ہے تو اُن پر بھی آسکتا ہے۔ نہ قومِ لوطؑ خدا کو عذاب بھیجنے سے روک سکی تھی، اور نہ آج کی ترقی یافتہ قومیں روک سکتی ہیں۔ (بُرے کام کا ہمیشہ بُرا ہی انجام ہوتا ہے)۔

ع (اِس طرح تو ہوتا ہے اِس طرح کے کاموں میں) ..... (تفہیم القرآن)

روایت میں آیا ہے کہ جو لوگ قومِ لوطؑ کے عمل کے قائل ہوتے ہیں، مرتے ہوئے اُن پر بھی قومِ لوطؑ والے عذاب کا پتھراؤ ہوتا ہے۔ اِس طرح قومِ لوطؑ والا عذاب لوطیوں سے دور نہیں رہتا۔ ..... (مؤلف)

نیز اِس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قومِ لوطؑ کے وہ شہر جن پر عذاب نازل ہوا تھا مکّہ والوں سے کچھ زیادہ دور نہیں، اِس لیے کہ وہ اُن کے حالات خود معلوم کرسکتے ہیں کہ بُرے کام کا کتنا بُرا انجام ہوا۔؟ ..... (فصل الخطاب، تفسیر جلالین)

"وَمَا ھِیَ" اِن الفاظ سے تمام اُمّتِ اسلامیہ کو بھی سرزنش اور تنبیہ کردی گئی ہے کہ ہر ظلم کرنے والے کو اگر خدا چاہے تو اِس عذاب سے معذّب کرسکتا ہے۔ لہٰذا ظالموں کو خدا کی ڈھیل سے مغرور نہ ہونا چاہیے۔

مروی ہے کہ قومِ لوطؑ کا ایک آدمی اُن دنوں حرم کی حدود میں داخل ہوگیا تھا، لہٰذا اُس کے نام کا پتھر فضا میں معلق رہا، جب وہ حرم سے باہر آیا تو پتھر اُس پر گرا اور وہیں ڈھیر ہوگیا۔ عذاب میں گرفتار ہونے والوں میں چالیس لاکھ افراد تھے۔ (مجمع البیان) حضرت لوطؑ پر ایمان لانے والی صرف اُن کی دو بیٹیاں تھیں۔ (جن کا نام زعورار اور ریثا و تھا)۔ ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ (۸۴) قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝ ۸۴

اور مدینؑ والوں کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: "اے میری قوم والو! اللہ کی بندگی کرو۔ (کیونکہ) اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ آج تو میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا کہ جس کا عذاب سب کو گھیر لے گا۔

ناپ تول میں کمی کی سزا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے جناب رسولِ خداؐ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا پایا کہ: "جب ناپ تول میں ڈنڈی ماری جائے گی یا (کاروباری معاملات میں) دھوکے بازی کی جائے گی، تو اللہ اُن لوگوں کو قحط اور مہنگائی کے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔"

★ نیز دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ فرمایا کہ: "ظالم بادشاہ کو اُن پر مسلط کر دے گا، پھر اُن کو روزی بڑی تکلیف اُٹھا کر میسر ہوگی۔" ★ ...... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۰ بحوالہ کافی)

نتائج

محققین نے اِس آیت کے شروع کے حصّے سے یہ نتیجہ نکالا کہ: ۱۔ ہر نبیؑ کی پہلی و بنیادی تعلیم اور پیغام، توحید کا پیغام ہوتا ہے۔ ۲۔ دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ قرآن، اعتقادی گمراہیوں کے ساتھ ساتھ اخلاقی، معاشی اور معاشرتی گمراہیوں کا بھی ازالہ کرتا ہے۔ ۳۔ قرآنی تعلیمات میں معاشی انصاف بڑی اہمیت رکھتا ہے اور کسی کو معاشی نقصان پہنچانا سخت ناپسند ہے۔ ۴۔ قرآن ایمانداری سے کاروبار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کاروباری بے ایمانی کو حرام سمجھتا ہے اور قابلِ سزا جرم قرار دیتا ہے۔

۵۔ غرض اسلام ایک معاشرتی مذہب ہے۔ ★ ...... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ (۸۵) تو اے میری قوم والو! بالکل ٹھیک ٹھیک
الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا انصاف کے ساتھ پورا پورا ناپا تولا کرو اور
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا لوگوں کو اُنکی چیزیں کم نہ دو۔ اور تم فسادی بنکر
فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ ۸۵ زمین میں خرابی یا فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ (۸۶) اگر تم ایماندار ہو تو تمہارے لیے اللہ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا کی وہ نعمت کہیں بہتر ہے جو (ایمانداری سے
عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○ ۸۶ ناپ تولنے کے بعد) باقی رہ جائے۔ اور میں
کوئی تمہارا نگہبان یا محافظ نہیں ہوں۔

میں ہی بقیّتُ اللہ ہوں

جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو اُموی خلیفہ نے شام بلایا اور واپسی پر اُس کے حکم سے شہر مدین کا دروازہ آپؑ پر بند کر دیا گیا تو حضرت امام محمد باقرؑ مدین کے ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہ پہاڑ مدین کے لوگوں کو شہر کے اندر سے صاف نظر آتا تھا۔ پھر آپؑ نے مدین کے لوگوں سے بلند آواز میں خطاب فرمایا کہ "اے اِس شہر کے رہنے والو! جس کے رہنے والے ظالم ہیں"۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی " اگر تم ایماندار ہو تو تمہارے لیے اللہ کی وہ نعمت کہیں بہتر ہے جو باقی رہ جائے"۔ پھر فرمایا: "میں ہی وہ بقیّتُ اللہ ہوں" (یعنی اللہ کی وہ نعمت میں ہی ہوں جو باقی ہے)۔ پھر فرمایا: خدا فرماتا ہے کہ " اگر تم ایماندار ہو تو تمہارے لیے اللہ کی وہ نعمت کہیں بہتر ہے جو باقی ہے"۔

مدین کے رہنے والوں میں ایک بوڑھا آدمی تھا، وہ لوگوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: "اے لوگو! خدا کی قسم حضرت شعیبؑ نے بھی یہی کلام اپنی قوم سے فرمایا تھا"۔ اگر تم اِس شخص کی خدمت میں نہ جاؤ گے اور اس کو

www.drhasanrizvi.com

اپنے شہر کے بازاروں سے نہ گذرنے دو گے تو خدا کا عذاب یا اوپر کی طرف سے نازل ہوگا یا نیچے کی طرف سے۔
(یہ سن کر شہر کے لوگوں نے حضرت امامؑ کے لیے شہر کے دروازے کھول دیے اور بڑے احترام سے پیش آئے۔)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: "جب حضرت امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے تو سب سے پہلے یہی آیت تلاوت فرمائیں گے۔ اور پھر فرمائیں گے " اَنَا بَقِیَّتُ اللّٰہِ وَحُجَّتُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ عَلَیْکُمْ "۔ یعنی: "میں تم سب کے لیے خدا کی باقی رہنے والی یادگار ہوں اور تم پر خدا کی حجت (دلیل) ہوں اور خدا کا خلیفہ ہوں۔" پھر جو شخص آپ پر سلام کرے گا وہ یہی کہکر سلام کرے گا کہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَقِیَّتَ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ (یعنی۔ سلام ہو آپ پر اے خدا کی زمین پر خدا کی باقی رہنے والی یادگار!)

(اکمال الدین) ..... *

★ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۴۸ میں ہے کہ: "اُن کے نبیؑ نے اُن سے کہا کہ طالوت کی حکومت کی (بادشاہ ہونے کی) نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ تابوت آئے گا جو تمھارے رب کی طرف سے تسکین وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ ...... الخ۔ اور آلِ موسیٰؑ وآلِ ہارونؑ کے ترکہ (تبرکات) کا بقیہ ہے۔"

★ حضرت شعیبؑ کے آخری الفاظ کا مطلب یہ تھا کہ "میرا تم پر کوئی زور نہیں ہے، میں صرف تمھاری خیر خواہی کر سکتا ہوں، زیادہ سے زیادہ بس اتنا کر سکتا ہوں کہ تمھیں سمجھا دوں۔ آگے تمھیں خود اختیار ہے چاہے میری بات مانو یا نہ مانو۔ اصل چیز تم سے ڈرنا نہیں ہے بلکہ خدا کی باز پرس سے ڈرنا ہے۔ اگر تمھیں خدا کا کچھ خوف ہے تو اپنی اِن حرکتوں سے باز آجاؤ۔ * .... (تفہیم القرآن)

★ خدا کا ارشاد " اللہ کی نعمت جو باقی رہ جائے بہتر ہے تمھارے لیے اگر تم ایماندار ہو"۔ اس کا مطلب بعض مفسرین نے یہ لیا کہ صحیح ناپ تول کے بعد جتنا نفع تمھارے لیے باقی رہ جائے وہ حرام کمائی سے بہت اچھا ہے۔ اس لیے کہ وہ حلال ہوگا اور اُس کا کمانا عبادت ہوگا، اُس پر باز پرس نہ ہوگی۔
* ...... (تفسیر فصل الخطاب۔ بحر)

★ ڈنڈی مار کر حرام کمانے سے بچو گے تو تمھیں خدا کے ہاں کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں ملیں گی جو دنیا کی بے ایمانی سے کمائی ہوئی نعمتوں سے کہیں بہتر ہیں۔ * ... (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝ ۸۷ (۸۷)

اُنھوں نے جواب دیا: "اے شعیبؑ! کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے اُن سب کے سب معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پوجا پاٹ اور بندگی ہمارے باپ دادا تک کیا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہمیں خود اپنے اموال تک میں اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کا اختیار نہ ہو؟ واقعی بس تُو ہی ایک بڑا برداشت کرنے والا اشریف آدمی رہ گیا ہے!"

قومِ شُعیبؑ کی کٹھ حجتی

قومِ شعیبؑ کا یہ کہنا کہ: "اے شُعیبؑ! کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے ..... الخ۔ تو اصل میں یہ حضرت شُعیبؑ کی قوم کا طنزیہ جملہ ہے۔ جس کی روح آج بھی ہر اُس کرپٹ (بدکردار) سوسائٹی میں موجود رہتی ہے جو خدا سے غافل ہو کر ہر قسم کی بُرائی میں ڈوب چکی ہوتی ہے۔ کیونکہ نماز دینداری کی سب سے پہلی اور نمایاں نشانی سمجھی جاتی ہے، اسی لیے دنیا کے بدمعاش لوگ نماز پڑھنے کو سب سے زیادہ خطرناک بیماری کی علامت سمجھتے ہیں۔ کسی کو نماز پڑھتے دیکھ کر یہ بدمعاش لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اِس شخص پر دینداری کی بیماری کا حملہ ہو گیا ہے۔ کیوں کہ یہ بدکردار لوگ یہ جانتے ہیں کہ اب یہ خود بھی بُرائی سے رُکنے لگے گا اور ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی درست کرنے کی کوشش شروع کر دے گا، اِس لیے بے دین لوگ نماز پڑھتے دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ اب ہم پر بَلا کی تنقید ہو گی اور دینداری کا وعظ شروع ہونے والا ہے۔ ہمارے ہر عمل پر کیڑے نکالنے کا ایک لامتناہی سلسلہ چھِڑا چاہتا ہے۔ اِسی لیے بدمعاش لوگ نمازی پر سب سے زیادہ طعنے کستے ہیں، اور نمازیوں کو خوب کوستے ہیں۔

..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِسلام کا فلسفہ

اور قومِ شعیبؑ کا یہ کہنا کہ: "بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمیں خود اپنے اموال تک میں اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کا کچھ اختیار نہ ہو؟" یہ جملہ بھی اسلام کی ضد جاہلیت کے نظریے کی مکمل ترجمانی کر رہا ہے۔ اِسلام کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ کی بندگی صرف چند رسومات کے ادا کر دینے کا نام نہیں، بلکہ تمدّن، معاشرت، معیشت، سیاست، غرض زندگی کے تمام شعبوں میں خدا کے احکامات پر عمل کرنے کا نام بندگی یا عبادت ہے۔ اس لیے انسان کو اپنی ہر چیز کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے۔ انسان کو خود مختارانہ تصرّف کا حق نہیں۔ اس کے مقابلے میں جاہلیت کا نظریہ یہ ہے کہ ہم جو چاہیں کریں۔ یا پھر ہمیں اپنے باپ دادا کے طریقوں پر چلنا چاہیئے۔ اور اگر دین کوئی چیز ہے بھی تو اُس کا تعلق صرف پوجا پاٹ کی رسومات سے ہے، باقی رہے دُنیوی معاملات، تو اِس میں ہمیں پوری طرح آزادی ہے، ہم جو چاہیں کریں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ زندگی کو دین اور دنیا کے دو الگ حصّوں میں تقسیم کرنے کا تخیل کوئی نیا تصور نہیں۔ آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے قومِ شعیبؑ کا بھی یہی فلسفہ تھا جو آج اہلِ مغرب کا ہے۔ یہ کوئی نئی روش نہیں ہے جو کسی ذہنی ارتقا کا نتیجہ ہو۔ یہ وہی پرانی تاریک خیالی ہے، جو ہزاروں سال سے جاہلیت کی آن بان رہی ہے۔ اور اسلام ہمیشہ سے اِس نظریہ کے خلاف رہا ہے۔

★..... (تفہیم القرآن)

★ اکثر مفسّرین نے حضرت شعیبؑ کی قوم کے اِس جملے کو "واقعی بس تو ہی ایک بڑا برداشت کرنے والا شریف آدمی رہ گیا ہے" طنزیہ جملہ قرار دیا ہے۔ ★.... (روح المعانی۔ تفسیر جلالین)

★ مگر اِس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قوم اُن کو واقعی شریف اور متحمّل انسان سمجھتی ہو۔ اِس لیے اعلانِ نبوّت سے پہلے کے طویل عرصے تک حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کے افعال و اعمال پر کوئی اعتراض نہ کیا تھا جبکہ وہ دل سے اُن کے اعمال کو بُرا سمجھتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیؑ اعلانِ نبوّت سے پہلے بھی اپنی قوم کی بدکاریوں سے بیزار ہوتا ہے۔ ہاں لب کشائی اُس وقت تک نہیں کرتا جب تک خدا اُس کو تبلیغ کا حکم نہیں دیتا۔ ★.... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

(۸۸) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ ۸۸

انھوں نے کہا: "اے میری قوم! کیا تم نے غور کیا کہ میں اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل پر ہوں اور اُس نے مجھے اپنے ہاں سے اچھا رزق بھی عطا فرمایا ہے[1]۔ اور میں یہ بھی تو نہیں چاہتا کہ میں تمھاری مخالفت کروں یا اُن چیزوں کو خود کروں جن کے کرنے سے میں تمھیں روکتا ہوں۔ میں تو صرف اصلاح کرنا چاہتا ہوں، جہاں تک کہ میں کر سکوں۔ اور یہ جو کچھ بھی میں کرنا چاہتا ہوں اس کا بھی دار و مدار اللہ ہی کی توفیق پر ہے۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور اُسی کی طرف لَو لگائے رکھتا ہوں

---

[1] حضرت شعیبؑ کا فرمانا کہ "خدا نے اپنے ہاں سے مجھ کو اچھا رزق بھی عطا کیا ہے"۔ تو رزق کے یہاں دو سرے کئی معنی ہیں۔ ایک معنی تو علمِ حق کے ہیں جو مجھے خدا نے بخشا ہے۔ اور دوسرے معنی "زندگی گذارنے کے ذرائع" ہیں، جو اللہ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اِس لیے اب میرے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں جان بوجھ کر ان بداخلاقیوں اور گمراہیوں میں تمھارا ساتھ دوں جن میں تم مبتلا ہو۔

ممکن ہے کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کے اِس جملے کا جواب دیا ہو کہ جو اُنھوں نے طنزاً کہا تھا کہ "اے شعیبؑ! بس تم ہی ایک عالی ظرف اور راست باز آدمی رہ گئے ہو" تو اِس تُرش جملے کا ٹھنڈا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ: بھائیو! اگر میرے رب نے مجھے حق شناس

www.drhasanrizvi.com

بصیرت بھی دی ہے اور ساتھ ساتھ رزقِ حلال بھی عطا فرمایا ہے ، تو پھر میرے لیے یہ کیسے مناسب ہے کہ میں تمھاری گمراہیوں اور حرام خوریوں کو حق حلال کہہ کر خدا کی ناشکری کروں ؟

نیز یہ کہ میری سچائی کا تو تم اسی بات سے اندازہ کر سکتے ہو کہ میں جو کچھ دوسروں سے کہتا ہوں اُسی پر خود بھی عمل کرتا ہوں۔ اگر میں خود بتوں کے آستانوں یا سرمایہ داروں کے محلوں کا مجاور بن کر بیٹھ جاؤں، تب تم ضرور یہ کہہ سکتے تھے کہ میں اپنی دُکان چمکانے کے لیے دوسروں کی دُکان، اور کاروبار کو بگاڑ رہا ہوں۔ اگر میں خود اپنے کاروبار میں بے ایمانی کر رہا ہوتا تو تم ضرور یہ کہہ سکتے تھے کہ اپنی ساکھ جمانے کے لیے ایمانداری کا ڈھول پیٹ رہا ہوں۔ مگر تم دیکھ رہے ہو کہ میں خود اُن برائیوں سے بچتا ہوں جن سے تمھیں روک رہا ہوں۔ یہ بات اِس بات کا واضح ثبوت ہے کہ میں سچا کھرا انسان ہوں۔

*...... (تفہیم القرآن)

* حضرت شعیبؑ کا فرمانا کہ: "میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر قائم ہوں۔" تو دلیل سے یہاں مراد دولتِ نبوت اور حکمت ہے۔

*..... (روح المعانی)

* اِس دلیل سے مراد جائز آمدنی بھی لی گئی ہے۔ یعنی مالِ حلال جو خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

*..... (بیضاوی)

* اِس دلیل سے مراد "توحید کا علم" بھی لیا گیا ہے۔

*...... (تفسیر کبیر)

انبیاء کرامؑ کا اندازِ بیان

یہ ہوتا ہے کہ کمالِ عبدیت اور قوم کی اصلاح کی نسبت ذرا اپنی طرف بیان ہو گئی تو فوراً اُس کو خدا کی جانب پھیر دیا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ایک نبیؑ اور دُنیا کے بڑے بڑے لیڈر اور مصلحین جُدا ہو جاتے ہیں۔ لیڈروں کی نگاہ ہمیشہ لوگوں کی تعداد، مال، دولت، کرسی اور مادّی طاقت پر ہوتی ہے، جبکہ پیغمبروں کی نگاہ اوّل سے آخر تک صرف اور صرف خُدا پر رہتی ہے۔

*..... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ ۸۹

(۸۹) اے میری قوم! کہیں میری مخالفت تمھیں ایسا مجرم نہ بنا دے کہ تم پر بھی وہی عذاب آکر رہے جو قومِ نوحؑ یا قومِ ہُودؑ یا صالحؑ کی قوم پر آیا تھا۔ اور لُوطؑ کی قوم (کا زمانہ) تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔

حضرتِ شعیبؑ اپنی قوم کو گذری ہوئی اُمتوں پر عذاب سے متنبہ کر رہے ہیں

مطلب یہ ہے کہ قومِ لوطؑ کا واقعہ تو ابھی تازہ ہے۔ تمھارے قریب ہی کے علاقے میں پیش آچکا ہے غالباً اُس وقت قومِ لوطؑ کی تباہی کو سات سو برس سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اور جغرافیائی حیثیت سے بھی قومِ شعیبؑ کا ملک اُس علاقے سے بالکل قریب تھا جہاں قومِ لوطؑ رہا کرتی تھی۔

..... (معالم، ابنِ جریر، ابنِ کثیر)

نتائج! محققین نے نتیجہ نکالا کہ ۱: ہر نبیؑ اپنی اُمت پر بے حد مہربان ہوتا ہے۔ اِسی محبت کی وجہ سے حضرتِ شعیبؑ اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ "کہیں مجھ سے ضد رکھنے کی وجہ سے تم ایسی حرکتیں نہ کر بیٹھنا کہ آخر کار تم بھی اُنہی سزاؤں کے مستحق بن جاؤ جو تم سے پہلے کی قومیں بھگت چکی ہیں۔

۲: دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جس قدر انبیاءؑ کو اپنی اُمت سے محبت ہوتی ہے اُسی قدر اُمت کے بدمعاشوں کو نبی سے ضد اور دشمنی بھی انتہائی کمال پر ہوتی ہے۔

..... (ماجدی۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا (۹۰) تو دیکھو! اپنے پالنے والے مالک سے
اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ ۹۰ معافی مانگ لو اور اُسی کی طرف پلٹ
آؤ۔ کیونکہ حقیقتاً میرا پالنے والا مالک بڑا ہی رحم کرنے والا اور محبّت کرنے والا ہے۔

خدا کی رحمتیں، معافیاں اور محبّت

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خداوندِ عالم سنگدل اور بے رحم نہیں۔ اُس کو اپنی مخلوقات سے کوئی دشمنی بھی نہیں کہ خواہ مخواہ اُن کو سزا دے۔ وہ اپنے بندوں کو مار مار کر خوش نہیں ہوتا۔ مگر جب تم لوگ اپنی سرکشی میں حد سے کہیں زیادہ بڑھ جاتے ہو اور کسی طرح فساد پھیلانے سے باز نہیں آتے تب بادلِ ناخواستہ وہ تمھیں سزا دیتا ہے۔ وہ اُس کا حال تو یہ ہے کہ تم چاہے کتنے ہی قصوروار کیوں نہ ہو، اگر تم اپنے اعمال پر شرمندہ ہو کر خدا کی طرف پلٹو گے تو اُس کا دامنِ رحمت تمھیں اپنی آغوش میں لے لے گا۔ کیونکہ خدا اپنی مخلوق سے بے پناہ محبّت کرتا ہے۔

میں گنہگار، سیہ کار، خطا کار مگر
کس کو بخشے تری رحمت جو گنہگار نہ ہو ؟

حضورِ اکرم ص نے اِس مضمون کو بڑی خوبصورت مثالوں سے واضح فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ: "اگر تم میں سے کسی کا اونٹ صحرا میں کھو جائے جس پر تمھارا کھانا، پینا، بستر وغیرہ سب کچھ لدا ہوا ہو، اور تم اُس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو جاؤ، عین اُسی وقت تم اچانک دیکھو کہ وہ گم شدہ اونٹ تمھارے سامنے کھڑا ہے تو اُس وقت تمھیں کتنی خوشی ہوگی، بس اِس سے بھی کہیں زیادہ خوشی خدا کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے۔

حضورِ اکرم ص نے دوسری مثال اِس سے بھی زیادہ خوبصورت دی ہے۔ کہ جب حضور ص کے پاس کچھ قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ اُن میں ایک عورت تھی جس کا بچّہ کھو گیا تھا۔ وہ ممتا کی ماری

www.drhasanrizvi.com

جس بچّے کو دیکھتی چھاتی سے چپٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی۔

حضورؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم سوچ سکتے ہو کہ اگر یہ عورت اپنے بچّے کو پالے تو خود اپنے ہی ہاتھوں سے آگ میں پھینک دی گی؟ پھر فرمایا: "اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا۔" یعنی: "اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بھی کہیں زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچّے کے لیے رکھتی ہے۔"

*...... (تفہیم القرآن)

آیت کا پیغام

خدا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اِسی لیے اپنی رحمت کی صفت کی وجہ سے ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اپنی محبّت کی وجہ سے ہماری ناقص اطاعتوں کو بھی قبول فرمائے گا۔ (انشاء اللہ) اِس لیئے — ہم کو چاہیے کہ ہم عبادت اور اطاعت کے ذریعے خدا کی طرف متوجّہ ہوں۔

*........... (ماجدی)

حضرت رسولِ خدا کا استغفار

حضورِ اکرمؐ اِس لیے استغفار فرماتے تھے کہ جب آپؐ رُجوع اِلَی اللّٰہِ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبے کی طرف ترقّی فرماتے تھے تو پہلے مرتبے کی کمی پر استغفار فرماتے۔

اور اولیائے خدا کا استغفار بھی اسی طرح کا ہوتا ہے (یعنی مرتبے کی بلندی کے لیے)

غرض استغفار کے لیے یہ ضروری نہیں کہ گناہ کا صدور ہو۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: **"علیؑ نے ایک آنکھ جھپکنے کی مقدار کے مطابق بھی کبھی کفر یا شرک نہیں کیا۔"**

*...... (تفسیر روح البیان)

(اِس کے باوجود حضرت علیؑ خدا کی بارگاہ میں بےحد استغفار فرماتے تھے آپؑ کی دعائیں اس کی گواہ ہیں۔)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا (۹۱) اُنھوں نے جواب دیا: "اے شُعَیبؑ! تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں، اور پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تُو ہمارے درمیان ایک کمزور سا آدمی ہے۔ اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تو تجھے کب کا سنگسار تک کر چکے ہوتے۔ اور تُو ہمارے سامنے کوئی اہمیّت بھی تو نہیں رکھتا۔

مِمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ ۹۱

قومِ شعیبؑ کا حضرت شعیبؑ سے یہ کہنا کہ: "تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں"۔ تو یہ سمجھ میں نہ آنا اِس لیے نہ تھا کہ حضرت شعیبؑ کسی غیر زبان میں اُن سے بات کر رہے تھے، یا اُن کا کلام بہت پیچیدہ اور مشکل تھا۔ باتیں تو سب صاف سیدھی اور واضح، منطقی اور مدلّل تھیں، لیکن اُس قوم کے ذہن کا سانچا کچھ اس قدر ٹیڑھا ہو چکا تھا کہ حضرت شُعیبؑ کی بالکل سیدھی سادی واضح باتیں کسی طرح اُن کے دماغ میں نہ اُترتی تھیں۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے تعصبات اور خواہشات کے غلام تھے۔ اِس لیے اپنے احمقانہ خیالات پر جم چکے تھے۔ وہ کسی ایسی بات کو سُننے ہی کے لیے تیار نہ تھے جو اُن کے مفادات اور خواہشات کے خلاف ہو۔ اگر سُن بھی لیتے تھے تو پھر اُن کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ یہ کس دنیا کی باتیں ہو رہی ہیں؟

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ حضرت شعیبؑ کی قوم کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو صرف تیرے کُنبے اور قبیلے کا لحاظ کر رہے ہیں ورنہ اب تک تو ہم تجھے سنگسار کر چکے ہوتے۔

پُرانی جاہلی قوموں میں کُنبے، قبیلے کی طاقت کا لحاظ کرنا بڑی تاریخی اہمیّت رکھتا ہے اور جاہلی قوموں کی آخری سخت سزا سنگسار کرنا ہوتا تھا۔ ★ ..... (روح المعانی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَهۡطِىۡۤ اَعَزُّ عَلَيۡكُمۡ (۹۲) شعیبؑ نے کہا: "اے میری قوم! کیا
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ تمہاری نظر میں میرا قبیلہ اللہ سے بھی زیادہ
ظِهۡرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ طاقتور ہے؟ (تم میری برادری سے توڈرتے
مُحِيۡطٌ ۹۲ ہو لیکن) اللہ کو تو تم نے بالکل ہی پس پُشت
ڈال رکھا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تم جو بھی کر رہے ہو، میرا پالنے والا مالک اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے

حضرت شعیبؑ خطیب الانبیائؑ تھے

حضرت شعیبؑ مشہور پیغمبر ہیں۔
صغانی نے کہا کہ "شعیبؑ عربی نام ہے اور شعب (گھاٹی) کی تصغیر ہے یا اشعب (یعنی بہت جوڑے سینے والا) کی تصغیر ہے۔" لیکن بعض نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کے ناموں میں تصغیر جائز نہیں۔

بہر حال حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ کے خسر تھے۔ آپ کی خطابت میں بلا کی فصاحت و بلاغت ہوتی تھی۔ اس لیے علماء نے آپؑ کو خطیب الانبیاء لکھا ہے۔ حضورِ اکرمؐ بھی آپ کو خطیب الانبیاء فرمایا کرتے تھے۔ ...... * (تفسیر صافی صفحہ ۲۱۱ جلد ۲ بحوالہ تفسیر مجمع البیان و تفسیر قمی، لغات القرآن نعمانی جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

* یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جو حال قومِ شعیبؑ کا تھا وہی صورتِ حال اِن آیتوں کے اُترنے کے وقت مکّے والوں کی تھی۔ اُس وقت قریش کے لوگ حضورِ اکرمؐ کے خون کے پیاسے تھے۔ صرف اس وجہ سے آپؐ کو قتل نہیں کرسکتے تھے کہ ان کو بنی ہاشمؑ اور خاص کر حضرت ابوطالبؑ کا خوف تھا۔ حضرت شعیبؑ جو جواب دے رہے ہیں وہی جواب حضورؐ کی طرف سے قریش کے لیے تھا۔ کہ "تم لوگ میری برادری (ابوطالبؑ) سے تو ڈرتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ خدا کو تم نے بالکل پسِ پُشت ڈال دیا ہے۔ کیا تمہاری نظر میں میرا قبیلہ بنی ہاشمؑ یا حضرت ابوطالبؑ اللہ سے بھی زیادہ طاقتور ہیں؟ تم کو چاہیئے کہ تم ابوطالبؑ سے ڈرنے کے بجائے اللہ سے ڈرو۔
*...... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ ۹۳

(۹۳) اے میری قوم! تم اپنی جگہ جو بھی کرتے ہو، وہ کیے جاؤ، اور جو میں کرتا ہوں وہ میں کیے جاؤں گا۔ بہت جلد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل کر دینے والا عذاب آتا ہے؟ اور کون جھوٹا (ثابت ہوتا) ہے؟ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

انتظار کرو

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "کتنا اچھا ہے صبر اور راحت کا انتظار۔ کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں پڑھا۔ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔" ★ ..... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۰ بحوالہ مجمع البیان)

★ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "صبر کی چار شاخیں: اشتیاق[۱]، خوف[۲]، زُھد[۳] (یعنی دنیا سے بے اعتنائی) اور[۴] انتظار۔ "اشتیاق" سے مراد یہ ہے کہ جو جنّت کا مشتاق ہوگا وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور۔ "خوف" سے مراد یہ ہے کہ جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ حرام کاموں سے کنارہ کش رہے گا۔ [۳] "زُھد" یہ ہے کہ جو دُنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصائب کو سہل و آسان سمجھے گا۔ اور[۴] "انتظار" سے مراد یہ ہے کہ جسے موت کا انتظار ہوگا، وہ نیک کاموں کے انجام دینے میں جلدی کرے گا۔" ★..... (از نہج البلاغہ صفحہ ۸۱۳ حدیث (۳۰) بابِ حِکَم و مواعظ)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "خوشی کا انتظار کرنا افضل ترین عبادتوں میں سے ہے۔" ★ ...... (تحف العقول)

★ یہ اِس لیے کہ ایسا انتظار کرنا خدا پر ایمان کا حاصل ہے اور خدا کی قوت کے استحضار کا نتیجہ ہے۔ ★..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

★ نیز یہ کہ خوشی کا انتظار بھی خوشی کا باعث ہوتا ہے۔

★.... (تفسیر عیاشی)

یہی انتظار قوموں کی زندگی اور ترقی کا سبب بنتا ہے۔ بقولِ اقبالؒ :

مجذوبِ فرنگی نے باندازِ فرنگی مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو

اے تُو کہ ہے مہدی کے تصور ہی سے بیزار محروم نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

ہو زندہ کفن پوش، تو مُردہ اُسے سمجھیں

یا چاک کریں مَردکِ ناداں کے کفن کو ★.... (اقبال)

سبق اِن آیات کے بغور مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا نے اس قوم کو ایسے آلات اور وسائل بخشے تھے کہ جن سے وہ کمالات حاصل کرسکتے تھے۔ خدا نے اُن کو وہ وسائل عطا فرمائے تھے جو فرشتوں کو بھی نہیں بخشے (مثلاً اختیار) مگر اُنھوں نے اُن آلات و وسائل کو اپنے نفس کی خواہش اور خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کیا۔ اِس طرح اپنی اپنی استعداد اور آلاتِ کمالیہ کو ضائع کردیا۔ اسی لیے اسماءِ جلالیہ کے جلال سے ہلاک و برباد ہوئے۔

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اللہ ظالم کو پہلے مُہلت دیتا ہے (تاکہ وہ اپنی اصلاح کرے) پھر جب خدا اُس کو پکڑتا ہے تو پھر اُس کا بچنا ناممکن ہوجاتا ہے۔

نمی ترسد ازاں کایزدِ تعالیٰ

اگرچہ دیر گیرد سخت میگیرد

ظالم اِس بات سے نہیں ڈرتا کہ اگرچہ خدا دیر سے پکڑتا (سزا دیتا) ہے مگر جب پکڑتا ہے تو پھر بڑی سختی سے پکڑتا ہے (پھر جان گلے میں آجاتی ہے اور دنیا پانچا ہوجاتا ہے۔ اور اُس کی پکڑ اور گرفت سے کوئی چھڑانے والا بھی نہیں)

★.... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا (۹۴) اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ ہی
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ گیا تو ہم نے شعیبؑ اور اُن کے ایماندار
مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا ساتھیوں کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا،
الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ اور جو ظالم تھے اُن کو ایک سخت دھماکے
دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ ۹۴ نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنے ہی گھروں میں بے حس و
حرکت منھ کے بل پڑے کے پڑے رہ گئے۔

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا (۹۵) جیسے کہ وہ کبھی وہاں رہے بسے ہی
بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ نہ تھے سنو! کہ مدین والے بھی خدا کی
ثَمُوْدُ ۠ ۹۵ رحمت سے دور پھینک دیے گئے جس طرح
سے کہ ثمود والے پھینکے گئے تھے۔ ع ۸

(آیت ۹۴) محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "نجات جس کسی کو بھی ملتی ہے خدا کے فضل و کرم ہی سے ملتی ہے۔ ★ ..... (ماجدی)

★ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنے کی کیفیت یہ لکھی ہے کہ حضرت جبرئیل نے اُن پر ایک چیخ ماری جس کے خوف سے ہر شخص کی روح نکل گئی۔
★ ..... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۱ بحوالہ الجوامع)

★ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں سے مراد منکرین توحید و نبوت ہیں۔ ★ ..... (مؤلف)

★ (آیت ۹۵) مفسرین نے لکھا کہ اہلِ مدین بھی قوم ثمود کی طرح عربی النسل تھے۔ اور اُن کی بداعمالیاں، ڈاکہ زنی اور بدمعاشیاں بھی قوم ثمود کی سی تھیں۔
★ ..... (ابن کثیر)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ (۹۶) اور موسیٰؑ کو ہم نے اپنی نشانیوں معجزوں
سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ ۹۶ دلیلوں اور کھلے ہوئے اقتدار کے ساتھ بھیجا۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا (۹۷) فرعون اور اُس کے ساتھ والے بڑے
اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بڑے آدمیوں کی طرف۔ تو اُن لوگوں نے
بِرَشِيْدٍ ۝ ۹۷ فرعون کے حکم کی پیروی کی۔ حالانکہ فرعون
کا حکم صحیح نہ تھا۔

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۹۸) قیامت کے دن فرعون اپنی قوم کے
فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ آگے آگے ہوگا اور اسطرح اُنھیں دوزخ کی
الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ ۹۸ آگ میں پہنچادے گا۔ اور کیا ہی بُری جگہ
ہے وہ منزل جہاں اُن کو اُترنا پڑے گا۔

امامِ دنیا، آخرت میں بھی امام ہوگا

خدا کا فرمانا کہ "فرعون" "قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور اِس طرح اِنھیں جہنّم کی آگ میں پہنچادے گا۔" اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "جو لوگ دنیا میں کسی قوم یا جماعت یا فرد کے رہنما ہوتے ہیں، وہی لوگ قیامت میں بھی اُسی گروہ کی رہنمائی کریں گے۔ جن لوگوں نے دنیا میں اِن لوگوں کی پیروی کی ہوگی جو حق اور دیانت کا راستہ دکھاتے ہیں، وہ قیامت کے دن اُنہی لوگوں کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ اور اُن ہی کی رہنمائی میں جنّت کی طرف جائیں گے اور جن لوگوں نے دنیا میں گمراہوں کی رہنمائی کو قبول کیا ہوگا جو اُنھیں گمراہی، بداخلاقی اور بے ایمانی کی طرف بلاتے ہیں تو جو لوگ دنیا میں ایسے ظالموں کے پیچھے چلیں گے اُن کو قیامت میں بھی اُنہی کے پیچھے پیچھے جہنّم میں جانا ہوگا۔" (تفہیم القرآن)

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "قیامت کے دن جاہلیت کی شاعری کا جھنڈا امراؤ القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور جاہلیت کے تمام شعراء اُس کے پیچھے پیچھے جہنّم کی راہ لیں گے۔" (الحدیث)

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝ ۹۹	(۹۹) اور اُن لوگوں کی اِس (دنیا) میں بھی خدا کی لعنت پڑی اور قیامت کے دن بھی۔ کیا ہی عطیہّ (بدلہ) ہے جو انھیں دیا گیا۔[1]
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ ۱۰۰	(۱۰۰) یہ اُن بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم تمھیں سُنا رہے ہیں۔ اُن بستیوں میں سے کچھ تو اَب تک کھڑی ہیں، اور کچھ کی فصل کٹ چکی ہے۔ (برباد ہو چکی ہیں۔)
وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝ ۱۰۱	(۱۰۱) ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا، اُنھوں نے خود اپنی جانوں پر ستم ڈھایا۔ اور جب آپ کے پروردگار کا حکم آگیا تو اُن کے وہ معبود جن کو وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے اُن کے کچھ بھی تو کام نہ آسکے۔ اُن (جھوٹے) معبودوں نے اُنھیں ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ بھی تو فائدہ نہ پہنچایا۔

(آیت ۹۹[1]): اس جگہ لعنت سے مراد ہلاکت اور غرق ہونا ہے۔ نیز قیامت کے دن اُنکو جہنم کیطرف لے جانا ہے۔
*...... (تفسیر صافی صفہ ۲۳۱ بحوالہ تفسیر قمی)

(آیت ۱۰۰): یہاں قرآن نے یہ بتا دیا کہ خدا نے دو قسم کی عذاب شدہ بستیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک وہ بستیاں جو سرے سے ملیا میٹ کردی گئیں۔ اِس طرح کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ دوسری قسم کی بستیاں وہ تھیں کہ جن کے رہنے والے تو ہلاک کر دیے گئے مگر مکانات اور باغات وغیرہ بدستور قائم ہیں۔ جیسے فرعون اور اُس کے ساتھی تو ڈبو دیے گئے مگر ملک بدستور موجود ہے۔
*...... (روح المعانی)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ (۱۰۲) اور تمھارے پالنے والے مالک کی
اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ پکڑ اسی طرح سے ہوا کرتی ہے، جب
اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ ۱۰۲ وہ کسی بستی والوں کو پکڑا کرتا ہے،
اس حالت میں کہ جب وہ ظلم وستم کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا
کی پکڑ بڑی ہی سخت اور بڑی تکلیف دینے والی ہوتی ہے۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ (۱۰۳) حقیقتاً اس میں دلیل اور نشانی ہے
خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ اُس کے لیے جو ڈرے آخرت کی
ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ سزا سے۔ (کیونکہ جب دنیا کی چھوٹی
النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ ۱۰۳ سی سزا اتنی سخت ہے، تو آخرت کی
بڑی سزا کتنی سخت ہو گی؟) وہ ایک دن ہو گا جب سب لوگ جمع ہوں گے
پھر (وہاں پر) جو کچھ بھی ہو گا سب کی آنکھوں کے سامنے ہی ہو گا۔

(آیت ۱۰۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا
نے فرمایا: "یوم مشہود" سے مراد قیامت کا دن ہے اور وہی یوم موعود ہے۔ (جس کا وعدہ کیا گیا ہے)
...... (تفسیر عیاشی)

غور و فکر اور عبرت کا مقام دنیا ہے

مطلب یہ ہے کہ انسانی تاریخ پر اگر انسان غور کرے تو اُس کو یقین آجائے گا کہ دنیا میں مکافات عمل کا قانون جاری وساری ہے اور اس طرح لازماً آخرت کا عذاب ضرور پیش آنے والا ہے۔ پھر یہ اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ عذاب آخرت کتنا سخت ہوگا۔ ہزاروں سال سے قوموں کا اُٹھنا اور گرنا جس

www.drhasanrizvi.com

باضابطگی اور تسلسل کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے اور جس کے پیچھے ہمیشہ اخلاقی اسباب کارفرما رہے ہیں، یہ ساری باتیں اس حقیقت کی طرف کھلا اشارہ ہیں کہ انسان اس دنیا میں کسی ایسے حاکم کی حکومت میں رہ رہا ہے جو علیم و حکیم ہے۔ اُس کا قانونِ مکافات کارفرما ہے جس کے مطابق اچھے اخلاق والوں کو انعامات دیے جاتے ہیں اور بُرے اخلاق والوں کو کچھ دیر پہلے ڈھیل پر ڈھیل دی جاتی ہے مگر جب وہ اخلاقی طور پر بہت گر جاتے ہیں تو پھر اُن پر ایسی مار پڑتی ہے کہ وہ داستانِ عبرت بن جاتے ہیں۔ اِن واقعات اور تجربات کا ہمیشہ ایک ترتیب کے ساتھ مسلسل باقاعدگی سے رونما ہونا واضح طور پر بتاتا ہے کہ قانونِ مکافات اِس دنیا کا ایک اٹل اور مستقل قانون ہے۔ ★..... (تفہیم القرآن)

۵ از مکافاتِ عمل غافل مشو ؛ گندم از گندم بروید جَو زِ جَو
(سعدی)

یعنی: خدا کے قانونِ مکافات (بدلہ ملنے کے قانون) سے غافل نہ ہو جانا۔ (کیونکہ، ہمیشہ گندم بونے سے گندم پیدا ہوتا ہے اور جَو بونے سے جَو پیدا ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اچھے کام کا نتیجہ اچھا اور بُرے کام کا آخری نتیجہ بُرا ہی ہوتا ہے۔ (مؤلف)

★ خدا کا فرمانا کہ: "بیشک اِن واقعات میں اُس کے لیے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ اِس سے بڑھ کر عبرت کا موقع اور کیا ہو سکتا ہے کہ جب دنیا کا عذاب اِس قدر سخت تکلیف دہ ہوتا ہے جبکہ دنیا کا عذاب صرف تنبیہ کے طور پر ہوتا ہے، اور دنیا ہے بھی مہلت گاہ، تو پھر آخرت کا حقیقی عذاب کتنا سخت ہوگا، جبکہ آخرت تو ہے ہی دار الجزاء۔ ★.... (ماجدی)

★ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام "دعائے کمیل" میں فرماتے ہیں: "بارِ الٰہا! میں تیرے عذاب کو کیسے برداشت کر سکوں گا جبکہ میں دنیا کی سختیاں اور مشکلات برداشت نہیں کر سکتا، حالانکہ دنیا کی سختیاں تو تیری رحمت کا نتیجہ ہیں، یہ تو ہماری اصلاح کے لیے تنبیہ ہیں۔ جب اِن کا برداشت کرنا بہت مشکل ہے تو بھلا میں تیرا عذابِ آخرت کیسے برداشت کر سکوں گا جو خالص تیرے غضب کا نتیجہ ہوگا۔؟"

★..... (دعائے حضرت علیؑ۔ دعائے کمیل)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ؕ ۱۰۴

(۱۰۴) اور ہم اُس دن کے لانے میں کچھ زیادہ دیر نہیں کر رہے ہیں بس ایک گنی چنی سی مدّت اُس کے لیے مقرّر ہے۔

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ۞ ۱۰۵

(۱۰۵) جس دن وہ آئے گی تو پھر کسی کو بات کرنے کی بھی مجال نہ ہو گی، مگر خدا کی اجازت سے۔ پھر کچھ لوگ بدنصیب ہوں گے اُن میں سے اور کچھ خوش نصیب۔

مسئلہ شفاعت

(آیت ۱۰۵) مطلب یہ ہے کہ شفاعت یقیناً برحق ہے مگر خدا کے ہاں شفاعت کے بھی کچھ اصول اور قواعد ہیں۔

سب سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ خدا کے ہاں شفاعت خدا کی اجازت ہی سے ممکن ہے۔

یہ خیال کرنا کہ فلاں حضرت (زبردستی) ہماری شفاعت کر کے ہمیں ضرور بچالیں گے، فلاں بزرگ وہاں اڑ کر بیٹھ جائیں گے اور اپنے مرید کو بخشوا لئے بغیر نہیں مانیں گے۔ فلاں صاحب مچل بیٹھیں گے اور اپنے ماننے والوں کی بخشش کا پروانہ لیے بغیر نہ ٹلیں گے۔ وہاں بھلا اڑنا، نہ ٹلنا اور مچلنا کیسا؟ وہاں بغیر اجازت کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہو گی سوا اُس کے جسے وہ عادل مطلق احکم الحاکمین بولنے کی اجازت دیدے۔ اِس طرح کے بے سروپا عقیدوں کی بنیاد پر اپنے نامۂ اعمال کو سیہ کرتے چلے جانا خود اپنا منہ کالا کرنے کے مترادف ہے۔ * ...... (تفہیم القرآن)

* اِس قسم کے عقیدے اپنا دل بہلانے کے سوا کچھ نہیں۔ بقولِ شاعر

؎ رند بخشے گئے قیامت میں ؛ شیخ چیخا کیا حساب حساب ؛ دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

www.drhasanrizvi.com

یہ سب احمقانہ قسم کے دل بہلاوے ہیں اور کچھ نہیں۔ شفاعت صرف اُن لوگوں کی ہوگی جس کے لیے خدا اجازت دے گا اور صرف وہی لوگ شفاعت کر سکیں گے جو اذن یافتہ ہوں گے۔ ★ (مؤلف)

★ خدا کا فرمانا کہ "قیامت کے دن کسی (مجرم) کو بات کرنے کی مجال تک نہ ہوگی۔"

اِس میں مجرموں کی حالت کا اظہار ہے۔ اور "بات" سے مراد یہ ہے کہ اُنھیں اپنے میں کوئی حجت، دلیل یا صفائی پیش کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔ ★ ..... (فصل الخطاب)

★ اور خدا کا یہ فرمانا کہ: "مگر خدا کی اجازت سے" تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت جن لوگوں کو خدا کا تقرّب حاصل ہے وہ بھی خدا کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہ کر سکیں گے۔ وہ اگر گواہی بھی دیں گے تو خدا کی اجازت ملنے کے بعد یعنی انبیاء و مرسلین بھی بغیر اجازت کے کوئی گواہی نہ دے سکیں گے۔

★ ..... (تفسیر علی بن ابراہیم)

نوٹ: یاد رہے کہ امتِ محمدیؐ میں سوا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے کسی نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ وہ آخرت میں شفاعت کی اجازت رکھتے ہیں۔ صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ: "ہم شفاعت کریں گے اور اہلِ کبائر کی شفاعت بھی کریں گے۔" (الحدیث۔ بحار الانوار جلد العیون)

★ نیاز یہ سلسلے کے بانی عظیم بزرگ نیاز بریلوی فرماتے ہیں: ؎

نیازؔ اندر قیامت بے سروساماں نخواہی شد ∴ کہ از حُبِّ تولّائے علیؑ داری تو سامانی

یعنی: نیاز قیامت کے دن تُو بے سروسامان نہ ہوگا۔ اِس لیے کہ تُو علیؑ کی محبت جیسی عظیم دولت اپنے پاس رکھتا ہے۔ ★ ..... (مرشد نیازؔ بریلوی)

★ قاتلانِ امام حسینؑ جب اہلِ بیتِ رسولؐ کے قافلے کو گرفتار کر کے لے چلے تو اکثر دیواروں پر جنّات کے ہاتھوں سے لکھا ہوا یہ شعر اُن کو دکھائی دیتا تھا کہ: "وہ لوگ رسولِ اکرمؐ کی شفاعت کی اُمید کیسے رکھ سکتے ہیں جو اُنؐ کے نواسے حسینؑ کو قتل کر چکے ہیں۔"

★ ..... (کشف الغمّہ۔ مقتل ابی مخنف)

www.drhasanrizvi.com

رہا یہ سوال کہ یہاں خدا نے "شقی" کا ذکر پہلے کیا اور "سعید" کا ذکر بعد میں کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:
کیونکہ یہاں خدا کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے اس لیے "شقی" کو مقدم کیا گیا۔

بدبختی کی علامات

۱۔ سنگدلی۔ ۲۔ خدا سے بے خوفی۔ ۳۔ دنیا سے ضرورت سے زیادہ محبت اور رغبت ایسی کہ حلال و حرام کا فرق نہ رہے۔ ۴۔ لمبی لمبی آرزوئیں پالنا، شیطان کو دل میں بسانا ہے۔ ۵۔ گناہوں پر بے حیائی یا بے شرمی۔ ۶۔ حق طلبی کا نہ ہونا۔ ۷۔ بدعتوں کا انجام دینا۔

ازلی نیک بختی کی علامات

۱۔ اللہ کی طلب، محبت، اور اس کی طرف توجہ۔ ۲۔ گناہوں پر شرمندگی اور خدا سے معافی مانگنا۔ اور توبہ کرتے رہنا۔ ۳۔ دنیا کی کم نعمتوں پر قناعت کرنا۔ ۴۔ طلب حلال کے لیے کوشش کرنا۔ ۵۔ بری خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ۶۔ رسول اکرمؐ کی سیرت پر چلنے کی کوشش کرنا۔

* .... (تاویلات نجمیہ۔ تفسیر روح البیان)۔

حدیث قدسی میں ہے کہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

يَا ابْنَ آدَمَ تُرِيدُ وَأُرِيدُ وَلَا يَكُونُ إِلَّا مَا أُرِيدُ۔ فَمَنْ قَصَدَنِي عَرَفَنِي وَمَنْ عَرَفَنِي أَرَادَنِي وَمَنْ أَرَادَنِي طَلَبَنِي وَمَنْ طَلَبَنِي وَجَدَنِي وَمَنْ وَجَدَنِي خَدَمَنِي وَمَنْ خَدَمَنِي ذَكَرَنِي وَمَنْ ذَكَرَنِي ذَكَرْتُهُ بِرَحْمَتِي۔

یعنی: اے آدمؑ کے فرزند! تو بھی (کسی کام کا) ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں لیکن نہیں ہوتا مگر وہ جو میں ارادہ کروں۔ پس جو میرا قصد کرے وہ مجھے پہچان لیتا ہے اور جو مجھے پہچان لے وہ میرا ارادہ کرتا ہے، اور جو میرا ارادہ کرتا ہے وہ میری طلب کرتا ہے اور جو میری طلب میں سعی کرتا ہے وہ مجھے پا لیتا ہے اور جو مجھے پا لیتا ہے وہ میری خدمت میں لگا رہتا ہے اور جو میری خدمت کرتا ہے وہ میرا ذکر کر کے مجھے یاد کرتا ہے۔ اور جو مجھے یاد رکھتا ہے تو میں بھی اس پر اپنی رحمت کا سایہ رکھتا ہوں۔ (از حدیث قدسی ص ۶۳-۶۴)

www.drhasanrizvi.com

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ (۱۰۶) پس جو بدنصیب ہوں گے وہ جہنّم کی
لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ ۱۰۶ آگ میں ہوں گے۔ اُن کے لیے اُس میں
چیخ و پکار ہوگی۔ ل

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ (۱۰۷) وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک
السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ۓ سوا اِس
شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ کے کہ تیرا پالنے والا مالک ہی کچھ اور
لِّمَا يُرِيْدُ ۝ ۱۰۷ چاہے۔ بے شک تیرا پالنے والا مالک
پورا پورا اختیار رکھتا ہے جو چاہے سو کرے۔

(آیت ۱۰۶) ل زَفِيْرٌ اور شَهِيْقٌ (یعنی چیخ و پکار) یہ دونوں لفظ گدھے کی آواز اور چیخ و پکار کے لیے عربی میں استعمال ہوتے ہیں۔ دونوں لفظوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ "زفیر گدھے کی شروع کی چیخ و پکار کو کہتے ہیں اور شہیق گدھے کی آخری آواز کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اہلِ جہنّم آگ کی سخت تکلیف سے بڑی دردناک آوازوں میں چیختے چلّاتے رہیں گے۔ ٭ ...... دبجر۔ روح المعانی)

ۓ خدا کا فرمانا کہ: "جب تک زمین و آسمان قائم ہیں"۔ تو زمین و آسمان سے یا تو آخرت کے زمین و آسمان مراد ہیں یا پھر محض محاورے کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ رہنا مراد ہے۔ (کشّاف، التذکرہ، روح المعانی، ابن جریر، تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

خدا کا فرمانا کہ: "بدنصیب لوگ جہنّم کی آگ میں ہوں گے ۔ ۔ ۔ ۔ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں"

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ: اِس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ "رہیں گے آگ میں جتنی دیر رہ چکے ہیں آسمان و زمین دنیا میں، مگر جتنا اور چاہے تیرا رب وہ اُسی کو معلوم ہے۔"

دوسرے (معنی) یہ کہ رہیں گے آگ میں جب تک ہے زمین و آسمان اِس جہان کا، یعنی: ہمیشہ (رہیں گے جہنّم میں) مگر جب چاہے رب تو موقوف کر دے۔ لیکن چاہ چکا کہ موقوف نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ یہ بات ممکن ہے کہ اللہ چاہے تو فنا کر دے۔" * ۔ ۔ ۔ ۔ (موضح القرآن)

صاحبِ تفسیر جلالین نے لکھا کہ: یہاں "مَاشَآءَ رَبُّكَ" یعنی جو چاہے تیرا رب۔ تو اِس سے مراد یہ ہے کہ: اگر خدا چاہے تو جہنّمیوں کی جہنّم میں رہنے کی مدّت کو بڑھا دے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ *۔ ۔ ۔ (تفسیر جلالین)

پھر آخر میں لکھا کہ: "جو معنی بیان ہوئے ہیں وہ میرے ذہن میں آئے ہیں اور اللہ اپنے مطلب سے خود زیادہ واقف ہے۔ * ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (جلالین)

* لیکن تفسیرِ اہلِ بیتِ رسولؐ میں ہے کہ "یہاں قیامت کے بعد کے عذاب و ثواب کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ قیامت سے پہلے عالمِ برزخ والے عذاب و ثواب کا ذکر ہے۔ * ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر علی بن ابراہیم)

* اِس لیے اب خدا کا فرمانا کہ "جب تک آسمان و زمین رہیں گے" اِس سے اسی دنیا یا عالمِ برزخ کے زمین و آسمان مراد ہیں۔ اب آیت کے سمجھنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی۔ * ۔ ۔ ۔ ۔ (فصل الخطاب)

* عرب کے لوگ چونکہ کسی شے کا دوام اسی انداز سے بیان کرتے تھے۔ اِسی لیے اُن کے محاورہ کے پیشِ نظر یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے ورنہ آسمان و زمین کی بقا کا زمانہ بطور تحدید کے نہیں ہے تاکہ سمجھا جائے کہ جب تک آسمان و زمین باقی رہیں گے دوزخی دوزخ میں رہیں گے اور جب آسمان و زمین فنا ہوں گے تو دوزخی بھی دوزخ سے نکل جائیں گے۔ بہرکیف عرب محاورہ کے مطابق دوام کے معنی کو اِس تعبیر سے ادا کیا گیا ہے نہ کہ تحدید ہے کیونکہ تحدید خلود میں منافات ہے

* ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ (۱۰۸) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ○ ۱۰۸

رہے وہ جو خوش نصیب ہیں وہ جنّت میں ہوں گے اور وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں' سوا اس کے کہ تیرا پالنے والا مالک ہی کچھ اور چاہے ۔ یہ عطائے الٰہی ایسی ہوگی جو کبھی منقطع ہونے والی نہ ہوگی ۔

عذابِ قبر اور جنّتِ برزخی کا ثبوت

خدا کا فرمانا کہ " یہ عطائے الٰہی ایسی ہوگی جو کبھی منقطع ہونے والی نہ ہوگی " یعنی عالمِ برزخ میں ملنے والی نعمتوں کا سلسلہ آخرت کی جنّت کی نعمتوں سے جا ملے گا ۔ یہ آیت اُن لوگوں کے قول کی رد ہے جو قیامت سے پہلے عالمِ برزخ میں ثواب یا عذاب ملنے کا انکار کرتے ہیں ۔ ★ ..... (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی)

★ عالمِ برزخ میں ثواب یا عذاب ملنے کا ثبوت دوسری بہت سی آیتوں سے بھی ملتا ہے ۔ مثلاً فرعونیوں کے لیے خدا نے فرمایا : " ایک آگ ہے جس میں وہ صبح و شام جھونکے جاتے ہیں " (القرآن)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا کہ : " یہ آگ عالمِ برزخ کی آگ ہے جو قیامت سے پہلے ہوگی " کیونکہ قیامت کے بعد نہ صبح ہے نہ شام ۔ پھر خدا نے فرمایا : " جس دن قیامت ہوگی تو کہا جائے گا کہ فرعون والوں کو زیادہ سخت عذاب میں پہنچا دو " ..... (تفسیر صافی)

(اس سے ثابت ہوا کہ عذابِ قبر یا عذابِ برزخ یا جنّتِ برزخی برحق ہیں ") ★ ..... (مؤلف)

★ اس آیت میں خدا نے جنّت کو اپنی عطا فرمایا ہے ۔ اس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ جنّت میں

www.drhasanrizvi.com

میں ٹھہرنا کسی بالاتر قانون کی وجہ سے نہیں ہوگا جس نے اللہ کو ایسا کرنے پر مجبور کر رکھا ہو، بلکہ اصل میں جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا خدا کی عنایت اور مہربانی ہی کی وجہ سے ہوگا۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ ورنہ صرف نیک سے نیک تر عمل بھی جنت جیسی ابدی نعمتوں کا انسان کو مستحق نہیں بنا سکتا۔ جنت صرف خدا کے فضل و کرم ہی سے نصیب ہو سکتی ہے۔

★ .... (مؤلف)

★ خدا کا جنت کے بارے میں فرمانا: "یہ عطائے الٰہی ایسی ہوگی جو کبھی منقطع ہونے والی نہ ہوگی" خدا کا جنت کو "عطا" کے لفظ سے یاد کرنا بتاتا ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا بھی نیک کیوں نہ ہو فضل و کرمِ الٰہی کے بغیر جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

★ ..... (ابنِ کثیر)

★ اُمت کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گناہگار مومن جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اگر معافی نہ بھی ہوئی تو کچھ عرصہ جہنم میں رہنے کے بعد جنت میں لے جایا جائے گا۔

احادیثِ رسول ؐ سے یہ بات ثابت ہے۔ مفسر نسفی نے لکھا کہ معتزلہ کو جب اِن احادیث کی وجہ سے یہ بات ماننی پڑی تو انھوں نے اِن احادیث کی صحت کا انکار کر دیا۔

★ ... (مدارک)

★ یہی دستور ہمارے زمانے کے گمراہ فرقوں کا بھی ہے۔

★ ..... (ماجدی)

بقولِ اقبال:۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

※ ※ ※

www.drhasanrizvi.com

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴿١٠٩﴾ ع

(١٠٩) تو جن چیزوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں اُن سے تمھیں کسی قسم کے شک میں نہ پڑنا چاہیے۔ یہ تو بس (لکیر کے فقیر ہیں) اُسی طرح پوجے جارہے ہیں جس طرح اِن سے پہلے اِن کے باپ دادا پوجا کرتے تھے۔ اور ہم بھی پورا پورا اِن کی (سزا کا) حصّہ اِنھیں دے کر ہی رہیں گے جس میں کوئی کمی نہ ہوگی

شرک کا مذہب قطعی طور پر باطل ہے

خدا کا فرمانا کہ "جن چیزوں کی یہ لوگ عبادت کررہے ہیں اُس سے تمھیں کسی قسم کے شک میں نہیں پڑنا چاہیے۔"

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو یہ نہ سوچنا چاہیے کہ یہ مشرک جو بتوں یا جھوٹے خداؤں کی عبادت کررہے ہیں تو شاید انھوں نے اُن میں کچھ دیکھا ہوگا جس کی وجہ سے اُن سے اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی نذریں، نیازیں، دعائیں کسی تجربے یا کسی حقیقی مشاہدے پر مبنی نہیں، بلکہ یہ سب صرف اندھی تقلید کی وجہ سے ہورہا ہے۔ کیونکہ پہلے بھی اِن بتوں کی عبادت ہوتی رہی ہے مگر جب خدا کا عذاب آیا تو یہ بُت اپنے پجاریوں کے کچھ کام نہ آسکے۔ ★ ...... (تفہیم القرآن)

★ یاد رہے کہ آیت کی مخاطب کوئی خاص شخصیت نہیں ہیں بلکہ ہر سُننے، پڑھنے، سمجھنے والا اس کا مخاطب ہے، یا پھر لفظی طور پر رسولؐ کو مخاطب کرنا اصل میں اُمت کو متنبہ کرنا ہے۔ ★ ...... (تفسیر تبیان)

★ خدا کا فرمانا کہ: "جن چیزوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، اس سے تمھیں کسی قسم کے شک میں نہ پڑنا چاہیے"۔ مطلب یہ ہے کہ مذہب شرک کی صحت پر ذرا سا بھی شک کرنا جائز نہیں، بلکہ شرک کے تصوّر اور مذہب کا صاف صاف انکار کرنا چاہیے کیونکہ مشرک اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر بلا دلیل چل رہے ہیں۔ ★ ..... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (۱۱۰) اور ہم نے موسیٰؑ کو بھی کتاب دی تھی
فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ اور اُس کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ تھا (جس طرح آج قرآن کے بارے میں اختلاف
بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ کیا جارہا ہے)۔ اگر تیرے پالنے والے
مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ ۱۱۰ مالک کی طرف سے ایک بات پہلے ہی
سے طے نہ ہوتی تو اِن اختلاف کرنے والوں کے درمیان کبھی کا فیصلہ چکا دیا جاتا۔
حقیقتاً یہ شک کرنے والے لوگ اِس (قرآن) کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

★ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی نئی انوکھی بات نہیں کہ لوگ آج قرآن کے بارے میں مختلف قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ اِس سے پہلے جب حضرت موسیٰؑ کو کتاب دی گئی تھی تو اُس زمانے کے نام نہاد دانشمند بھی اسی قسم کی احمقانہ باتیں کرتے تھے اس لیے اے ہمارے رسولؐ! آپؐ اِن کے اعتراضات سے مایوس یا غمگین نہ ہوں۔

(سے ۔ ہوتا آیا ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں)

کیونکہ ہم نے پہلے ہی سے یہ طے کر لیا ہے کہ آخری فیصلہ وقتِ مقررہ سے پہلے نہ کیا جائے گا اِس لیے اپنے وقت پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ دنیا والے جلد بازی کرتے رہیں ہم فیصلہ دینے میں جلد بازی نہیں کریں گے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفہیم القرآن)

★ فیصلہ چکا دینے سے مراد خدا کا وہ عذاب ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ ورنہ وہی عذاب کب کا آچکا ہوتا ——— اور خدا کا فرمانا: "اگر یہ بات پہلے سے طے نہ ہوتی" اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات پہلے ہی سے طے ہو چکی ہے کہ پورا عذاب آخرت ہی میں ہوگا۔ (دنیا میں نہیں)

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ (۱۱۱) اور یہ حقیقت ہے کہ تمھارا پالنے والا مالک
اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۱۱ اِن کی حرکتوں کا پورا پورا بدلہ اِن کو دے کر ہی رہے گا۔ یقیناً وہ اُن کی تمام حرکتوں کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہے۔ (۱۱۱)

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ (۱۱۲) تو آپؐ اور آپؐ کے وہ ساتھی جو آپؐ کے
تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ ساتھ ساتھ خدا سے لو لگائے ہوئے ہیں،
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱۲ مضبوطی کے ساتھ ٹھیک حق پر ثابت قدم رہیں، جیسا کہ تمھیں حکم دیا گیا ہے۔ اور تم لوگ (خدا سے) سرکشی نہ کرو۔ (کیونکہ) تم جو کچھ بھی کرتے ہو خدا اُس کا اچھی طرح سے دیکھنے والا ہے۔ (۱۱۲)

(آیت ۱۱۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "خدا کے اِس قول " فَاسْتَقِمْ " (یعنی) آپؐ مضبوطی کے ساتھ ٹھیک حق پر ثابت قدم رہیں، جیسا کہ حکم دیا گیا ہے"۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ اپنے ارادہ کو مضبوط رکھیں اور صرف خدا سے اُمید لگائے رکھیں۔"

حضرت ابنِ عبّاسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ پر اِس آیت سے زیادہ کوئی آیت شاق نہیں گذری اِسی لیے حضور اکرمؐ فرمایا کرتے تھے کہ "سورۂ ہود، سورۂ واقعہ اور ایسی ہی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا"
...... (تفسیر صافی ص۲۴۲ بحوالہ الجوامع)

خدا کا فرمانا کہ "آپؐ مضبوطی کے ساتھ ٹھیک حق پر ثابت قدم رہیں۔"
یعنی انتہائی مخالفتوں اور دشواریوں کے باوجود حق کے راستے پر مضبوطی سے قدم جمائے رکھیں۔ اِسی

www.drhasanrizvi.com

صفت کو بعض تعلیم یافتہ نا جاہل "ضد" کہتے ہیں۔ مگر خدا نے اسی پامردی کی حضورِ اکرم ؐ کو تعلیم دی ہے
(تفسیر تبیان) ..... ٭

۵ وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے۔ ٭... (غالب)

اور رسول ؐ کے ساتھیوں یعنی مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ سے لو لگائے رکھیں۔
یعنی خدا کی مرضی کے مقابلے پر دنیا کی کوئی پرواہ نہ کریں، اور اُس کے مقابل کردار کو سرکشی سے تعبیر فرمایا ہے
اور سرکشوں سے فرمایا ہے "جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس کا دیکھنے والا ہے"۔
(فصل الخطاب) ..... ٭

٭ خدا کا فرمانا کہ "آپؐ اور آپؐ کے ساتھی مضبوطی کے ساتھ حق پر ثابت قدم رہیں"۔
یعنی: اے رسولؐ! آپؐ اپنے مرتبے کے لحاظ سے اور مومنین اپنے ایمان کے لحاظ سے ثابت قدم رہیں۔
کافروں کی پرواہ نہ کریں۔ ٭..... (ماجدی)

استقامت کے اعلیٰ معنی محققین نے لکھا کہ استقامت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ حقوق اللہ
اور حقوق الناس دونوں کو پوری طرح ادا کیا جائے۔

غلط نتیجہ اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ رسول ؐ کی استقامت اور مومنین کی استقامت ایک
درجہ کی چیز ہے، غلط ہے۔ اشتراک صرف نفسِ عمل میں ہے کہ مراتبِ عمل میں؟

حضرت ابو علی جرجانی نے فرمایا: "کرامت کی طلب مت کرو، استقامت کی طلب کرو۔ نفس
کرامت اس لیے چاہتا ہے کہ دنیا میں اُس کی شہرت ہو۔ لیکن اصلی ولیِ خدا اپنی کرامت یہی سمجھتا ہے کہ
اُس کو خدا کی بندگی اور اطاعت میں استقامت نصیب ہو۔ اور خدا نہ کرے کہ کبھی اُس سے خوارقِ عادت
(کرامت) کا صدور ہو۔"

حضرت شیخ ابو سعید سے کسی نے کہا کہ فلاں پیر پانی پر چلتا ہے۔ فرمایا: مینڈک اور مچھلی بھی
پانی پر چلتے ہیں۔ پھر عرض کیا کہ: فلاں پیر فقیر ہوا میں اُڑتا ہے۔ فرمایا: تو کیا ہوا کوا بھی ہوا میں اڑتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

پھر عرض کی گئی کہ فلاں پیر اِک آن میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے۔؟ فرمایا: تو کیا ہوا، شیطان بھی اِک آن میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے۔

پھر پوچھا گیا: پھر کمال کس چڑیا کا نام ہے؟ فرمایا: "باکمال وہ ہے جو بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور بباطن اللہ کے ساتھ ہو"۔

بایزید بسطامی کے پاس ایک شخص مرید ہونے کے لیے آیا۔ ایک سال ساتھ رہ کر لوٹنے لگا۔ اُنھوں نے پوچھا: کیوں واپس جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا: آپ کے ساتھ سال بھر رہا، کوئی کرامت (معجزہ) نہیں دیکھا۔ آپ نے پوچھا: مگر یہ بتاؤ کہ سال بھر میں تم نے مجھے کوئی خلافِ شرع کام کرتے دیکھا؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: "ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہی ہوتی ہے کہ اُس سے کبھی کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو"۔ ٭.... (تفسیر روح المعانی)

اِس لیے سب سے بڑے اولیاءِ خدا وہ ہیں جن کی طہارت اس درجۂ کمال پر تھی کہ خدا نے اُن کے لیے سورۂ دھر میں آیتِ تطہیر نازل فرمائی یعنی اہلِ بیتِ رسول ؐ۔ ٭.... (مؤلف)

صاحبِ استقامت کے اوصاف

(۱) لاکھ احسان کرو، لاکھ ڈراؤ دھمکاؤ وہ اپنے موقف سے نہیں ہٹتا۔ کیونکہ وہ حق پر ہوتا ہے۔ (۲) وہ خواہشاتِ نفس کی وجہ سے خدا کی مرضی کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا۔ (۳) وہ ہر بلا پر صبر، ہر نعمت پر شکر کرتا ہے۔ (۴) قضائے الٰہی پر راضی برضا رہتا ہے۔

(۵) وہ آخرت کی صلاح و فلاح کو نصب العین قرار دیتا ہے اِس لیے دنیا کے معاملات میں خود خدا اُس کی کفالت کرتا ہے۔ (۶) وہ اپنے باطن کی صفائی کی فکر کرتا ہے، ظاہر کی صفائی اللہ خود کرتا ہے۔

(۷) وہ خدا کے ساتھ خلوص کا معاملہ رکھتا ہے، خدا لوگوں کو اُس کا مخلص بنا دیتا ہے۔ (روح المعانی)

(۸) خدا کے کسی حکم پر چون و چرا نہیں کرتا۔ ؎ مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
٭.... (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (۱۱۳) فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○ ۱۲

اور ان ظالموں کی طرف ذرا بھی نہ جھکو، ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آجاؤ گے اور پھر اللہ کو چھوڑ کر تمھیں کوئی ایسا دوست یا سرپرست نہ ملے گا (جو تمھیں عذابِ خدا سے بچا سکے) اور پھر کہیں سے بھی تمھاری کوئی مدد نہ ہوگی۔

خدا کا یہ فرمانا کہ: "ظالموں کی طرف ذرا بھی نہ جھکو" اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ ظلم اور کفر اللہ کو کسقدر ناپسند ہے۔

فقہاء نے اِسی آیت سے نتیجہ نکالا کہ بلاضرورت کافروں اور ظالموں کی وضع قطع اختیار کرنا اُن کی تعظیم و تکریم کرنا، اُن سے مصاحبت و مجالست کرنا، اُن کو کافر نہ کہنا، آیت میں اِن سب کی نفی کی گئی ہے۔ یہ سب کام کافروں وظالموں کی طرف جھکنے کے مترادف ہیں۔

..... (جصّاص)

ظالم کی مذمّت

ظالم کے اقوال، افعال، اعمال کسی سے راضی ہونا اور چشم پوشی کرنا بھی حرام ہے۔ اُس کی طرف رغبت سے آنکھ اُٹھا کر دیکھنا، اُن کی تعظیم کرنا بھی حرام ہے، اُن کے لیے کاغذ قلم یا دوسری اشیاء جو ضروری ہوں فراہم کرنا بھی حرام ہے۔ اُن کے پیچھے چلنا اور اُن کا طرزِ زندگی اختیار کرنا بھی حرام ہے۔ بعض اکابرین نے تو ظالموں کے سلام کے جواب دینے کو بھی حرام لکھا ہے۔

سفیانِ ثوری سے پوچھا گیا کہ: اگر کوئی ظالم پیاسا مر رہا ہو تو کیا اُس کو ایک گھونٹ پانی پلانا جائز ہے؟ فرمایا: ایسے موذی کو مرنے دو۔ اُس کو پانی پلانا بھی ظلم کی اعانت کرنا ہے۔ (روح)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "علماء اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہیں جب تک بادشاہوں کے پاس

www.drhasanrizvi.com

آمد و رفت نہ رکھیں۔ اگر رکھیں تو ایسے علماء سے کوسوں دور رہو۔" (الحدیث)

نیز حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اسلامی علوم حاصل کر کے بادشاہ کے دروازے پر کسی لالچ کے ساتھ جانا ہر قدم پر جہنم کی طرف جانا ہے۔ ایسا ہر قدم جہنم کی آگ میں جائے گا۔"

* . . . . . (الحدیث)

حضرت یوشعؑ بن نون سے خدا نے ارشاد فرمایا:

"تمھاری قوم کے چالیس ہزار نیک لوگ اور ساٹھ ہزار بُرے لوگوں کو تباہ کروں گا۔"

حضرت یوشعؑ نے عرض کی: پالنے والے! "نیکوں کو کیوں تباہ کرے گا"؟

ارشاد فرمایا: "نیک اِس لیے تباہ ہوں گے کہ وہ بُروں سے (اُن کی بُرائیوں اور بداعمالیوں پر) ناراض نہ ہوئے، حالانکہ اُن کو خدا کی رضامندی کو سامنے رکھ کر بُروں سے ناراض ہونا چاہیے تھا۔ وہ بجائے ناراض ہونے کے ان ظالموں سے گھُل مل کر رہتے ہیں۔"

* . . . . (تفسیر روح المعانی)

"لَا تَرْكَنُوْا" یعنی: "ظالموں کی طرف میلان (و رُجحان) نہ رکھو۔" اور چونکہ بارشادِ قرآن شرک ایک بڑا ظلم ہے، تو مقصد یہ ہوا کہ مشرکوں سے محبت کا رشتہ نہ رکھو۔ اور عام ظالموں سے محبت رکھنے کی ممانعت اِس آیت کا صریحی فیصلہ ہے، اسی بنا پر ظالم و جائر حکومت کی ملازمت میں اشکال ہے جب تک کہ مصلحت مفسدہ پر غالب نہ ہو۔ کیونکہ ظالم کی حکومت کا ہر ظالمانہ فیصلہ ملازمین کو قبول کرنا پڑتا ہے پس وہ اُن کے ظلم میں شریک ہو جائیں گے، اور جس طرح ظلم میں شریک ہونا ظلم ہے اسی طرح ظلم پر راضی ہونا بھی گناہِ کبیرہ ہے اور "رکون" کا معنی ہے محبت، خیر خواہی اور اطاعت۔ اور اسی آیت کی رُو سے جن لوگوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کا دروازہ کھول دیا اُن کی طرف رُکون و میلان بھی ظلم ہے۔ پس اُن سے محبت رکھنا اور اُن کی اطاعت کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ پس یہ آیت قیامت تک کے لیے ظالموں اور ظالموں کے ساتھیوں سے بچنے کا حکم دے رہی ہے۔

* . . . . (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ (۱۱۴) (اور حق پر ثابت قدم رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم)
وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ
يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى حصّوں میں نماز کی پابندی کیا کرو۔ (کیونکہ)
لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ ۱۱۴ حقیقت یہ ہے کہ نیکیاں بُرائیوں کو دور
کر دیتی ہیں۔ یہ (نماز) تو یاد آوری اور یاد دلانی ہے، اُن کے لیے جو خدا کی یاد تازہ رکھنا چاہتے ہیں۔

شانِ نزول

اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ابو الیسر صحابیِ رسول کھجوریں بیچتے تھے۔ ایک عورت اُن کے یاں کھجوریں لینے آئی، تو اُن کا عورت کی طرف میلان ہو گیا۔ فرمایا: میرے گھر کے اندر بہترین کھجوریں ہیں وہاں چلو۔ جب وہ اندر آگئی تو اُسے گلے لگا لیا اور سولتے جماع کے وہ سب کچھ کر ڈالا جو عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ عورت نے کہا: "خدا سے ڈرو۔" یہ سُن کر عورت کو چھوڑ دیا اور شرمندہ ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سارا حال سنا دیا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "انتظار کرو" جب نمازِ عصر پڑھی گئی تو یہ آیت اُتری۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "تیری نماز تیرے اِس گناہ کا کفارہ بن گئی۔" (بشرطیکہ آئندہ نہ کرے) صحابۂ کرام نے پوچھا: "یہ بات صرف اِس کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے"؟ فرمایا: "تمام لوگوں کے لیے یہی حکم ہے۔"

★..... (تفسیر روح البیان)

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے ارشاد فرمایا: "جب تمہارے اُمتی وضو کریں گے تو وضو کے پانی کے ایک ایک قطرے کے بدلے میں اُن کو ایسے ایسے باغات عطا کروں گا جن میں ہر ایک کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہوگی۔" (الحدیث)

★..... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

حسنات مثل انوار کے اور سیئات مثل ظلمات کے ہیں۔ جس طرح روشنی کے آنے سے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، اسی طرح نیکی، برائیوں کو ختم کر دیتی ہے۔

(مؤلف) .....*

نماز کے فوائد جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "اگر انسان گناہانِ کبیرہ (یعنی بڑے بڑے گناہوں، جیسے قتل کرنا، زنا کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق مال کھانا، خاصکر یتیموں کا، کفر و شرک کرنا، سود کھانا، قطع رحم کرنا، کسی شریف عورت پر بہتان و تہمت لگانا وغیرہ) سے بچتا رہے تو ایک نماز سے دوسری نماز تک جتنے گناہانِ صغیرہ (چھوٹے گناہ) ہیں، وہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

★ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام نے فرمایا:

"ہر نیکی کسی ایک بدی کا کفارہ ہو جاتی ہے۔"

(تفسیر صافی ص ۲۴۲) ....*

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ:

"مومن کا نماز پڑھنا اُس کے دن بھر کے گناہوں کو دھو دیتا ہے۔"

(تفسیر عیاشی بحوالہ صافی) .....*

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں گی تو خدا اِن کی وجہ سے اُس کو ہلاک نہ کرے گا۔

۱۔ بندہ کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے پھر اُس نیک کام کو انجام نہ دے تو خدا اُس کو سات ساعتوں کی مہلت دے گا۔ (۲) اسی طرح اگر کوئی شخص بُرا کام کرتا ہے تو بائیں طرف والا فرشتہ اُس کو لکھنا چاہتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ جو اُس کا حاکم بھی ہے، اُس سے کہتا ہے کہ گناہ کے لکھنے میں جلدی نہ کر۔ شاید اِس کے بعد کوئی نیکی بجالائے جس سے یہ گناہ مٹ جائے۔ یا شاید اس کے بعد توبہ و استغفار کر لے۔ (یعنی خدا سے اپنے گناہ کی معافی مانگ لے) پھر اگر وہ بُرائی کرنے کے بعد نیکی کرتا ہے تو اُس کی

www.drhasanrizvi.com

بُرائی نہیں لکھی جاتی۔ اِس لیے کہ خدا نے خود ارشاد فرمایا کہ:۔

نیکیاں، بُرائیوں کو ختم کردیتی ہیں

" اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ "

"بیشک اچھائیاں بُرائیوں کو ختم کردیتی ہیں۔"

(۳) تیسری خصلت یہ ہے کہ اگر کوئی مومن گناہ کرنے کے بعد معافی مانگ لے وہ بھی اِن الفاظ میں:

استغفار: " اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَۃِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمِ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ۔"

ترجمہ: "میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو (ہر کسی کی) چھپی ہوئی اور کھلی ہوئی تمام باتوں کو اچھی طرح سے جانتا ہے، جو (ہر چیز پر) پوری پوری طرح غالب ہے، بڑی گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے، (گناہوں کو) معاف کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے، صاحبِ عظمت ہے، اور واجب الاحترام ہے، میں اُسی کی جناب میں توبہ کرتا ہوں، اُسی کی طرف میری توجہ ہے"

ایسی خصلتوں والے آدمی کے نامۂ اعمال میں کچھ گناہ نہ لکھا جائے گا۔ لیکن اگر گناہ کرنے کے بعد سات ساعتیں گذر گئیں اور اُس بندے نے کوئی نیکی نہ کی، نہ استغفار کیا، تب دائیں طرف والا فرشتہ بُرائی لکھنے والے فرشتے سے کہے گا کہ اب اِس بدبخت کے نامۂ اعمال میں اس کی بُرائی لکھ دے۔"

* ...... (الکافی)

قرآنی اوقاتِ نماز

"دن کے دونوں سروں" سے مراد صبح اور مغرب کی نماز ہے۔

"کچھ رات گذرنے پر" سے مراد عشاء کی نماز ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی رُو سے نماز کو صرف تین اوقات میں پڑھا جاسکتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اور خدا کا نماز پڑھنے کا حکم دینا اس لیے بھی ہے کہ برائیوں کو دور کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنے سے انسان خدا اور آخرت کو یاد رکھتا ہے یہی یاد اُس کی اصلاح کا سامان بن جاتی ہے۔ نیک بنانے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز کی وجہ سے تم بدی کے طوفان کا منظم طریقے سے مقابلہ کرسکو گے۔ اس طرح بدی کو دفع کرکے خیر و صلاح کا نظام قائم کرسکو گے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

اسی لیے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی شخص نے پوچھا کہ: فرزندِ رسولؐ! کیا میری نمازیں خدا کے ہاں قبول ہوتی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "اس کا علم قرآن سے ہوگا۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ: "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔" (بیشک نماز بدکاریوں اور فحش کاموں سے روکتی ہے۔) اگر تمھاری نماز تمھیں برائیوں سے روکتی ہے تو جتنا روکتی ہے اُتنی ہی خدا کی بارگاہ میں قبول ہوئی ہے۔"

تفسیر جلالین نے لکھا: "دن کے دونوں طرف کے حصے صبح اور دوپہر سے شام تک مراد ہیں یعنی نمازِ صبح، ظہر اور عصر مراد ہے۔ اور "زلف" کا لفظ "زلفۃ" کی جمع ہے یعنی رات کا ایک حصہ، اس میں مغرب اور عشاء کی نمازیں شامل ہیں۔

★ ..... (تفسیر جلالین)

اس بیان سے دن میں نماز کے تین اوقات میں پڑھنے کی اجازت ظاہر ہے اور جمہور کا تصور غلط ثابت ہوجاتا ہے کہ پانچ نمازوں کے پانچ الگ الگ اوقات ضروری ہیں۔ جبکہ قرآن تمام اوقاتِ نماز کو تین پر تقسیم کررہا ہے "دن کا اوّل (۱) اور آخری حصہ (۲)" (۱) دن کے اوّل کے حصے میں صبح کی نماز اور (۲) آخر کے حصے میں ظہر و عصر آگئی (۳) "رات کے کچھ حصے" میں نمازِ مغرب اور عشاء آگئیں۔ اب یہ رات کا کچھ حصہ پورا وقت نماز کا ہے جن کو مغربین یا عشائین کہتے ہیں۔ غرض نمازوں کی قرآنی تقسیم فقہِ اہلِ بیتؑ کے مطابق ثابت ہوتی ہے۔

www.drhasanrizvi.com

نکتہ پھر قرآن نے مغرب اور عشاء کی نماز کے لیے "زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ" فرمایا ہے یعنی "رات کا کچھ حصہ" اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کی نماز کا تعلق سورج کے غروب سے نہیں، رات کے اندھیرے سے ہے۔ اور رات کا اطلاق کسی زبان میں بھی اُس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اندھیرا نہ چھا جائے "اس لیے نمازِ مغرب کو اندھیرے کے وقت پڑھنا قرآن کے مطابق ہے۔"

اسی طرح روزے کے لیے بھی قرآن نے کہا کہ: "اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ" یعنی روزہ رات تک مکمل کرو۔

"اس طرح روزہ افطار نے کے لیے بھی رات کے اندھیرے کا آنا ضروری ثابت ہوا۔"

سب سے زیادہ بخشش والی آیت

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (فصل الخطاب)

ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ امام محمدؑ یا امام جعفر صادق علیہما السّلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے لوگوں سے دریافت کیا کہ قرآن مجید میں وہ کونسی آیت ہے جس میں سب سے زیادہ گنہگاروں کو بخشش کی اُمید دلائی گئی ہے۔ پس لوگوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مختلف آیتیں پیش کیں آپؑ نے فرمایا کہ جو آیت میں پوچھنا چاہتا ہوں وہ کسی نے نہیں پڑھی۔ لوگوں نے عرض کیا، پھر آپ ہی فرمائیں وہ کونسی آیت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "میں نے اپنے حبیب جناب رسالت مآبؐ سے سنا ہے کہ سب سے زیادہ بخشش کیلئے پُر اُمید کرنے والی آیت قرآن مجید میں یہ ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ..... (ہود ۱۱۴) آپؐ نے یہی آیت پڑھ کر فرمایا:

اے علیؑ! مجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق بشیر و نذیر کر کے مبعوث فرمایا تم میں سے کوئی آدمی جب وضو کر کے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کے اعضاء سے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور جب اللہ کی بارگاہ میں شرف یاب ہو کر واپس ہوتا ہے تو اُس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا، جیسا کہ شکمِ مادر سے پیدا ہوتا ہے اور دو نمازوں کے درمیان اُس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو وہ بھی بخشی جاتی ہے اور پھر پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا: پھر فرمایا: اے علیؑ! میری اُمت کے لیے پانچ نمازیں اسطرح ہیں جیسے کسی کے گھر کے دروازہ کے سامنے نہر جاری ہو جب وہ اُس میں پانچ مرتبہ غسل کریگا تو کیا اُس کے بدن پر میل باقی رہ سکتا ہے؟ پس پانچ نمازیں میری اُمت کے لیے ایسی ہی ہیں۔ (یعنی پانچ نمازیں پڑھنے کے بعد کوئی گناہ باقی نہیں رہ سکتا) ★..... (تفسیر انوار النجف) ملخص

www.drhasanrizvi.com

آیت کا پیغام

خدا کا فرمانا کہ: "نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں" اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی نیکی کے انجام دینے کی کوشش ہر وقت کرتے رہو۔ نہ معلوم کونسی نیکی کس برائی کو ختم کر دے۔ یہ صحیفۂ اسلامی کی عجیب و غریب دفعہ ہے جس کی مثال کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی کہ ہر نیکی برائی کو دفع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ نیکیوں کی طرف اس تعلیم سے بہتر اور مؤثر طریقے سے ترغیب نہیں دی جا سکتی۔

★ ..... (ماجدی)

★ مرشد تھانوی نے فرمایا: "طاعت کے انوار سے گناہ کی ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں اور ملکۂ طاعت کے غلبہ سے مادّۂ معصیت کمزور پڑ جاتا ہے۔ ★ ..... (تھانوی)

★ جدید طبی معلومات کے اعتبار سے جسم انسانی میں ایک دفاعی نظام پایا جاتا ہے جو بیماریوں کے جراثیم کو فنا کر دیتا ہے جس طرح جسمانی صحت جسمانی بیماریوں ختم کر دیتی ہے اسی طرح نیکی روحانی صحت ہے جو برائیوں کو ختم دیتی ہے۔

★ .... (مؤلف)

علماءِ اخلاق نے لکھا کہ کسی میں نیکیوں کے ہوتے ہوئے، اس کی برائیوں پر نظر نہ کی جائے۔ دوسروں کی برائیوں کے بجائے اس کی اچھائیاں دیکھی جائیں۔ برائیاں صرف اپنے اندر دیکھی جائیں۔

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجئے
آئینہ سامنے رکھ لیا کیجئے

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے تھے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا ★ ... (بہادر شاہ ظفر)

★ اللہ تو اپنے ہاں یہ قاعدہ رکھے کہ نیکیوں کے ہوتے ہوئے برائیوں پر نظر نہ کی جائے اور بندے اس کے برعکس یہ عمل جاری رکھیں کہ صرف اپنے بھائیوں کی کمزوریوں اور لغزشوں پر نظر رکھیں اور ان کی خوبیوں پر خاک ہی ڈالے رہیں! ★ ..... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

نماز بھی حسنات کی فہرست میں اوّل نمبر عمل ہے۔ اسی لیے نماز بہت سے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان نماز کو نماز سمجھ کر پڑھتا ہے تو اس میں خدا کے سامنے حاضر ہونے کا تصوّر جاگ اُٹھتا ہے جس کے نتیجے میں اُس کو گناہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگتی ہے۔ ضمیر جاگ جاتا ہے اور اُس کا کانٹا گناہ کرنے پر چُبھنے لگتا ہے۔ یہی تصوّر آہستہ آہستہ اُس کو گناہوں سے روک دیتا ہے۔ اسی لیے خدا نے فرمایا ہے کہ: "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ" یعنی: "بلاشبہ نماز بدکاریوں سے روکتی ہے۔"

محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبّت بھی یہی کام انجام دیتی ہے۔ اِن پاک ہستیوں سے (حقیقی معنی میں) محبّت کرنے والا برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اور یہی نفرت اُس کو گناہوں سے روکتی ہے اِسی لیے پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ: "علیؑ کی محبّت گناہوں کو اِس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔" * ..... (الحدیث)

حضرت علی علیہ السّلام کی محبّت کے ہوتے ہوئے گناہ کرتے رہنے کے معنی یہ ہیں کہ علیؑ کی سچّی محبت پیدا نہیں ہوئی۔ وہ صرف رسمی، بے معنی محبّت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اِس لیے کہ منطقی طور پر ضدّین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے نیکی اور بدی کی محبّت بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اِس لیے حضرت علیؑ کی محبّت اور گناہوں کی محبّت ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں جس طرح لکڑی اور آگ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اجتماعِ ضدّین محالِ عقلی ہے۔

اسی طرح نمازِ حقیقی اور گناہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ نماز نیکیوں کی جڑ ہے اور گناہ اُس کی ضد ہے۔ اسی بنا پر حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! میری اُمّت کیلئے پانچ نمازیں اسی طرح ہیں کہ جیسے کسی کے گھر کے دروازہ پر نہر بہ رہی ہو اور اُس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا اُس کے بدن پر کوئی میل باقی رہ سکتا ہے؟ پس خدا کی قسم میری اُمّت کیلئے پانچ نمازیں اسی نہر کی طرح ہیں۔ (الحدیث) (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ (۱۱۵) اور (دوسرے یہ کہ) صبر و برداشت سے
اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ ۱۱۵ کام لیجیے۔ اس لیے کہ اللہ اچھے کام کرنے
والوں کا ثواب کبھی برباد نہیں کیا کرتا۔

صبر سے کام لیجیے

خدا کا اپنے رسولؐ سے فرمانا کہ: "صبر سے کام لیجیے" مطلب یہ ہے کہ نماز کے اوقات کی پابندی کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے اُس کو برداشت کیجیے۔ (کیونکہ یہی خلاصۂ بندگی ہے) (۲) اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ قوم کی مخالفت سے جو تکلیفیں پہنچتی ہیں اُن پر صبر کیجیے۔ *..... (تفسیر تبیان)

یاد رہے کہ یہ حکم خاص رسولِ اکرمؐ ہی کے لیے نہیں ہے، بلکہ آپؐ کے وفادار اُمتیوں کو بھی یہی حکم دیا جارہا ہے کہ "نماز کے اوقات کی پابندی کرتے رہیں اور دشمنانِ دین کی مخالفتوں پر صبر سے کام لیں۔
*...... (فصل الخطاب)

حضرت امام علی بن موسیٰؑ رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ
"اَلْكَمَالُ كُلُّ الْكَمَالِ" سارے کمالات میں سب سے اعلیٰ کمالات تین ہیں:۔

(۱) اَلتَّفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ یعنی دینی تعلیمات میں گہری سمجھ پیدا کرنا۔
(۲) تَقْدِيْرُ الْمَعِيْشَةِ یعنی معاشی معاملات میں اندازہ گیری (Planning) سے کام لینا۔
(۳) اَلصَّبْرُ عَلَى النَّائِبَةِ یعنی مشکلات پر صبر کرنا۔ *.... (تحف العقول)

صبر کی اقسام

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

صبر کی تین قسمیں ہیں: (۱) مصیبت و بلا پر صبر (۲) اطاعت کی محنت پر صبر۔ (۳) گناہ کے ترک پہ صبر۔ پس جو شخص مصیبت و پریشانی پر صبر کرے اور صبر کی طاقت

www.drhasanrizvi.com

سے مصیبت کا دفاع کرے، خداوندکریم اُسے تین سو درجے عطا فرمائے گا جس کے ایک درجہ سے دوسرے درجے تک کا اتنا فاصلہ ہوگا جتنا زمین اور آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے۔

(۲) اور جو شخص اطاعت و فرمانبرداری کی زحمت و تکلیف پر صبر کرے، اُس کے لیے اللہ تعالیٰ چھ سو درجے لکھتا ہے کہ جس کے ایک درجے سے دوسرے درجے تک کا فاصلہ منتہائے زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوگا۔ (یعنی تحت الثریٰ سے آسمان کا آخری سرا)

(۳) اور جو شخص گناہ کرنے کی طاقت و قدرت رکھتے ہوئے بھی، ترکِ گناہ پر صبر کرے، اُس کے لیے نو سو درجے (ثواب کے) لکھے جائیں گے جن میں ایک درجے سے دوسرے درجے تک اتنا فاصلہ ہوگا جتنا منتہائے زمین (زمین کے آخری حصے) سے منتہائے عرش کا فاصلہ۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ: اگر کوئی مومن بلا و مصیبت میں گرفتار ہو اور اُس پر صبر کرے تو خداوندکریم ہزار شہیدوں کے ثواب کے برابر اُسے ثواب بخشے گا۔

★ بسندِ معتبر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ:

"قیامت کے روز جب خدائے تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کرے گا، اُس وقت ایک مُنادی خدائے تعالیٰ کی طرف سے ندا دے گا جس کی آواز کو تمام مخلوق سُنے گی، کہ: کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں صبر کرتے تھے؟ پس ایک گروہ آئے گا جس کے استقبال کے لیے فرشتے آگے بڑھیں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم نے کس چیز پر صبر کیا؟ وہ جواب دیں گے: ہم نے اطاعتِ خدا کی تکلیف پر صبر کیا، اور ترکِ گناہ پر صبر کیا اور اُس کی مشقت برداشت کی۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ ندا دے گا یہ بندگانِ خدا سچ کہتے ہیں۔ انہیں بے حساب بہشت میں جانے دو۔" ★ (از روح الحیات ص ۲۳۹، ۲۴۰)

توکل کے معنی ہر معاملہ میں خدا پر بھروسہ رکھنے کا نام توکل ہے۔ اس کا مرکز دل ہوتا ہے، مگر ظاہری اسباب کو کام میں لانا توکل کے خلاف نہیں، بشرطیکہ دل کو یہ یقین ہو کہ ہر کام مرضیِ خدا ہی سے ہوتا ہے۔ اگر اسباب کو کام میں لانے کے بعد کام نہ بنے تو یقین کر لینا چاہیے کہ خدا کی تقدیر یہی ہے۔ ★ (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ (۱۱۶) قَبْلِكُمْ اُولُوْ بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○ ۱۱۶

تو پھر اُن قوموں میں جو سے پہلے تھیں ایسے بچے کھچے سمجھدار لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں خرابیاں پھیلانے سے روکتے؟ ایسے لوگ اگر ہوئے بھی تو بہت ہی کم، جن کو ہم نے نجات عطا کی۔ مگر جو ظالم تھے وہ تو اُنھیں حرام لذّتوں ہی کے پیچھے رہے جو اُن کو بکثرت دی گئی تھیں اور (اس طرح آخرکار) وہ مجرم گنہگار بن گئے۔

"اُولُوْ بَقِيَّةٍ" "بچے کھچے سمجھدار لوگوں" سے مراد وہ لوگ ہیں جو صاحبِ رائے ہوں۔ صاحبِ عقل ہوں۔ اربابِ فضل ہوں۔ ان خوبیوں کو بقیہ اس لیے کہتے ہیں کہ جو شخص اچھی صفتوں کو اپنے اندر باقی رکھنے کی خواہش رکھتا ہے، اُس کو عرب لوگ بَقِيَّةُ الْقَوْم کہتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ آدمی قوم کا عمدہ ترین آدمی ہے جو ابھی باقی ہے۔ یا پھر اس کے معنی ذوبقا کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی جانوں کو خدا کے عذاب سے بچائے رکھنا چاہتے ہیں۔

★ - - - - (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صـ ۴۲)

نتیجہ

محققین نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہر قوم میں تھوڑے سے ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو قوم کے بُرے کاموں سے الگ تھلگ رہتے تھے اور قوم کو بُرے کاموں اور ظلم کرنے سے منع بھی کرتے تھے۔ اسی لیے جب خدا کا عذاب قوم پر آتا تھا تو یہی چند لوگ بچ جایا کرتے تھے اگر ایسے افراد بہت سے ہوتے جو قوم کو بُرائی سے روکتے تو عذاب ہی نہ آتا۔ ★ - - - (فصل الخطاب)

"یعنی، نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی۔ (کیونکہ نیک لوگ) تھوڑے سے تھے، سو وہ بچ گئے"

★ - - - - - (موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ اور " اُولُوْ بَقِيَّةٍ " یعنی "بچے کھچے سمجھدار لوگوں سے صاحبانِ فضل و خیر مراد ہیں۔ جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے ہیں۔ ★..... (تفسیر تبیان)

★ یعنی صاحبانِ عقل و فہم ہیں۔ ★..... (شاہ ولی اللہ)

★ صاحبانِ شعور ہیں۔ ★..... (شاہ رفیع الدین)

پیغام آیت کا پیغام یہ ہے کہ اگر پچھلی اُمتوں میں ایسے لوگ کثرت سے ہوتے جو لوگوں کو خدا کی نافرمانیوں، یعنی فساد فی الارض سے روکتے ٹوکتے تو قوموں پر عذاب ہی کیوں آتا ؟ وہاں تو صرف گنتی کے چند لوگ عذاب سے محفوظ رہے۔ ★..... (کشاف)

" اُولُوْ بَقِيَّةٍ " یعنی، بچے کھچے سمجھدار لوگوں سے وہی گنتی کے چند اصحابِ خیر و فضل مراد ہیں جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے ٹوکتے تھے۔ ★..... (کشاف، روح المعانی)

★ " فساد فی الارض " قرآن کی جامع اصطلاح ہے۔ اس میں ہر قسم کی بے دینی، بے ایمانی، بددیانتی شامل ہے۔ ★..... (ماجدی)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: " خدا خواص (امیروں) کے اعمال کی وجہ سے قوموں پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ ہاں جب خواص اور عوام سب کے سب برائی سے روکنا منع کردیں اور نیکیوں کی ترغیب دینا چھوڑ دیں، جبکہ وہ ایسا کرنے پر قادر بھی ہوں، تب خدا خواص و عوام سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

★ کیونکہ جس قوم میں اچھائی کی ترغیب دینے والے اور برائی سے روکنے والے نہیں رہتے، وہ قوم زمین پر فساد برپا کرتی ہے۔

★ شیخ سعدیؒ نے فرمایا: " اگر تجھ میں برائیوں سے روکنے کی طاقت ہے تو لنگڑا بن کر نہ بیٹھ۔ تجھے جو اچھی بات کہنی آتی ہے وہ نرمی سے سمجھا کر کہہ چاہے اُس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھائے۔ ہاں جب ہاتھ اور پاؤں کو برائی کے روکنے سے روک دیا جائے تو پھر زبان سے اللہ سے دعا کر، کہ خدا خود بُروں کو اچھائی کا راستہ دکھائے۔"
★..... (شیخ سعدی)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝ ۱۱۷

(۱۱۷) اور تمہارا پالنے والا مالک ایسا نہیں ہے کہ (خواہ مخواہ) بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ و برباد کر ڈالے حالانکہ اُن کے رہنے والے اصلاح کرنے والے یا اچھے کام کرنے والے مُصلح ہوں۔

★ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ: "اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ: وہ لوگ ایکدوسرے کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے ہیں۔"

★ ..... (تفسیر صافی صـ۲۴۳ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

★ انصاف جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب رحم کی صفت زیادہ ہو، مروّت کم سے کم اتنی ضرور ہو کہ انسان دوسرے کے حق کے مقابلے میں اپنے حق سے چشم پوشی کرے۔ اِسی لیے کہا گیا ہے کہ سلطنت کفر اور شرک کے ساتھ تو باقی رہ سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔

★ ..... (تفسیر صافی)

★ اِس آیت میں قوموں کی تباہی کے اصل سبب کو بتایا گیا ہے۔ تمام قوموں کی تباہی کا اصل سبب یہ تھا کہ جب اللہ نے اُن قوموں کو اپنی نعمتوں سے نوازا تو وہ لوگ خوشحالی کے نشے میں مست ہو کر زمین پر فساد برپا کرنے لگے۔ پھر اُن کا اجتماعی ضمیر اتنا بگڑ گیا کہ اُن میں ایسے لوگ تک باقی نہ رہے جو اُن کو بُرائیوں سے روکتے ٹوکتے۔ اگر ایسے لوگ تھے بھی تو بہت کم اور بہت کمزور۔ اِسی لیے آخرکار اُن لوگوں کی اصلاح کی کوئی اُمید باقی نہ رہی۔ اِسی لیے اُنہی قوموں عذابِ الٰہی کی مستحق ٹھیریں۔ ورنہ اللہ کو اپنے بندوں سے کوئی دشمنی تھوڑی ہے کہ وہ اُنھیں خواہ مخواہ اپنے عذاب میں گرفتار کرے۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "قوموں کی بقاء کے لیے ایسے لوگوں کا موجود رہنا نہایت ضروری ہوتا ہے جو خیر کی طرف بُلانے والے اور شر سے روکنے والے ہوں۔ خدا اگر لوگوں کے شر کو

www.drhasanrizvi.com

برداشت کرتا ہے تو وہ بھی اُسی وقت تک کرتا ہے جب تک کچھ نہ کچھ خیر اُس قوم میں موجود ہو۔ یا آئندہ خیر کا کچھ امکان ہی موجود ہو۔ مگر جب کوئی معاشرہ پورے طور پر اہلِ خیر سے خالی ہو جاتا ہے اور اس میں صرف شریر اور بدمعاش لوگ باقی رہ جاتے ہیں تو پھر خدا اُس قوم کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتا ہے۔ اِس لیے جب کوئی قوم اپنے درمیان اُن لوگوں کے وجود تک کو برداشت نہ کر سکے جو بھلائیوں کی طرف بلاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں تو سمجھ لو کہ بس اب اِس قوم کے دن پورے ہو چکے۔ کیونکہ اب وہ قوم خود اپنی جان کی دشمن ہو چکی ہے۔ اُسے ہر چیز گوارا ہے مگر وہ چیز گوارا ہی نہیں جو اُس کی زندگی کی ضامن ہے۔ اب اُس قوم میں فساد کو مٹانے والے باقی ہی نہیں رہے۔ (۲) اگر اُس قوم میں کچھ عناصر ایسے موجود ہوتے ہیں جو اصلاحِ حال کی کوششیں کر رہے ہوتے ہیں تو خدا اُن لوگوں کو اصلاحِ حال کا موقع ضرور دیتا ہے۔ ایسی قوم پر مکمل عذاب نہیں آتا لیکن جب وہ قوم ایسے افراد کے وجود کو برداشت ہی نہیں کر سکتی جو اصلاح کرنے کے اہل ہوں، تو پھر اُس قوم میں کوئی ہیرا باقی نہیں رہتا، صرف کوئلے ہی کوئلے باقی رہ جاتے ہیں۔ پھر خدا کے حکم میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگتی کہ وہ ساری کی ساری بھٹی ملگا دی جاتی ہے جو اُن تمام کوئلوں کو پھونک کر راکھ کر دیتی ہے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

آیت کا پیغام اور نتیجہ

یہ ہے کہ (۱) خدا کا عذاب کبھی بلاوجہ نہیں آیا کرتا۔ یعنی جب تک قوموں کے اعمال اتنے بُرے نہ ہوں کہ اُنھیں سزا دینا ضروری ہو جائے، خدا کا عذاب نہیں آیا کرتا۔ (۲) خدا عادلِ حقیقی ہے۔

★ ..... (فصل الخطاب)

نوٹ :۔ اصلاح سے یہاں مراد اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرنا ہے اور "ظلم" سے یہاں مراد کفر اور شرک ہے۔ اور ظلم کو صیغۂ نکرہ میں لانا، ظلم کی سخت بُرائی کو ظاہر کرتا ہے۔ ★ ..... (روح المعانی)

★ بعض مفسرین نے ظلم سے مراد صرف شرک کو لیا ہے۔ ★ ..... (مدارک)

★ مذہبِ اہلِ سنّت کے مطابق "ظلم" سے مراد شرک ہے۔ (مگر یہ تفسیر ظالم بادشاہوں کی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے اس لیے درست نہیں)

★ ..... (تفسیر کبیر) ★ ..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ (۱۱۸)

اگر آپ کا پالنے والا مالک چاہتا تو سب کے سب کو ایک ہی گروہ یا مذہب پر بنا دیتا۔ مگر اب تو وہ برابر ایک دوسرے سے اختلاف ہی کرتے رہیں گے۔

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے اپنے آبائے طاہرین ؑ سے نقل فرمایا ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ " یعنی: "وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے"۔ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ دین کے معاملے میں ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے " اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ " "سوا اُس کے جس پر تمہارا پالنے والا مالک رحم کرے"۔ اِن سے مراد وہ لوگ ہیں جو واقعاً آلِ محمدؐ کی پیروی کرنے والے ہیں۔

پھر خدا نے فرمایا: " وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ " یعنی۔ "تمہارے پالنے والے مالک نے اُن کو اِسی لیے (یعنی رحم کرنے کے لیے) پیدا کیا۔" اِس سے بھی اہلِ رحمت مراد ہیں جو رحمتِ خدا کی وجہ سے اختلاف کرنے والوں سے علیحدہ کیے گئے۔ جو دین میں اختلاف نہ کریں گے۔ (بلکہ اتحادِ اُمّت کیلئے کوشاں ہوں گے۔)

★ ...... (تفسیر صافی ص۲۴۳ بحوالہ تفسیر قمی)

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کی خِلقت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اہلِ حق کے مقابلے کے لیے گمراہ لوگ بھی دنیا میں موجود رہیں۔ جس طرح خدا کی صفت رحم وکرم کا اظہار اہلِ حق کے لیے جنّت میں بھیجنے سے ہوگا اُسی طرح خدا کی صفتِ غضب کا اظہار اہلِ باطل کے جہنّم میں داخلے سے ہوگا۔ ★ ...... (روح المعانی)

★ لیکن اہلِ حق ہوں یا اہلِ باطل، دونوں اپنے اختیار سے حق یا باطل کا انتخاب کرتے ہیں۔ اِس لیے کہ خدا نے اُن کو عقل وشعور، اپنی ہدایات اور اختیار سے نوازا ہے۔ ★ .... (مؤلّف)

★ مگر خدا یہ بھی نہیں چاہتا کہ سب کو مجبوراً حق پر جمع کردے۔ ★ .... (جصّاص)

★ یاد رہے کہ تخلیقِ انسانی کا مقصد امتحان لینا ہے۔ جیسا کہ سورۂ ملک میں فرمایا: "موت اور حیات کو امتحان کے لیے خلق کیا۔"

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ (۱۱۹) سوا اُس کے جس پر تمھارا پالنے والا
خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ مالک رحم کرے (کیونکہ) تمھارے پالنے والے
لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ مالک نے اُن کو اسی (رحم کرنے کے) لیے
النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ ۱۱۹ پیدا کیا تھا۔ (یعنی جو لوگ دین میں اختلاف

پیدا نہ کریں گے جس کا طریقہ بقولِ رسولؐ 'آلِ رسولؐ کی پیروی کرنا ہے یہی لوگ اہلِ رحمت ہیں۔ (امام محمدؑ باقر) اور تمھارے مالک کی یہ بات (دین میں اختلاف کرنے والوں کے لیے) پوری ہو کر رہی کہ میں جہنم کو جنّ اور انسان' سب سے بھر دوں گا۔

"جب کسی قوم میں اصلاح کرنے والے باقی نہیں رہتے تو اُن پر خدا کا عذاب آجاتا ہے"۔

اعتراض: اس بات پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اہلِ خیر کا باقی نہ رہنا بھی تو خدا کی مرضی ہی سے ممکن ہوا۔ اس لیے تباہی کا الزام قوموں پر کیوں ڈالا جائے؟ اللہ نے اُن میں ایسے اہلِ خیر کیوں نہ پیدا کر دیے کہ جنکی وجہ سے عذاب رُک جاتا؟

جواب: اس کا جواب یہ دیا گیا کہ خدا کی مشیّت انسان کے بارے میں ویسی نہیں ہوتی جیسی حیوانات یا نباتات کے بارے میں ہوتی ہے۔ اگر خدا دوسری مخلوقات کی طرح انسان کو مجبور کرتا تو پھر انبیاءؑ اور کتابوں کے بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ سارے انسان مومن اور صالح پیدا ہوتے لیکن انسان کے بارے میں خدا کی مشیّت میں یہ ہے کہ انسان کو انتخاب اور اختیار کی آزادی بخش دی جائے۔ اُسے اپنی پسند کے مطابق مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دی جائے۔ اُس کے سامنے جنّت اور جہنم دونوں کی راہیں کھول دی جائیں، تاکہ انسان جو کچھ پائے اپنی کوششوں سے پائے۔ جب اِس حکمت کے تحت انسان کو پیدا کیا گیا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی قوم خود بُرائی کی طرف بڑھنا چاہے اور خدا زبردستی اُسے

www.drhasanrizvi.com

خیر کی طرف موڑ دے۔ اس قسم کی مداخلت خدا کی اسکیم میں نہیں ہے۔ خدا کسی کو زبردستی نیک نہیں بناتا خدا ہر فرد یا قوم کو اُسی انجام کی طرف جانے کے لیے چھوڑ دیتا ہے جسے وہ قوم یا فرد منتخب کرتا ہے البتہ خدا کی رحمت کے مستحق وہ قوم ہوتی ہے جس میں بہت سے افراد خیر کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں، اور بہت سے افراد اُن کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں جس قوم کے اجتماعی نظام میں یہ صلاحیت باقی رہتی ہے کہ اصلاح کی کوششیں کرنے والے اُن میں کام کر سکیں۔ * ..... (تفہیم القرآن)

مسئلۂ جبر و اختیار

یہ آیت مشکلاتِ قرآن میں سے قرار دی گئی ہے۔ جبر کے ماننے والوں نے بلا تکلف اس آیت کے معنی یہ لیے ہیں کہ: "خدا نے لوگوں کو اختلاف کرنے ہی کے لیے پیدا کیا ہے اور خدا نے پہلے ہی سے طے کر دیا ہے کہ دوزخ کو ایسے لوگوں سے بھر دیا جائے گا۔" مگر عقلی طور پر یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر خدا نے لوگوں کو اختلاف پیدا کرنے ہی کے لیے پیدا کیا تھا تو پھر اختلاف کرنے پر تو خدا کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ اختلاف کر کے وہ لوگ خدا کا مقصد پورا کر رہے تھے۔ اس لیے خدا کو اُن کو جنت میں بھیجنا چاہیے تھا کہ جہنم میں؟ اب کیونکہ خدا کے قول کے مطابق اختلاف کر کے وہ جہنم میں بھیجے جانے کے مستحق ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ خدا نے اُنھیں اختلاف کرنے کے لیے نہیں پیدا کیا تھا۔ اب جو وہ آپس میں خواہ مخواہ اختلاف کر رہے ہیں تو وہ خدا کی مرضی کے خلاف کر رہے ہیں۔ اسی لیے دوزخ کے مستحق بن رہے ہیں۔ خدا نے تو اُن کو اپنی رحمت کے لیے پیدا کیا تھا جیسا کہ اسی آیت میں موجود ہے کہ: "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ..." یعنی: "سوا اُس کے جس پر تمھارا پالنے والا مالک رحم کرے۔ کیونکہ تمھارے پالنے والے مالک نے اُن کو اسی (رحم کرنے کے لیے) پیدا کیا تھا۔"

*... (تفسیر علی بن ابراہیم، بقول ابن عباسؓ، مجاہد، قتادہ، الضحاک، تفسیر تبیان، تفسیر فصل الخطاب، تفسیر انوار النجف وغیرہ)

* امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "اے خدا! میں تیری عبادت نہ تو جنت کی لالچ کے سبب سے کرتا ہوں اور نہ جہنم کے خوف سے کرتا ہوں بلکہ میں تو تیری عبادت صرف اس لیے کرتا ہوں کہ تو عبادت کا اہل ہے۔"

* ..... (از حضرت علیؑ)

www.drhasanrizvi.com

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ ۱۲۰

(۱۲۰) اور رسولوں کے قصے جو ہم تمہیں سناتے ہیں اور جن سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں، اُن کے اندر تمہارے پاس حقیقت (کا علم)، مومنین کی خیر خواہی، نصیحت، یاددہانی اور بیداری (کا سامان) آیا ہے۔

وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ۝ ۱۲۱

(۱۲۱) اور جو لوگ حق کو کسی طرح مانتے ہی نہیں، اُن سے کہدیجیے کہ تم اپنی جگہ کام کرتے رہو، ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ۝ ۱۲۲

(۱۲۲) (نتیجہ کا) تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

(آیت عنہ ۱۲۰) آیت کا مقصد یہ ہے کہ قرآن میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں یا اِس سورۃ میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ کوئی تاریخ نگاری یا قصہ گوئی کے طور پر نہیں، بلکہ اِن میں اہم علمی اور اخلاقی تعلیمات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ *.... (تفسیر جلالین، تفسیر تبیان، فتح الرحمٰن، فصل الخطاب)

* مرشد تھانوی نے فرمایا کہ مقبولین اور اولیاءِ خدا کے حالات سُن کر دل کو خاص تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے مشائخ نے اولیاءِ خدا کے واقعات جمع کرنے کا خاص طور پر اہتمام فرمایا ہے۔ * (مرشد تھانوی)

(آیت عنہ ۱۲۱) ظاہر ہے کہ یہ تقریر بالکل آخری موقع کی ہے۔ جب تبلیغ کے اثرات سے بالکل مایوسی ہوجائے۔ *.... (ماجدی)

(آیت عنہ ۱۲۲) ہم بھی منتظر ہیں، انتظار سے مراد نتائجِ اعمال کے ظہور کا انتظار ہے۔ *.... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۲۳) (کیونکہ) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی
وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ چھپا ہوا ہے وہ سب کا سب اللہ کے قبضۂ
فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَ قدرت میں ہے۔ اور سارے کا سارا معاملہ
مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۱۲۳ ۫ اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اِس لیے اُسی ۱۰ ع ۱۲۳ ۱۰
کی بندگی (مکمّل اطاعت) اختیار کرو اور اُسی پر بھروسہ رکھو (کیونکہ) تمھارا پالنے والا
اُس سے بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو۔ (۱۲۲)

اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں

آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اچھائی بُرائی کفر و اسلام کی اس کشمکش میں جو لوگ جو کام کر رہے وہ سب خدا کی نگاہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سلطنت (معاذ اللہ) اندھیر نگری چوپٹ راج نہیں۔ ایسا نہیں کہ یہاں کچھ بھی ہوتا رہے خدا کو اُس کی خبر نہ ہو۔ خدا کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ جو لوگ اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں وہ یقین رکھیں کہ اُن کی محنتیں ضائع جانے والی نہیں۔ جو بدمعاش نیک لوگوں پر ظلم پر ظلم توڑ رہے ہیں اور اصلاح کرنے والوں کے کاموں میں رُکاوٹوں پر رُکاوٹیں ڈال رہے ہیں، اُن کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ کو اُن کی ساری حرکتوں کا علم ہے۔ اُن کو اپنی بدمعاشیوں کی پوری پوری سزا بھگتنی ہوگی۔

(تفہیم القرآن) ۔۔۔۔*

معرفتِ خداوندی

خدا کا علم بھی کامل، ملک بھی کامل اور اُس کا کائنات پر اختیار و تصرّف بھی کامل ہے۔ کوئی فعل کسی درجے کا بھی کیوں نہ ہو، خدا کی گرفت سے باہر نہیں۔

اور خدا کا فرمانا کہ: "اللہ پر توکّل کیجیے" اِس کا مطلب یہ ہے کہ تبلیغِ دین کے سلسلے میں جس قدر بھی تکالیف پہنچیں اُن کی پرواہ نہ کیجیے۔ بس اِس بات کا یقین رکھیے کہ تصرّفاتِ تکوینی سب کے سب

www.drhasanrizvi.com

خدا کے اختیار میں ہیں۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ : خدا کا علم بھی کامل ہے، اُس کا اقتدار بھی کامل ہے۔

زمین و آسمان میں ہر چھپی ہوئی چیز اللہ کے علم میں ہے اور کائنات کی ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے۔

*...... (ماجدی)

مسئلۂ علمِ غیب

"لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" آیتِ مجیدہ کے معنی میں تین معنی ہیں۔ (۱) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ غائب ہے وہ اللہ کی ملکیت ہے۔

(۲) آسمانوں اور زمین کے کل خزانے اللہ کی ملکیت ہیں۔

(۳) علمِ غیب صرف اللہ کے لیے مختص ہے خواہ آسمانوں سے متعلق ہو یا زمین سے۔

اِس مسئلے کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ علمِ غیب کی دو قسمیں ہیں :

(۱) علمِ مستفاد۔ (۲) علمِ ذاتی۔

(۱) علمِ مستفاد۔ یہ وہ علم ہے جو کسی دوسرے سے حاصل کیا جائے۔

(۲) علمِ ذاتی۔ جو صرف خدا کے پاس ہے اِس میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔

البتہ علمِ مستفاد وہ علم ہے جو خدا انبیاءؑ اور اوصیاءؑ (ائمہ معصومینؑ) کو عطا فرماتا ہے۔ اب یہ خدا کی مرضی ہے کہ جتنا چاہے اُن کو علم عطا فرمائے۔ علّامہ طبرسیؒ نے لکھا کہ غیب کا علم اللہ کا خاصہ ہے۔ وہ ذاتی طور پر ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اِس میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نبیؐ یا امامؑ کے پاس صرف اتنا علم ہوتا ہے جتنا خدا نے اُسے دیا ہوتا ہے۔ اِسی علم کی بنیاد پر نبیؐ یا امامؑ غیب کی خبریں دیتے ہیں مثلاً حضرت امام جعفر صادقؑ نے عبداللہ بن حسن سے فرمایا تھا کہ حکومت نہ تجھے ملے گی اور نہ تیری اولاد کو۔ تمہارے دونوں بیٹے منصور کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ وغیرہ۔ ائمہ معصومینؑ کا یہ تمام علم رسولِ خداؐ سے حاصل ہوا تھا اور آنحضرتؐ کو خدا کی وحی سے ملا تھا...الخ

*..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَہ یُوْسُفؑ کے رُوحَانی خواص

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: جو شخص سورۂ یوسف کی تلاوت کرے اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کی تلاوت کی تاکید کرے تو خداوندِ عالم (۱) اُس پر موت کی تکلیف کو آسان کردے گا۔ (۲) اور اُس کو یہ توفیق بھی دے گا کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے۔

★ (مجمع البیان)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ:

"جو شخص ہر دن یا ہر رات اِس سورۃ کی تلاوت کرے گا (۱) خدا اُسے قیامت کے دن حضرت یوسفؑ کی طرح حسین وجمیل بنا کر اُٹھائے گا۔ (۲) اور وہ قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہیگا۔ (۳) اور اُس کا شمار خدا کے خاص بندوں میں ہوگا۔ ★ (مجمع البیان)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"جو شخص اِس سورۃ کو لکھ کر تین دن گھر میں رکھے گا اور پھر گھر سے باہر کی دیوار کے نیچے اُس کو دفن کردے گا، تو اچانک سلطانِ وقت کی جانب سے اُس کو دعوت پہنچے گی اور وہ اُس کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ (باذنِ خدا)

مگر اِس سے بہتر یہ ہے کہ اس سورۃ کو لکھ کر پی لے، تو خدا اُس کا رزق اُس کے لیے آسان کردے گا اور خدا کی اجازت سے وہ شخص خوش قسمت ہوجائے گا۔

★ (تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

اٰيَاتُهَا ۱۱۱	سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ	رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض پہنچانے والا، مسلسل بے حد رحم کرنے والا ہے۔ ٭

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ (۱) الف۔ لام۔ را۔ یہ اُس کتاب کی آیتیں ہیں، جو (حقائق کو) واضح طور پر صاف صاف بیان کرتی ہیں۔

---

* الف لام را، سے مراد " اَنَا اللّٰهُ اَرٰی " ہے یعنی: میں اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔" * (تفسیر ابنِ عباس رضؓ)

* "واضح کھلی ہوئی کتاب" سے مراد ایسی کتاب ہے جس کی تعلیمات میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔ اِس کے تمام بیانات صاف، واضح، سادہ اور دل میں اُترنے والے ہوں۔ اِس لیے قرآن کے بیانات دلوں کو بدل کر رکھ دیتے ہیں اور براہِ راست خدا سے تعلق قائم کر دیتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

*---. (ماجدی)

؎ تم زمانے کی راہ سے آئے ٭ ورنہ سیدھا تھا راستہ دل کا

www.drhasanrizvi.com

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (٢) ہم نے اِسے وضاحت اور فصاحت
لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ ٢ سے بیان کرنے والا قرآن (یعنی) عام
اور خاص سب کے بکثرت پڑھنے کے لیے، اُتارا ہے تاکہ تم لوگ عقل سے کام لو۔ (یا)
تم لوگ اِس کو اچھی طرح سے سمجھ سکو۔

"قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا" کا ترجمہ اگر "عربی زبان کا قرآن" کیا جائے تو قرآن کا دائرۂ خطاب سمٹ کر صرف اہلِ عرب تک محدود رہ جائے گا۔ لیکن "عربی" کے لفظی معنی "فصیح اور واضح کلام کے ہوتے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ اکابرین نے یہی معنی لیے ہیں۔ مثلاً:

(١) العربی الفصیح (عربی کے معنی فصیح واضح ایسا بیان جو براہِ راست مطلب تک پہنچا دے)
* ..... (امام راغب)
(٢) ابان وافصح (عربی کے معنی ایسا بیان جو واضح ہو اور مناسب ترین الفاظ میں ہو)
* ..... (تاج)
(٣) خود عرب کا نام عرب اسی لیے پڑا کہ وہ فصیح، واضح اور مناسب ترین الفاظ والی زبان بولتے ہیں
* ..... (تاج، تفسیر کبیر رازی، ماجدی، فصل الخطاب)

"قرآن" کے لفظ کی تحقیق

"قرآن" قَرَأَ يَقْرَأُ کا مصدر ہے۔ اِس کے معنی ہیں "پڑھنا" جب مصدر کو نام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس شئے کے اندر مصدری معنی کمال کی حد تک پائے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو بہادر کہنے کے بجائے "بہادری" کہدیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں بہادری اِس حد تک پائی جاتی ہے کہ وہ شخص اور بہادری ایک ہی چیز ہیں۔ اِس کتاب کا نام "قرآن" رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب کثرت سے پڑھی جانے والی چیز ہے (اور یہ کتنا بڑا زندہ معجزہ ہے کہ آج دنیا میں جو کتاب سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے وہ قرآن ہی ہے)

عربی میں نازل ہونے کا اصل مطلب

اور خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم نے اُسے عربی زبان

www.drhasanrizvi.com

میں نازل کیا ہے۔"

اِس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ یہ کتاب صرف عربوں کے لیے نازل کی گئی ہے۔ بلکہ اِس فقرے کا مطلب صرف یہ ہے کہ: "اے عربو! تمھیں یہ ساری باتیں کسی یونانی، ترکی یا ایرانی زبان میں تو نہیں سنائی جارہی ہیں۔ یہ سب باتیں تمھیں تمھاری اپنی زبان میں سنائی جارہی ہیں۔ اِس لیے اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ یا اس کلام میں جو معجزانہ انداز ہے، وہ ہم سے پوشیدہ ہے۔

اصول یہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے جو چیز بھی پیش کی جائے گی وہ انسانوں ہی کی کسی نہ کسی زبان میں ہی پیش کی جائے گی۔ (کیونکہ قرآن عرب میں اُتارا اِس لیے عرب اوّلین مخاطب ٹھہرے۔ اِس لیے قرآن کو عربی میں اُتارا گیا۔)

★ ..... (تفہیم القرآن)

شانِ نزول

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ علمائے یہود نے سردارانِ قریش سے کہا: تم محمدؐ سے پوچھو کہ حضرت یعقوبؑ کی اولاد شام سے مصر کی طرف منتقل کیوں ہوئی؟ اور حضرت یوسفؑ کا قصہ کیا ہے۔؟ چنانچہ یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوا۔

"قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا" ضمیر مفعول سے بدلی ہے۔ بروایت ابنِ عباسؓ حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے۔ میں عربوں کے ساتھ تین وجوہ سے محبت کرتا ہوں (۱) میں خود عربی ہوں۔ (۲) قرآن مجید عربی ہے۔ (۳) اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔

★ تفسیر صافی میں بروایت خصال امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عربی زبان سیکھو کیونکہ یہ وہ زبان ہے جس کے ذریعے سے اللہ نے اپنے بندوں کو خطاب فرمایا۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ ۳

(۳) ہم اِس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے، آپ کے سامنے بہترین واقعات (اور حقائق) بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ اِس سے پہلے آپ اِس سے بے خبر تھے۔

قرآن کا بہترین قصّہ

حضرت یوسفؑ کے قصّے کو سب سے اچھا قصّہ اِس لیے فرمایا کہ اِس میں بہت سی عجیب و غریب پُر از حکمت و عبرت ناک باتیں صحیح واقعات کے ساتھ نہایت ہی عمدہ اور مؤثر انداز میں بہت ہی خوبی اور ماہرانہ کمال کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

٭...... (تفسیر صافی ص۲۲۴)

حضرت یوسفؑ کے قصّے کو بہترین قصّہ اِس لیے فرمایا کہ (۱) اس میں بہترین اخلاقی سبق دیے گئے ہیں۔ (۲) مختلف بصیرتیں جو مختلف قصّوں میں بکھری ہوئی تھیں، اِس قصّے میں سب ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں۔ (۳) فطرتِ بشری کو بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۴) جو صورتِ حال حضرت یوسفؑ کو اپنے بھائیوں سے درپیش تھی وہی صورت حال حضرت رسولِ اکرمؐ کو قریش کے مقابلے میں درپیش تھی۔ اِس طرح حقیقتاً رسولِ اکرمؐ ہی کا قصّہ حدیثِ دیگراں کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ (۵) اور خدا کا یہ فرمانا کہ " نَحْنُ نَقُصُّ " یعنی: ہم خود اِس قصّے کو بیان کر رہے ہیں۔" عربی کے اس دوہرے صیغۂ متکلّم سے مقصود اِس بات پر زور دینا ہے کہ صرف ہم ہی صحیح واقعات بیان کر سکتے ہیں کسی اور کے بس کی بات نہیں کہ اتنے پُرانے قصّے کے تمام جُزئیات کو بالکل صحیح بیان کر سکے۔ غرض اِس سے ثابت ہوا کہ اس واقعے کے تمام جُزئیات حرف حرف صحیح بیان ہوئے ہیں۔ یہ کوئی مصنوعی گھڑا ہوا قصّہ نہیں۔

٭...... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

★ شیخِ اکبر محی الدین عربیؒ نے ، حضرت یوسفؑ کے قصّے کو "سب سے اچھا قصّہ" کہنے کی وجوہات یہ بیان کی ہیں کہ: (۱) اِس قصّے میں عبرتوں اور حکمتوں کے عجیب وغریب نکتے بیان کیے گئے ہیں خاص کر بلاؤں پر صبر کرنے اور اُن کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) کیونکہ حضرت یوسفؑ بہت خوبصورت تھے اِس لیے بھی خدا نے ان کے قصّے کو اَحسن القصص فرمایا۔

(۳) حضرت یوسفؑ نبی بھی تھے، خوبصورت بھی تھے، صاحبِ علمِ رُؤیا بھی تھے، پھر اُن کو حکومتِ دُنیا بھی ملی اور انھوں نے لاکھوں انسانوں کی جان بچائی قحط سے بچنے کا طریقہ بتا کر۔

(۴) حضرت یوسفؑ کی دعا بھی بہترین دعا ہے کہ فرمایا: وَتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ "(مجھے اپنی فرماں برداری کی حالت میں موت دے اور صالحین سے ملا دے۔)

(۵) اِس قصّے میں محبت کی باتیں ہیں اور قاعدہ ہے کہ جو چیز محبوب ہوتی ہے اُس کے متعلقات بھی محبوب اور احسن ہوتے ہیں۔

(۶) اِس قصّے میں سب سے اہم موضوع نفسِ اَمّارہ کا بیان ہے کہ جو اوّلاً زلیخا کے رنگ میں ظاہر ہوا اور پھر پاک صاف ہو کر تزکیہء نفس کے ذریعے اُس نے ایسی صفائی حاصل کی کہ مقامِ رضا تک پہنچا۔ اِسی لیے زُلیخا کو حضرت یوسفؑ کی صحبت نصیب ہوئی اور اِس طرح نفسِ زُلیخا جو نفسِ اَمّارہ تھا، کامل اور اکمل ہو کر نفسِ مطمئنہ بن گیا۔

★ . . . . (تفسیر روح البیان)

★ اِسی لیے حضرت یوسفؑ نے شادی کے بعد جب حضرت زلیخا سے پوچھا کہ تم مجھ سے اب اتنی شدید محبت نہیں کرتیں جتنی پہلے کرتی تھیں، اِس کا سبب کیا ہے؟ زلیخا نے فرمایا کہ تم سے پہلے میں نے تم سے حسین کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ اب تم سے بھی حسین (خدا) کو پہچان لیا ہے۔ اِس لیے اب میری تمام تر توجّہ اُس کی طرف ہوگئی۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا: کاش تم آخری نبیؐ کو دیکھتیں تو تمھارا کیا حال ہوتا۔ وہ

www.drhasanrizvi.com

تو مجھ سے بھی کہیں زیادہ حسین ہوں گے۔ یہ سن کر زلیخا کے دل میں حضور اکرمؐ کی محبت گھر کر گئی۔

* ...... (روح المعانی)

(۷) حضرت یوسفؑ کے قصے کو سب سے حسین قصہ اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ یہ قصہ ہر انسان سے مناسبت رکھتا ہے۔ ہر شخص جوانی میں حسین ہوتا ہے اور حسن کی طرف رغبت رکھتا ہے۔ اُس وقت تزکیۂ نفس کے لیے حضرت یوسفؑ کی مثال بہت عمدہ ہے۔ (کیونکہ)

؎ بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا ؛ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

* اسی طرح حسد کا ہر شخص نشانہ بنتا ہے۔ مصیبتوں میں ہر شخص گرفتار ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں اسے رُجوع اِلی اللہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسے تمام حالات میں حضرت یوسفؑ کا قصہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

* .... (تاویلاتِ نجمیہ)

حضرت یوسفؑ کا تعارف

حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ۔ پیغمبر زادے بھی تھے اور خود بھی پیغمبر تھے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت راحیل تھیں۔ توراۃ میں ہے "اسرائیل (مراد حضرت یعقوبؑ) ۔ حضرت یوسفؑ کو اپنے تمام لڑکوں میں سب سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ اس لیے کہ وہ اُس کے بڑھاپے کا بیٹا تھا۔"

* .... (پیدائش ۳۷ : ۳)

قرآن میں خدا کا اپنے رسولؐ کو یہ فرمانا کہ: "اگرچہ آپؐ اس سے پہلے ان واقعات سے بےخبر تھے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرامؑ کے تمام واقعات آپؐ کو ہم نے بتائے ہیں۔ اگر ہم آپؐ کو یہ واقعات نہ بتاتے تو آپؐ ذاتی طور پر از خود ان واقعات کو جان نہ سکتے تھے کیونکہ آپؐ مخلوق ہیں اور مخلوق کا ہر کمال اُس کا از خود پیدا کردہ نہیں ہوا کرتا۔ (آپؐ کا ہر کمال ہماری عطا ہے۔) * ... (فصل الخطاب)

* "اَحْسَنَ الْقَصَصِ" یہ مصدر ہے اور احسن کی نسبت مفعولِ مطلق ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی میں دو احتمال ہیں۔ (۱) پورا قرآن احسن القصص ہے۔ کیونکہ فصاحت حسنِ معنی خوبیٔ مطلب سلاست لفظ تسلسلِ بیان اور تشاکل و تناسبِ ظاہری کے لحاظ سے یہ اپنی مثال خود ہے (۲) صرف سورہ یوسف اس سے مراد ہے جس میں عجائبات اور فوائد موجود ہیں۔ * (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ○ ۴

(۴) (وہ وقت یاد کرو) جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: "بابا! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے سامنے سجدے کرتے ہوئے دیکھا۔"

حضرت یوسفؑ کے خواب کی تعبیر

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کے ذریعے سے جناب رسولِ خداؐ سے نقل فرمایا ہے کہ: "حضرت یوسفؑ کے خواب کی تعبیر یہ تھی کہ وہ مصر کے مالک ہو جائیں گے اور اُن کے ماں باپ اور اُن کے سب بھائی اُن کے پاس آئیں گے کیونکہ اس خواب میں شمس (سورج) سے مراد اُن کے والد ماجد حضرت یعقوبؑ ہیں اور قمر سے مراد اُن کی والدہ راحیلؑ ہیں اور گیارہ ستاروں سے مراد اُن کے گیارہ بھائی ہیں چنانچہ جب یہ لوگ حضرت یوسفؑ کے دربار میں پہنچے اور اُنھوں نے حضرت یوسفؑ کو تختِ سلطنت پر بیٹھا ہوا دیکھا تو وہ سب خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے۔ حقیقت میں وہ (حضرت یوسفؑ کو نہیں بلکہ) خدا کو سجدہ کر رہے تھے۔"

*..... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۴ بحوالہ الخصال)

سجدہ کرنے کے دوسرے معنی

سجدہ کرنے سے یہاں مراد جھکنا یا تابعداری کا اظہار کرنا بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ قدیم اسرائیلیوں میں سجدہ ادب اور سلام کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔

*..... (راغب - مدارک)

صاحبِ "روح البیان" نے فرمایا: "سجدہ زمین پر ماتھا ٹیکنے ہی کو نہیں کہتے بلکہ کسی کی تعظیم کرنے اور اُس کے سامنے انکساری کے اظہار کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ یہی دوسرے معنی مراد ہیں۔" (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

حضرتِ یوسفؑ کا فرمانا کہ: "رَاَیْتُ" یعنی "میں نے دیکھا" تو یہ لفظ رُؤیت سے بھی ہو سکتا ہے اور رُؤیاً سے بھی ہو سکتا ہے۔ "رُؤیت" کے معنی دیکھنا اور "رُؤیاً" کے معنی "خواب دیکھنا"۔ مفسّرین کا اتّفاق ہے کہ یہاں خواب دیکھنا مراد ہے۔

(کشّاف) ...... *

انبیاءؑ کے خواب

لوحِ محفوظ کا عکس ہوتے ہیں۔ جس طرح اگر شیشہ یا آئینہ کسی چیز کے سامنے رکھ دیا جائے تو سامنے جو چیز ہوگی آئینے میں اُس کا پورا نقشہ بن جائے گا۔ اِسی طرح انبیاءؑ اولیاء اور صالحینؒ کے قلب بھی شیشے کی طرح صاف شفّاف ہوتے ہیں۔ اِس لیے اُن پر لوحِ محفوظ کی تمام باتیں منعکس ہوتی رہتی ہیں۔ عالمِ ملکوت یا لوحِ محفوظ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اُن کے دل میں آجاتا ہے۔ عام طور سے یہ نور سوتے میں چمکتا ہے۔ کیونکہ بیداری کے عالم میں انسان عالمِ شہادت میں جاگتا ہوتا ہے اِس لیے اس کے حواسِ ظاہرہ اور باطنہ کام میں مشغول ہوتے ہیں۔ سونے پر یہ تمام حواس سکون پاتے ہیں۔ اس لیے درمیانی حجابات ہٹ جاتے ہیں اور لوحِ محفوظ یا عالمِ ملکوت کا پورا عکس قلب پر پڑنے لگتا ہے۔ ایسے عکس تو مومن کے قلب پر بھی پڑتے ہیں مگر وہ جاگنے پر اُسے یاد نہیں رہتے۔

(تفسیر روح البیان بحوالہ شرح الشرعۃ) ...... *

خواب کی تین قسمیں

(۱) شیطان ڈراتا ہے۔ ایسے خواب تخویف الشّیطان کہلاتے ہیں۔

(۲) حدیث النّفس۔ یعنی دل کی خواہشات خواب میں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ (فرائڈ اِسی کو خواب سمجھتا ہے)

(۳) اللہ کی طرف سے فرشتہ لوحِ محفوظ کی باتیں دکھاتا ہے۔

(ستاروں کے نام):

* تفسیرِ صافی میں بروایت خصال جابر بن عبداللہ سے مروی ہے بشان یہودی نے حضورِ اکرمؐ سے حضرت یوسفؑ کے سامنے سجدہ کرنے والے ستاروں کے نام پوچھے۔ آپؐ خاموش ہو گئے تو جبریلؑ نے نازل ہو کر وہ نام بتا دیے۔ آپؐ نے دوسرے دن بشان یہودی کو بلوا کر وہ نام بتا دیے تو وہ یہودی مسلمان ہو گیا وہ نام یہ تھے۔ جربان، طارق، ذوالکتفین، قابس، ذیاب، عمودان، فیلق، مصبح، صدوح، ذیال، ذوالفروغ، ضیا (سورج)، نور (چاند)۔ * (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

برادرانِ حضرت یوسفؑ کے نام

علامہ فیض کاشانی فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے نام ہم نے کسی معصوم کی روایت میں نہیں دیکھے البتہ جو بیان کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) یہودا (۲) روبیل (۳) شمعون (۴) لاوی (۵) زبالون (۶) یشجر۔ ان چھ کی ماں کا نام لیا تھا یہ حضرت یوسفؑ کی خالہ تھیں۔ اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے اُن کی بہن راحیل سے شادی کی تھی اور راحیل سے (۷) بنیامین اور (۸) حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے۔ ان کے علاوہ حضرت یعقوبؑ کی دو کنیزیں تھیں زلفہ اور بلہر اور ان سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ (۹) دان (۱۰) نفتالی (۱۱) حاد (۱۲) آشر۔

(تفسیر انوار النجف)

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں سے درسِ عبرت ملتا ہے

حضرت یوسفؑ اور اُن کے بھائیوں کے عجیب وغریب واقعات کا مطالعہ کرنے سے انسان کو جہاں عبرت حاصل ہوتی ہے وہاں کئی سبق بھی ملتے ہیں۔

(۱) بھائیوں کی ایذا رسانی۔ (۲) اُن کے قتل کی تجویز۔ (۳) ازراہِ حسد حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالنا۔ (۴) بحیثیت غلام کے فروخت ہونا (اور کچھ تعارض نہ کرنا)۔ (۵) متمکن ہونے کے بعد حضرت یوسفؑ کا اُن کو معاف کر دینا۔ (۶) زُلیخا کی گرفت سے نجات پانا۔ (۷) قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا۔ (۸) دُکھ کے بعد سُکھ، اور غلامی کے بعد تختِ حکومت پر متمکن ہونا۔ (۹) خواب کی عملی تصدیق۔ (۱۰) حضرت رسولِ خداؐ کا تفصیل سے اس قصے کو پیش کرنا۔ حالانکہ ظاہری طور پر کسی سے پڑھا نہ تھا وغیرہ زیرک طبائع کے لیے عبرتیں اور نصیحتیں ہیں نیز دنیا و دین کی فلاح و بہبودی کے لیے اس میں ناقابلِ فراموش قیمتی سبق بھی ہیں۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (٥)

باپ نے کہا: "اے بیٹا! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرو۔ وہ کہیں تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے کوئی سازش نہ کریں۔ حقیقتاً شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

سچے خواب کی اہمیت

محققین نے نتیجہ نکالا کہ حضرت یوسفؑ جس اہمیت اور سنجیدگی سے خواب بیان فرمارہے ہیں اور (اُن کے والد) حضرت یعقوبؑ جس طرح اُس کی تعبیر کا (مطلب) بیان فرمارہے ہیں اُس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ خواب کوئی ایسی حقیر اور ناقابلِ التفات چیز نہیں جیسا کہ آج کے روشن خیال لوگ سمجھتے ہیں۔

★ ۔۔۔ (ماجدی)

نتیجہ، تقیہ کا جواز

حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کو اپنا خواب دوسروں سے بیان کرنے سے روکنے پر فقہاء نے یہ نتیجہ نکالا کہ، جس کسی سے حسد کرنے یا نقصان پہنچانے کا خطرہ ہو اُس سے اللہ کی نعمتوں کا چھپانا جائز ہے۔ ★ ۔۔۔ (جصاص)

★ کیونکہ دین وایمان سے بڑی کوئی نعمت نہیں، اِس لیے اگر اُس کو خطرہ ہو تو اس کا بھی دشمنوں سے چھپانا زیادہ ضروری ہوگا اور زیادہ جائز ہوگا۔ اِسی کو تقیہ کہتے ہیں۔ ★ (مؤلف)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اَلتَّقِیَّةُ دِیْنِیْ وَدِیْنُ اٰبَائِیْ"

یعنی: 'تقیہ کرنا میرا دین ہے اور میرے آبائے طاہرینؑ کا دین ہے۔'

★ ۔۔۔۔ (بحارالانوار)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ (٦) يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۟ ۶ ع ۱

ہوگا ایسا ہی (جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا ہے) کہ تیرا پالنے والا مالک تجھے (اپنے کام کے لیے) منتخب کرے گا اور تجھے خواب کی تعبیر اور باتوں کی تہ تک پہنچنے کا علم عطا کرے گا۔ اور تجھ پر اور یعقوبؑ کی اولاد پر اپنی نعمت کو اُسی طرح مکمّل کریگا جس طرح اِس سے پہلے وہ تیرے باپ دادا میں سے ابراہیمؑ واسحاقؑ پر مکمّل کرچکا ہے (کیونکہ) یہ حقیقت ہے کہ تمہارا پالنے والا مالک سب کچھ جاننے والا اور بڑی گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

''تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ'' کا مطلب

''تاویلِ الاحادیث'' کے معنی خوابوں کی تعبیر کا علم ہے۔

★۔۔۔ (ابنِ جریر)

★ لیکن احادیث میں اِس کو بڑی وسعت دی گئی ہے۔ احادیث میں تاویل الاحادیث کے معنی میں خوابوں کی تعبیر کے علاوہ علم وحکمت، فہم وفراست بھی شامل ہے۔

★۔۔۔۔۔ (بحر۔ کشاف)

★ ''تاویل الاحادیث'' میں معاملہ فہمی، حقیقتوں کو سمجھنے اور سلجھانے کا علم بھی شامل ہے۔ یعنی ایسی بصیرت اور ایسی صلاحیت کہ جس کی وجہ سے انسان ہر بات کی حقیقت اور تہ کو پہنچ جائے۔

★۔۔۔۔۔ (ماجدی)

★ اقبالؔ نے اِسی صلاحیت کو خداوندِ کریم سے

www.drhasanrizvi.com

اِس طرح طلب کیا ہے:

؎ اگر شایاں نیم تیغِ علیؑ را ٭ نگاہم دہ چوں شمشیرِ علیؑ تیز

یعنی: (اے خدائے کریم!) اگرچہ میں حضرت علیؑ کی تلوار حاصل کرنے کا اہل نہیں ہوں، تو مجھے حضرت علیؑ کی تلوار جیسی تیز نگاہ ہی عطا فرما۔"

★ اصل میں حضرت یوسفؑ نے اپنے والد ماجد کے سامنے صرف اپنا خواب بیان کیا تھا، اپنی کوئی تمنا یا خواہش تو نہیں بیان کی تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے بھی جو اُس کی تعبیر بتائی وہ خواب سمجھ کر بتائی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت یوسفؑ کی تمنّا سے نہیں ہوا، بلکہ یہ تقدیرِ الٰہی کا فیصلہ تھا کہ ایک دن یوسفؑ کو حکومت حاصل ہوگی۔

★..... (تفہیم القرآن)

★ حضرت یعقوبؑ کا اپنے بیٹے یوسفؑ سے یہ فرمانا کہ: "ہوگا ایسا ہی کہ تیرا پالنے والا مالک تجھے (اپنے کام کے لیے) منتخب کرے گا۔" یعنی جیسے تمھیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے یہ خواب دکھایا ہے اُسی طرح عالمِ مشاہدہ میں بھی تمھیں امتیازی فضیلت عطا فرمائے گا۔

★.... (تفسیر تبیان)

"اِتمامِ نعمت" کے معنی

"اِتمامِ نعمت" کے معنی دنیوی و اُخروی نعمتیں ہیں۔

مرشد تھانوی نے فرمایا کہ: "اتمامِ نعمت" کے ذکر کے وقت حضرت یعقوبؑ نے اپنا ذکر تواضع اور انکساری کی وجہ سے نہیں فرمایا۔ یہ ہوتی ہے انبیاءؑ کرام کی تواضع اور خاکساری۔ ★... (مرشد تھانوی)

٭ عزت جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے
وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے

★... (میر انیسؒ)

www.drhasanrizvi.com

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ (۷) حقیقت یہ ہے کہ یوسفؑ اور اُن کے
اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ ، بھائیوں کے واقعہ میں سوال کرنے والوں
کے لیے بڑی دلیلیں، حقیقتیں اور نشانیاں ہیں۔

سورۂ یوسفؑ رسولِ اکرمؐ کی صداقت کی دلیل ہے

حضرت یوسفؑ کے قصے میں خدا نے اپنی قدرت اور حکمت کی بے شمار دلیلیں بیان فرمائی ہیں اور ساتھ ساتھ حضور اکرمؐ کی نبوّت کی علامتیں اور دلیلیں بھی بیان فرمائی ہیں۔
★ ..... (تفسیر صافی ص ۲۴۴)

اِسی لیے خدا نے اِس سورے کو "سوال کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں" فرمایا ہے۔

نیز یہ کہ یہودی علماء نے مشرکوں کے سرداروں سے یہ کہا کہ تم رسولؐ سے یہ پوچھو کہ آلِ یعقوبؑ شام سے مصر کیوں چلے گئے تھے؟ یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ رسولؐ اِس بات کا جواب نہ دے سکیں گے اِس لیے (معاذ اللہ شرمائیں گے) لیکن حضورِ اکرمؐ نے خدا کی وحی سے حضرت یوسفؑ کا پورا قصہ سُنا کر بتا دیا آلِ یعقوبؑ اس طرح شام سے مصر منتقل ہوئے تھے۔ اِس طرح حضورؐ کا یہ سارا قصہ بیان کرنا سوال کرنے والوں کے لیے حضورؐ کی حقّانیّت کی زبردست دلیل بن گیا۔
★ ..... (الجوامع، موضح القرآن، فصل الخطاب)

آنحضرتؐ کی فضیلت

بے شک حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کو معاف کر دینا اُن کے غیر معمولی کردار اور عظمت کی دلیل ہے۔ اِسی طرح ہمارے رسولؐ کو قریش نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں، مگر اس کے باوجود حضورِ اکرمؐ نے فتحِ مکّہ کے موقع پر اُن پر قابو پا کر اُن سب کو معاف کر دیا۔ یہ آپؐ کی عظمت کردار کی دلیل ہے۔ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا جبکہ حضورؐ نے اپنے خون کے پیاسوں اور دشمنوں کو معاف فرمایا۔ ★ ..... (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ (۸) جب یوسفؑ کے بھائیوں نے آپس
اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ میں کہا: "یہ یوسفؑ اور اُس کا (سگا)
اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۸ بھائی (بن یمین) دونوں ہمارے باپ
کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک (پوری کی پوری طاقتور) جماعت
ہیں۔ حقیقی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ابا جان تو (یوسفؑ کی محبت میں) بالکل گم
ہو چکے ہیں۔

ضَلٰل سے مراد

یہاں "ضلال" یعنی گمراہی کا لفظ ہدایت کی ضد کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے۔ بلکہ یہاں "ضلال" سے "محبت میں بالکل گم سُم ہو جانا" مراد ہے۔

* ..... (القرآن المبین)

* حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے اسقدر محبت اس لیے تھی کہ اُن کی ساری اولاد میں صرف حضرت یوسفؑ ہی ایسے تھے کہ جن کے اندر آثارِ رُشد وسعادت نظر آتے تھے۔ پھر حضرت یوسفؑ کا خواب سُن کر وہ اور جان گئے کہ یہ بچّہ ایک نہ ایک دن مہِ تاباں بننے والا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ بائبل میں برادرانِ یوسفؑ کے حسد کی ایسی وجہ بتائی گئی ہے جو خود حضرت یوسفؑ کو موردِ الزام بنا دیتی ہے۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت یوسفؑ (معاذ اللہ) اپنے بھائیوں کی چغلیاں باپ سے کھایا کرتے تھے، اس کی وجہ سے اُن کے بھائی اُن سے ناراض تھے۔ (معاذ اللہ)

* ..... (ماجدی)

* اب بھائیوں کا یہ کہنا کہ "حالانکہ ہم ایک (پوری کی پوری طاقتور) جماعت ہیں جبکہ ہمارے باپ کو یوسفؑ اور اُس کا (سگا) بھائی زیادہ محبوب ہیں۔" اس جملے کو سمجھنے کے لیے بدو قبیلے کے اندازِ فکر کو سمجھنا ہوگا۔ جہاں کوئی حکومت نہ ہو، پولیس نہ ہو، آزاد قبائل ایکدوسرے کے پہلو میں آباد

www.drhasanrizvi.com

ہوں، وہاں کسی شخص کی قوت اور تحفظ کا دارومدار اُس کے جوان بیٹوں، پوتوں، بھائیوں، بھتیجوں کی تعداد پر ہوتا ہے تاکہ وہ سب مل کر اُس کی جان، مال، عزت، آبرو کی حفاظت کر سکیں۔ ایسی صورت میں ہر باپ کو اُس کے جوان بیٹے زیادہ عزیز ہوتے ہیں جو دشمنوں کے مقابلے پر کام آسکیں۔ اِسی لیے حضرت یعقوبؑ کے جوان بیٹے یہ کہہ رہے ہیں کہ "ہمارے والد بڑھاپے کی وجہ سے سٹھیا گئے ہیں (معاذاللہ) ہم جوان بیٹے جو اُن کے کام آسکتے ہیں، اُن کو زیادہ عزیز نہیں، لیکن چھوٹے بیٹے جو اُن کے کسی کام نہیں آسکتے وہ اُنھیں ہم سے زیادہ پیارے ہیں، جبکہ وہ صرف دو ہیں اور ہم زیادہ ہیں، اور وہ تو خود اپنی حفاظت تک کے محتاج ہیں۔ ★ ..... (تفہیم القرآن)

برادرانِ یوسفؑ کی گفتگو سے اچھی طرح اندازہ ہوجاتا ہے کہ وہ بغض و حسد تو رکھتے ہی تھے مگر ساتھ ساتھ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کی نبوّت پر بھی ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اِسی لیے علماء میں شدید اختلاف ہے کہ برادرانِ یوسفؑ اپنے باپ یا بھائی کی نبوّت کے قائل تھے یا قائل نہ تھے۔ ★ ..... (تفسیر تبیان)

توبہ کا غلط تصوّر

پھر حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا یہ کہنا کہ "یہ سب کچھ کر لو پھر نیک ہوجانا" مطلب یہ ہے کہ یوسفؑ کو قتل کردو بعد میں توبہ کر لینا۔ (ؔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی) ★ .... (تفسیر جلالین)

مگر یہ توبہ کا تصوّر غلط تصوّر ہے۔ توبہ کرنے کے اسی غلط تصوّر کی وجہ سے بہت سے لوگ بڑے بڑے جرائم میں مبتلا رہوجاتے ہیں۔ حالانکہ توبہ کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ ؔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ توبہ کے معنی احساسِ گناہ کے ہیں۔ گناہ پر شرمندہ ہونے کے ہیں۔ اگر یہ احساس شروع سے پیدا ہو تو آدمی گناہ ہی کیوں کرے گا؟ ★ ..... (فصل الخطاب)

نتیجہ:- مرشد تھانوی نے حضرت یعقوبؑ کے حضرت یوسفؑ پر خصوصی التفات سے یہ نتیجہ نکالا کہ شیخ کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی مرید کے ساتھ دوسروں سے زیادہ شفقت اور اختصاص برتے جبکہ اُس میں اوروں سے زیادہ آثارِ رُشد پائے جاتے ہوں۔ ★ ..... (مرشد تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ ۹

(۹) (چلو) "یوسفؑ کو تو قتل کر ڈالو یا اُسے کسی اور زمین میں پھینک آؤ، تاکہ تمھارے باپ کی توجہ صرف تمھاری طرف ہو جائے اور تم اِس کے بعد پھر نیک لوگ ہو جانا۔"

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت یوسفؑ حُسن میں یکتائے روزگار تھے اور حضرت یعقوبؑ اُن سے بہت محبت کرتے تھے، نیز حضرت یوسفؑ اور اُن کا بھائی چونکہ دوسرے بھائیوں سے سن میں چھوٹے تھے۔ اِس لیے بھی حضرت یعقوبؑ ان دونوں کی ناز برداری زیادہ کرتے تھے پس باقی بھائیوں کے دل میں اُن کے متعلق حسد پیدا ہوا اور جب حضرت یوسفؑ کے خواب کی خبر اور بھائیوں تک پہونچی تو اُن کے حسد کی آگ کی چنگاری شعلہ بن کر بھڑک اُٹھی پس اُنھوں نے باپ کی محبوبیت حاصل کرنے کے لیے حضرت یوسفؑ کو راستے سے ہٹانے کی تجویز پر غور کرنا شروع کر دیا۔ ✦ ..... (مجمع البیان)

ابو حمزہ ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا ہے حضرت یعقوبؑ کا دستور تھا کہ ہر روز ایک دُنبہ ذبح کر کے اُس کا گوشت صدقہ کرتے تھے اور خود مع اہل و عیال بھی اُسی میں سے تناول فرماتے تھے۔ اتفاق سے شبِ جمعہ اُن کے دروازے پر ایک مومن سائل پہنچا جو مسافر اور روزہ دار بھی تھا اُس نے بھی دروازے پر دستک دی اور سوال کیا لیکن کسی نے اُس کی بات پر باور نہ کیا کہ وہ روزہ دار مومن ہے چنانچہ اُس کو کچھ نہ دیا گیا اور وہ مایوس ہو کر خالی پیٹ واپس ہوا۔ اُس نے دوسرے دن پھر روزہ رکھا۔ اُدھر حضرت یعقوبؑ اور اُن کے اہلِ خانہ نے شکم پُری سے رات بسر کی جبکہ اُن کے ہاں کھانا بچا ہوا بھی تھا لیکن اُس مومن روزہ دار نے خالی شکم دوسرا روزہ رکھا۔ خدا کی جانب سے حضرت یعقوبؑ کو وحی ہوئی کہ امتحان کے لیے تیار ہو جاؤ اور میری قضا پر راضی ہو کر مصائب کا مقابلہ صبر سے کرو۔ اُسی رات حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

حضرت یوسف ؑ کے بھائیوں کا یہ کہنا کہ " چلو یوسف ؑ کو قتل کردو تاکہ تمھارے باپ کی توجہ تمھاری طرف ہوجائے اور اس کے بعد پھر تم نیک لوگ ہوجانا "

یہ آخری فقرہ ان لوگوں کی نفسیات کی بہترین ترجمانی کررہا ہے جو اپنی خواہشات کے دھارے میں بہنے کے ساتھ ساتھ خدا اور نیکی سے بھی کوئی تعلق جوڑے رکھنا چاہتے ہیں۔ (یعنی: رِند کے رِند رہنا چاہتے ہیں اور ہاتھ سے جنّت بھی کھونا نہیں چاہتے۔) ایسے تمام دوغلے قسم کے لوگوں کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ جب نفس بُری خواہش کا تقاضا کرتا ہے تو پہلے نفس کا تقاضا پورا کرنے پر تُل جاتے ہیں، پھر جب ضمیر اندر سے چٹکیاں لیتا ہے تو ضمیر کو یہ کہکر تسلّی دے دیتے ہیں کہ ذرا صبر تو کر، پہلے گناہ تو کرلینے دے، پھر جب ہماری خواہش پوری ہوجائے گی تو توبہ تلّا کرکے نیک بن جائیں گے۔

(تفسیر کبیر۔ روح المعانی، تفہیم القرآن)

اصل میں یہ خود کو دھوکہ دینے کی کوشش ہے۔ خدا کو اس طرح دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ اسی لیے قرآن میں خدا نے فرمایا ہے کہ: " خدا صرف برائی سے بچنے والوں کی نیکیوں کو قبول کرتا ہے "۔ (اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ")

ایک بہت بڑے بزرگ کو حضرت امام جعفر صادق ؑ نے وعظ دیتے سُنا، پھر وہ بزرگ بازار کی طرف چلے۔ حضرت امام جعفر صادق ؑ بھی اُسی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ اُن بزرگوار نے ایک کھجور فروش کی دُکان سے کچھ کھجوریں چُرائیں اور ایک نان بائی کی دکان سے کچھ نان چُرائے اور آگے ایک چوراہے پر فقراء میں بانٹ دیے۔ اتفاقاً یہ سب کچھ کارروائی امام ؑ نے دیکھی تو اُن بزرگوار سے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ بزرگوار نے کہا کہ میں نے کھجور اور نان چُرا کر دو گناہ کیے، لیکن فقراء میں بانٹ کر بیس نیکیاں کمالیں، دو گناہ اور بیس نیکیوں میں سے کم کردینے پر میرے حصّے میں اٹھارہ نیکیاں پھر بھی باقی رہتی ہیں کیونکہ خدا فرماتا کہ " جو ایک نیکی کریگا اُس کو دس گنا ثواب ملے گا اور جو ایک برائی کریگا اُسے ایک گناہ شمار کریگا "۔ یہ سُن کر امام جعفر صادق ؑ نے یہی آیت پڑھی " اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی: " خدا صرف متقین کی نیکیوں کو قبول کرتا ہے۔ " (اور چونکہ متقی نہیں ہے تو نیکی برباد گناہ لازم ہوگیا) (بحار الانوار)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا (۱۰) یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ○ ۱۰

اس پر اُن ہی میں سے ایک نے کہا: "یوسفؑ کو قتل مت کرو۔ اگر کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو اُسے اندھیرے کنویں کی گہرائی میں ڈال دو۔ مسافروں کے قافلے میں سے کوئی اُسے اُٹھا کر لے جائے گا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کے ذریعے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضرت یوسفؑ کو قتل سے بچانے والا حضرت یوسفؑ کا بھائی "لاوی" تھا جس نے یہ جملہ کہکر اُن کو بچالیا (جو آیت میں بیان ہوا)

..... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۴ بحوالہ تفسیر قمیؒ)

حضرت یوسفؑ کنویں میں بھی بڑے مطمئن تھے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جب حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا تو جبرئیلؑ نے آکر حضرت یوسفؑ سے پوچھا "تمھیں کس نے یہاں پھینکا ہے؟ حضرت یوسفؑ نے جواب دیا: "باپ کی محبّت اور بھائیوں کے حسد نے"۔ حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا: "کیا تم کنویں سے نکلنا چاہتے ہو"؟

حضرت یوسفؑ نے فرمایا: "یہ بات حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسحاقؑ و حضرت یعقوبؑ کے پالنے والے مالک کی مرضی کے تابع ہے"۔

اس پر حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا: "حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسحاقؑ و حضرت یعقوبؑ کے پالنے والے نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھے دعا کے ذریعے سے پکارو"۔

..... (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

کنویں کے اندر حضرت یوسفؑ کی دُعاء

پھر خدا نے حضرت یوسفؑ کو یہ دعاء تعلیم فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَنْ تَجْعَلَ لِیْ فِیْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا وَّ تَرْزُقَنِیْ مِنْ حَیْثُ اَحْتَسِبُ وَ مِنْ حَیْثُ لَآ اَحْتَسِبُ •

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ ساری تعریف تیرے ہی لیے ہے، کوئی معبود تیرے سوا نہیں ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، اے بزرگی و اکرام کے مالک! حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ پر خاص الخاص رحمتیں نازل فرما تارہ۔ اور میرے لیے تنگی سے کشادگی اور خوشی اور رہائی عطا فرما، اور مجھے وہاں سے روزی دے جہاں سے مجھے توقع ہو، اور وہاں سے بھی روزی دے جہاں سے مجھے کوئی توقع ہی نہیں۔"

(تفسیر انوار النجف)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ: "پس حضرت یوسفؑ کی دعاء قبول ہوئی۔ انھیں کنویں کی تنگی اور قید سے فوراً نجات ملی۔ اور اسی دعاء کی وجہ سے وہ زلیخا کی مکاری سے بچے، اور اسی دعاء کی بدولت خدا نے انھیں مصر کی بادشاہی عطا فرمائی جس کی ان کو توقع ہی نہ تھی۔"

حضرت یوسفؑ کنویں میں یہ دعاء بھی مانگا کرتے تھے: "اے ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کے پالنے والے مالک! میری کمزوری، بے چارگی اور کم سنی پر رحم فرما۔"

(تفسیر برہان - تفسیر انوار النجف)

محققین نے لکھا کہ خدا نے بچپنے ہی میں حضرت یوسفؑ کی طرف وحی کی جس طرح حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت خدا کی عطا ہوتی ہے کیونکہ بچپنے میں کسب کا سوال پیدا نہیں ہوتا آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

(تفسیر صافی)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا (۱۱) (پھر، اُنھوں نے (اپنے باپ سے) کہا: "بابا!
عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ ۱۱ آخر یہ کیا بات ہے کہ آپ یوسفؑ کے بارے میں
ہم پر بھروسہ ہی نہیں کرتے حالانکہ ہم تو اُس کی
بھلائی چاہنے والے ہیں ؟

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ (۱۲) "کل اُسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے
يَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ۱۲ مزے سے باغوں میں کچھ کھائے پیے
گا، کھیلے کودے گا، اور ہم سب اُس کی حفاظت کے لیے موجود ہیں۔"

(آیت ۱۲) حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا حضرت یعقوبؑ سے یہ کہنا کہ "کل اُسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔ مزے سے باغوں میں کچھ کھائے پیے گا، کھیلے کودے گا۔" اِس پر حضرت یعقوبؑ کے اجازت دینے سے فقہاء نے یہ نتیجہ نکالا کہ سیر و تفریح، کھیل کود جائز ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر کبیر)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ: "اپنے اوقات کو چار حصّوں میں تقسیم کرو (۱) ایک حصّہ کسبِ حلال کے لیے رکھو۔ (۲) دوسرا حصّہ عبادت اور مطالعہ کے لیے رکھو (۳) تیسرا حصّہ آرام اور ضروریات کے لیے رکھو۔ (۴) اور ایک حصّہ میں اپنے آپ کو جائز تفریحات میں چھوڑ دو تاکہ باقی تینوں کاموں کے لیے تقویّت حاصل کر سکو۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تحف العقول)

حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا: "مزاح کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ دوسروں کی ناراضگی اور دل دُکھانے کا موجب نہ ہو۔"

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا (۱۳) بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○ ۱۱۳

باپ نے کہا: "تمھارے اُس کو لیجانے سے مجھے صدمہ ہوگا۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اُسے بھیڑیا نہ کھا جائے جبکہ تم اُس کی طرف سے غفلت میں ہو۔

★ حضرت یعقوبؑ نے بھیڑیے کے کھانے کا ذکر اِس لیے کیا کہ اُس سرزمین پر بھیڑیے بہت تھے۔
★ .... (تفسیر صافی ص۲۴۴، تفسیر جلالین، تفسیر تبیان)

★ سوال یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے یہ کیوں کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یوسفؑ کو بھیڑیا نہ کھا جائے۔
بعضوں نے کہا کہ (۱) یہ حضرت یعقوبؑ کا کشف تھا کہ جسے "دل کو خبر ہوجانا" کہتے ہیں
★ ... (ماجدی)

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: کیونکہ برادرانِ یوسفؑ آئندہ بھیڑیے کے کھانے کا بہانہ کرنے والے تھے اِس لیے حضرت یعقوبؑ کو خوف آیا۔"
★ .... (موضح القرآن)

★ (۲) مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے پیش بندی کے طور پر ایسا فرمایا ہو تاکہ اتمامِ حجت ہوجائے اور برادرانِ یوسفؑ اِس قسم کا کوئی جھوٹا بہانہ نہ بنا سکیں۔ مگر انھوں نے اس کے باوجود یہی بہانہ بنایا۔ حالانکہ پہلے یہ بھی کہہ چکے تھے کہ ہم تو پورا ایک جتھہ ہیں ہماری اتنی تعداد ہے۔ بھلا کیسے ممکن ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے۔ پھر بھی انھوں نے ایسی ہی بات تراشی جسے وہ خود ناممکن کہہ چکے تھے۔ ★ .... (فصل الخطاب)

★ فطری اثرات نبیؑ و امامؑ سب پر مرتب ہوتے ہیں۔ کیونکہ انبیاءؑ اور اولیاءؑ فرشتے یا جن نہیں ہوتے بلکہ انسانِ کامل ہوتے ہیں اِس لیے انسان کی فطری خصوصیات سے مبرّا نہیں ہوتے۔ یہ اُن کا نقص نہیں بلکہ اصلِ کمال ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کی طرح غم سے متاثر ہوتے ہیں مگر صبر فرماتے ہیں۔ ★ .... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا لَئِنْ اَکَلَهُ الذِّئْبُ (۱۴) اُنھوں نے جواب دیا: "اگر ہمارے
وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ ۱۴ ہوتے ہوئے بھیڑیا اُسے کھالے،
جبکہ ہم ایک مضبوط جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں، تب تو ہم بڑے ہی
نکمے، بڑا نقصان اُٹھانے والے ثابت ہوں گے۔"

مشیّتِ خداوندی میں چون وچرا کا گذر نہیں ہوتا

"اسرائیلیات" کی روایات میں آتا ہے کہ برادرانِ یوسفؑ بڑے تنومند، قوی ہیکل لمبے چوڑے مرد تھے۔ اسی لیے اُن کو اپنی تعداد اور طاقت دونوں پر ناز تھا۔

*.... (اسرائیلیات)

یہاں پر مفسرین نے ایک سوال اُٹھایا ہے کہ جب انبیاءِ کرامؑ اور خاصکر حضرت یعقوبؑ خواب کی تعبیر بتانے کے بعد جانتے تھے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی حضرت یوسفؑ کو نقصان پہنچائیں گے تو پھر کیوں حضرت یوسفؑ کو اُن کے ساتھ جانے دیا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ: انبیاءِ کرامؑ مشیّتِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

*..... (تفسیر روح البیان)

اسی طرح حضورِ اکرمؐ کو جبریلؑ نے بتایا تھا کہ: "اِنَّ اللّٰهَ شَآءَ اَنْ يَّرَاهُ قَتِيْلًا بِالْعِرَاقِ" یعنی: "اللہ یہ چاہتا کہ حسینؑ کو عراق میں قتل ہوتا ہوا دیکھے۔"

یہ سُن کر بھی حضورِ اکرمؐ نے خدا سے اپنے نواسے کو بچانے کی درخواست نہیں کی۔ اس لیے کہ جبریلؑ نے بتا دیا تھا کہ یہی خدا کی مشیّت ہے۔ اِسی وجہ سے آپؐ نے اور آپؐ کی والدہ ماجدہؑ اور حضرت علیؑ نے صبر فرمایا اور خدا کی مشیّت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہی کمالِ بندگی و اطاعت ہے۔

*.... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْٓا اَنْ (١٥) غرض جب وہ یوسفؑ کو لے گئے
یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اور اِس بات پر متفق ہو گئے کہ اُنھیں
اَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ اندھیرے کنویں میں ڈال دیں، تو ہم نے
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یوسفؑ پر وحی کی کہ " ایک وقت ایسا
یَشْعُرُوْنَ ○ ١٥ آئے گا جب تم اِن لوگوں کو اِن کی اِس
حرکت کو جتاؤ گے۔ مگر اِس وقت یہ لوگ (اپنی حرکتوں کے نتائج کا) شعور نہیں رکھتے۔

حضرت یعقوبؑ کا کشف اور حضرت یوسفؑ سے محبت

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ:

" جب حضرت یوسفؑ کے بھائی اُنھیں گھر سے لے کر چلے تو حضرت یعقوبؑ اُن کے پیچھے پیچھے تیز تیز آئے، اور حضرت یوسفؑ کو اُن سے لے کر گلے لگا لیا اور خوب پیار کیا۔ پھر بھائیوں کو دے دیا۔ جیسے ہی حضرت یعقوبؑ پلٹے، حضرت یوسفؑ کے بھائی اُن کو لیکر خوب زور سے بھاگنے لگے کہ کہیں حضرت یعقوبؑ اُنھیں اُن کے ساتھ بھیجنے سے بالکل انکار ہی نہ کر دیں۔"

*..... (تفسیر صافی ص۲۲۵ بحوالہ تفسیر عیاشی)

" جُب " اُس کنویں کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف کوئی مضبوط منڈیر تعمیر نہ کی گئی ہو۔

*..... (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ ص۲۳۳)

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ " حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کنویں میں پھینک کر اُن کی قمیص پر ایک بکری کا بچہ ذبح کیا۔"

*..... (تفسیر صافی ص۲۲۵ بحوالہ تفسیر قمیؒ)

اِسی لیے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ " جب وہ لوگ وہ کُرتا (قمیص)

www.drhasanrizvi.com

حضرت یعقوبؑ کے پاس لیکر آئے اور حضرت یعقوبؑ نے وہ کُرتا اچھی طرح دیکھا تو فرمایا: "یا اللہ! وہ بھیڑیا یوسفؑ پر کتنا مہربان تھا کہ اُس نے یوسفؑ کا خون تو پیا مگر کُرتا نہیں پھاڑا!"

* ..... (تفسیر عیاشی و تفسیر قمیؒ)

قرآن اور بائیبل میں فرق

بائیبل اور تلمود میں لکھا ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کو اُن کے بھائیوں نے کنویں میں پھینکا تو وہ بے حد بلبلائے اور چیخ چیخ کر بھائیوں سے فریاد کرتے رہے جبکہ قرآن میں پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسے جوان کا ذکر ہو رہا ہے جو آگے بڑھ کر تاریخ انسانی کی ایک عظیم شخصیت بننے والا ہے۔ جبکہ بائیبل اور تلمود پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحرا کے چند بدّو ایک لڑکے کو کنویں میں پھینک رہے ہیں اور وہ لڑکا وہی کچھ کر رہا ہے جو ہر عام سا لڑکا ایسے موقع پر کرتا ہے۔ * ..... (تفہیم القرآن)

حضرت یوسفؑ کو خدا کی تسلّی

جب برادرانِ یوسفؑ نے اُن کو کنویں میں پھینک دیا تو خدا نے فرمایا کہ: "ہم نے یوسفؑ کو تسلّی دی اور دل میں ڈال دیا کہ گھبرانا نہیں، اس کا انجام تمہارے حق میں اچھا ہوگا، اور تمہارے بھائیوں کو آخر میں ناکامی ہوگی جس کا اُنھیں اِس وقت احساس نہیں ہے۔"

* ..... (تفسیر جلالین)

آخرِ کار یہی ہوا کہ حضرت یوسفؑ جب حاکمِ مصر ہو گئے اور اُن کے بھائی اُن کے پاس غلّہ (اناج) لینے آئے تو حضرت یوسفؑ نے اُن سے پوچھا کہ تم نے یوسفؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اور پھر یہ بھی بتلایا کہ میں ہی یوسفؑ ہوں۔

* .... (تفسیر علی بن ابراہیم بقول حضرت امام محمد باقرؑ بروایت ابی الجارود)

* تورات میں ہے کہ: "اور یوں ہوا کہ یوسفؑ جب اپنے بھائیوں کے پاس آیا تو اُنھوں نے اُس کی قبا کو جو وہ پہنے تھا اُتار کے ننگا کیا اور اُسے کنویں میں ڈال دیا۔ وہ کنواں اندھا تھا اُس میں ایک بوند پانی نہ تھا۔"

* .... (پیدائش ۳۷ : ۲۳ - ۲۴)

* لیکن اُس اندھیرے کنویں میں خدا کی رحمت نے حضرت یوسفؑ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ خدا نے اُن کو وہاں تسلّی دی۔

* ..... (مجمع بقول مجاہد)

www.drhasanrizvi.com

★ مروی ہے کہ حضرت یوسفؑ کو جب کنوئیں میں پھینکا گیا تو موذی سانپوں نے اپنے بلوں سے نکلنا بند کردیا کہ کہیں حضرت یوسفؑ کو خوف لاحق نہ ہو۔

موذی سانپوں کو بھی نبیؑ کا ادب ہے مگر وہ تو سانپوں سے بھی بدترین تھے جو امام الانبیاءؐ کے ادب سے محروم رہے۔ (اور اُن سے زیادہ وہ لوگ بدترین تھے جنھوں نے نواسۂ رسولؐ کی کربلا میں بیحرمتی کی)

★.... (تفسیر روح البیان)

حضرت یوسفؑ کی دُعا

حضرت یوسفؑ جب کنوئیں میں تھے تو انھوں نے یہ دُعا پڑھی:

"اَللّٰهُمَّ یَا کَاشِفَ کُلِّ کُرْبَةٍ وَّیَا مُجِیْبَ کُلِّ دَعْوَةٍ وَّیَا جَابِرَ کُلِّ کَسِیْرٍ وَّیَا مُتَیَسِّرَ کُلِّ عَسِیْرٍ وَّیَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَّیَا مُوْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّاَنْ تَقْذِفَ حُبَّكَ فِیْ قَلْبِیْ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ لِیْ هَمٌّ وَّلَآ اَذْکُرُ غَیْرَكَ وَاَنْ تَحْفَظَنِیْ وَتَرْحَمَنِیْ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔"

یعنی: "اے ہر درد کو ٹالنے والے! اے ہر دُعاء کو قبول کرنے والے! اے جو ہر بڑی سے بڑی طاقت پر غالب! اور اے ہر مشکل کو آسان کرنے والے! اور ہر مسافر کے مددگار! اور ہر اکیلے کے ساتھی! اور یہ کہ تو میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے تاکہ پھر میرے دل میں کسی قسم کا کوئی غم باقی نہ رہے اور میں تیرے سوا کسی کو یاد نہ کروں، اور یہ کہ میری حفاظت فرما اور مجھ پر رحم فرما، اے سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!" ★ (تفسیر روح البیان)

"یہ دعا سُن کر ملائکہ نے خدا سے عرض کی کہ کنوئیں سے کیسی پیاری آواز آرہی ہے۔ اے اللہ! ہمیں تھوڑی سی مُہلت عطا فرما تاکہ ہم کنوئیں کے قریب جاکر یہ آواز سُنیں۔" (اس سے معلوم ہوا کہ انسان مصائب میں ذکرِ الٰہی اس طرح کرتا ہے کہ ملائکہ بھی ویسا ذکر نہیں کرسکتے کیونکہ وہ ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہی نہیں ہوتے) ★ (نفائس المجالس)

www.drhasanrizvi.com

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً (۱۶) پھر وہ شام کو اپنے باپ کے پاس
يَّبْكُوْنَ ۝ ۱۲ روتے پیٹتے ہوئے آئے۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ (۱۷) اور کہنے لگے: " بابا! ہم تو آپس میں
وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے اور یوسفؑ کو اپنے
فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ سامان کے پاس چھوڑ گئے کہ اتنی سی دیر
بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ ۱۲ میں بھیڑیا آیا اور اُسے کھا گیا۔ اب چاہے
ہم سچے بھی ہوں مگر آپ تو ہماری بات کا یقین ہی نہیں کریں گے۔

★ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی شاید جان بوجھ کر اندھیرا ہو جانے کے بعد اپنے باپ کے پاس آئے تاکہ دن کی روشنی میں باپ کو منہ دکھانا نہ پڑے اور رات کی سیاہ چادر بے حیائی اور جھوٹی آہ و بکا کی پردہ پوشی کر سکتی ہے۔
★...... (عثمانی)

★ اعمش نے خوب فرمایا کہ: " برادرانِ حضرت یوسفؑ کا رونا پیٹنا سننے کے بعد اب ہم ہر رونے پیٹنے والے اور آنسو بہانے والے کو حتمی طور پر سچا نہیں سمجھ سکتے، جھوٹ موٹ کا رونا بھی ہو سکتا ہے (یعنی "مگرمچھ کے آنسو" مشہور ضرب المثل ہے)
★...... (اعمش)

★ یزید جب آلِ رسولؐ کو آزاد کرنے پر مجبور ہو گیا اور اُس نے دیکھا کہ اب دمشق والے بغاوت کرنے والے ہیں تو اُس نے بھی برادرانِ حضرت یوسفؑ جیسا جھوٹا رونا رویا اور ابنِ زیاد کو گالیاں دیں۔ (کہ اُس نے یہ سب کچھ کیا ہے میں نے خود کچھ نہیں کیا۔)
★...... (جلاء العیون)

www.drhasanrizvi.com

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ (۱۸) كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ ۱۸

اور وہ یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے۔ اُن کے باپ نے کہا: "بلکہ تم نے خود اپنے لیے ایک بات بنائی ہے۔ خیر میں اچھا صبر کرتا ہوں اور یہی اچھی بات بھی ہے۔ اور اب جو بات تم بنا رہے ہو اُس پر تو بس اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا (۱۹) وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ ۱۹

اُدھر ایک قافلہ آیا تو اُن لوگوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا۔ جب اُس نے (کنویں میں) اپنا ڈول ڈالا تو بولا: "خوشخبری ہو، مبارک ہو، یہ تو ایک لڑکا ہے۔" اُن لوگوں نے اُسے قیمتی مالِ تجارت سمجھ کر چھپا لیا۔ حالانکہ جو کچھ وہ کر رہے تھے اُسے خدا خوب جان رہا تھا۔

(آیت ۱۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "صَبْرٌ جَمِيْلٌ" (اچھے صبر) سے مراد وہ صبر ہے جس میں مصیبت برداشت کرتے ہوئے لوگوں سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہ کی جائے۔"

★ .... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۵ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حضرت یعقوبؑ کا گریہ و غم کرنا

بائیبل اور تلمود کا بیان یہ ہے کہ جب یوسفؑ نہ آیا

www.drhasanrizvi.com

تب یعقوبؑ نے اپنا پیراہن چاک کیا، اور ٹاٹ اپنی کمر سے لپیٹا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کیلئے ماتم کرتا رہا..... یعقوبؑ بیٹے کی قمیص پہچانتے ہی اوندھے منہ زمین پر گر پڑا اور دیر تک بے حس و حرکت پڑا رہا۔ پھر اُٹھ کر بڑے زور سے چیخا کہ ہاں یہ میرے بیٹے ہی کی قمیص ہے... وہ سالہا سال تک یوسفؑ کا ماتم کرتا رہا۔"

بے صبری کے معنی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: بے صبری یہ ہے کہ (۱) انسان خدا پر جملے فقرے کسنے لگے۔ (۲) لوگوں سے اپنے غم کی شکایتیں کرتا پھرے۔ (۳) اور یہ سمجھے اور کہے کہ جیسی مصیبت مجھ پر پڑی ہے، کسی پر نہیں پڑی۔

صبرِ جمیل کے حصول کا طریقہ

(۱) محققین نے "صبرِ جمیل" سے نتیجہ نکالا کہ: اگر بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی دل و دماغ میں یہ بات تازہ رہے کہ خدا کی طرف سے جو مصیبت آتی ہے وہ ہمارے حق میں کسی نہ کسی فائدے کو لیکر آتی ہے: کیونکہ خدا حکیم بھی ہے اور رحیم بھی۔ تو انتہائی رنج طبعی کے عالم میں بھی تسکینِ عقلی ضرور شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ اِسی کا نام صبرِ جمیل ہے۔ *.... (بیضاوی۔ روح)

(۲) صبرِ جمیل کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے قلب کو خدا کی طرف متوجہ کرے۔ اُس کا ذکر و فکر کرے۔ یہ سمجھے کہ اُس کے پاس سب کو جانا ہے۔ اِس لیے کہ حقیقی زندگی یہی ہے کہ قلب کو زندہ رکھا جائے اور قلب کی زندگی خدا کی یاد پر منحصر ہے۔

(۳) شیخ اکبر عبداللہ محمد بن علی ترمذی نے فرمایا کہ: "انسان پر تعجب ہے کہ بڑے بڑے جنگلوں اور سخت قسم کے راستوں سے گذر کر اپنے گھر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر آخر وہ یہ کیوں نہیں کرتا کہ خواہشاتِ نفسانی کو بُرائی سے روک کر اللہ سے قلبی تعلق پیدا کرے اور اس طرح اللہ سے وصال کرے۔ اِس لیے کہ دل ہی اللہ کے وصال کا مرکز ہے۔ (۴) شیخ اکبر نے یہ بھی فرمایا کہ "جب خدا کسی بندے پر اپنے امر سے

www.drhasanrizvi.com

کوئی مصیبت کا حکم جاری فرماتا ہے تو اوّل تو اپنے پیارے بندوں کا امتحان لیتا ہے، اور اس طرح انھیں کئی گنا درجاتِ بلند سے نوازتا ہے۔

*...... (تفسیر روح البیان)

صابرین کا اجر و ثواب

(۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ خدا نے صابرین کے لیے تین وعدے فرمائے ہیں:- اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ (۱) یعنی اُن پر خدا کی طرف سے خاص الخاص درود و سلام نازل ہوتے ہیں۔ (۲) وَرَحْمَةٌ اور اُن پر خدا کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (۳) وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

پھر حضورِ اکرم نے فرمایا کہ: "یہ تینوں نعمتیں اتنی عظیم ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی عرش کے ملائکہ کو مل جائے تو وہ مطمئن ہو جائیں۔"

*.... (الحدیث از تفسیر نور الثقلین)

خدا نے قرآن میں ہر عمل کا اجر بیان کیا ہے لیکن صبر کرنے والوں کے لیے فرمایا ہے کہ: "اللہ ان کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔" اور فرمایا کہ: "بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

* حدیثِ قدسی میں ہے کہ: خدا فرماتا ہے "اے ابنِ آدمؑ! تیرا بھی ارادہ ہے اور میرا بھی ارادہ ہے لیکن ہوگا وہی جو میرا ارادہ ہے۔ اگر تو سرِ تسلیم خم کرے گا تو پھر تُو جو چاہے گا میں تجھے وہی عطا کروں گا، اور اگر تُو میرے ساتھ جھگڑا کرے گا تو پھر تجھے اور مشقت میں ڈال دوں گا پھر بھی وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

*...... (تفسیر روح البیان)

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: "مومن پر چالیس روز نہیں گذرتے کہ کوئی نہ کوئی بلا اُس کو ضرور ستاتی ہے بلکہ وہ مومن ہی نہیں جو کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوا ہو۔"

*..... (روح الحیات۔ ترجمہ عین الحیات)

www.drhasanrizvi.com

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ۚ ع ۲۰

(۲۰) پھر برادرانِ یوسفؑ نے انھیں تھوڑی سی قیمت کے چاندی کے سکّوں کے عوض بیچ ڈالا (کیونکہ) وہ یوسفؑ کے بارے میں بے پرواہ تھے۔

حضرت یوسفؑ کی ناقدری

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اُن کو صرف بیس ۲۰ درہموں پر بیچا تھا۔"

* ...... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۵ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "جب صبح ہوئی تو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ چلو یوسفؑ کا حال معلوم کریں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا؟ جب اُس کنوئیں پر پہنچے تو وہاں ایک قافلے کو دیکھا۔ جب قافلے کے سقّے نے کنوئیں میں ڈول ڈالا اور کھینچا تو اُس کے ساتھ حضرت یوسفؑ نکلے۔ اُس نے خوش ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ تو ایک لڑکا ہے۔ ابھی لڑکے کو نکالا ہی تھا کہ برادرانِ یوسفؑ آپہنچے اور کہنے لگے "یہ تو ہمارا غلام ہے، یہ کل بھاگ گیا تھا اور (شاید) اِس کنوئیں میں گر گیا تھا۔ آج ہم اِسے لینے آئے ہیں"۔ اِس طرح انھوں نے حضرت یوسفؑ کو اُن سے چھین لیا۔ اور علیحدہ لیجا کر اُن سے کہا کہ تم ہماری غلامی کا اقرار کرو، ورنہ ہم تمھیں قتل کر دیں گے۔ حضرت یوسفؑ نے کہا: "تم مجھے قتل نہ کرو اور جو چاہے کرو"۔ اِس پر وہ اُن کو قافلے والوں کے پاس لائے اور کہا: ہم اِسے بیچتے ہیں، جس کا جی چاہے خرید لے۔ ایک شخص نے انھیں بیس ۲۰ درہم دے کر خرید لیا۔"

* ...... (علل الشرائع۔ تفسیر عیاشی)

* اِس لیے: "بِثَمَنٍ بَخْسٍ" گنتی کے چند درہموں سے مراد بیس ۲۰ درہم ہوئے۔

* ...... (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۲۴)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت یوسف ؑ کو اُن کے بھائیوں نے بیچا تھا۔

★ ...... (تفسیر تبیان)

★ شاہ عبد القادر صاحب نے لکھا: "بھائی وہاں گئے، پھر دعویٰ کیا (کہ یہ ہمارا غلام ہے) جب ثابت ہوا تو اٹھارہ درہم کو بیچ ڈالا۔ پھر آگے قافلے والوں نے مصر میں جاکر بیچا۔"

★ ..... (موضح القرآن)

★ تفسیر جلالین میں ہے کہ: "یوسف ؑ کے بھائیوں کو قافلے کے آنے کا حال معلوم ہوگیا تو وہ قافلے والوں کے پاس آئے . . . . . . اور کہا کہ یہ لڑکا ہمارا غلام ہے۔ یوسف ؑ خاموش رہے، اس ڈر سے کہ وہ اُنھیں قتل نہ کر ڈالیں۔ اس طرح یوسف ؑ کے بھائیوں نے یوسف ؑ کو حصولِ مال کا ذریعہ بنایا۔

★ ...... (تفسیر جلالین - تفسیر تبیان)

★ اسی لیے خدا نے یوسف ؑ کے بھائیوں کے بارے میں فرمایا کہ: "وہ یوسف ؑ کی ناقدری کرنے والے تھے۔"

★ ...... (تفسیر جلالین)

نتیجہ ــ تقیہ کا جواز

علماء نے لکھا کہ "جب برادرانِ یوسف ؑ نے حضرت یوسف ؑ کو اپنا غلام بتایا تو حضرت یوسف ؑ خاموش رہے، حالانکہ ایک آزاد آدمی کو غلام بنانا شریعت میں جائز نہیں۔ اِس سے ثابت ہوا کہ خوفِ ضرر سے امرِ منکر سے انکار نہ کرنا، اور اُس پر سکوت اختیار کرنا منافیِ کمال نہیں۔

★ ...... (ماجدی)

★ اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔

★ کیونکہ یوسف ؑ کے بھائیوں کو تجارت کرنا تو مقصود نہ تھا اس لیے تھوڑی سی قیمت پر بیچ دیا کیونکہ اُن کا اصل مقصد تو حضرت یوسف ؑ کو حضرت یعقوب ؑ سے دور کرنا تھا، یا حضرت یوسف ؑ سے اپنی جان چھڑانا تھا۔ اب جو دام بھی مل جائیں وہ لے لیے۔

★ ... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○ ۲۱

(۲۱) مصر کے جس آدمی نے انھیں (یوسفؑ کو) خریدا اُس نے اپنی بیوی سے کہا: "اس کو اچھی طرح عزت کے ساتھ رکھنا، ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔ یا پھر ہم اُسے اپنا بیٹا بنالیں۔" اور اِس طرح ہم نے یوسفؑ کے لیے اقتدار ملنے کا سامان کیا، تاکہ اُسے معاملات کی حقیقت کو سمجھنے اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کریں۔ اللہ تو اپنا کام کرکے ہی رہتا ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔

حضرت یوسفؑ کا بکنا

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "حضرت یعقوبؑ کے گھر سے مصر کا ۱۲ یا ۱۸ دن کا راستہ تھا لیکن حضرت یعقوبؑ کو جب حضرت یوسفؑ نے بلایا تو حضرت یعقوبؑ نے یہ مسافت صرف نو دن میں طے فرمائی۔

(علل الشرائع)

مصر پہنچتے ہی حضرت یوسفؑ کے حُسن کا چرچا ہوگیا۔ بازار میں خریداروں کا ہجوم تھا لوگ حضرت یوسفؑ کو دیکھنے کے لیے جوق در جوق جمع ہوگئے اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قیمت لگانے لگے۔ قیمت بڑھتے بڑھتے طے پایا کہ حضرت یوسفؑ کی قیمت اُن کے وزن کی برابر سونا اور مشک ہوگا۔ عزیزِ مصر کے ہاتھ میں کیونکہ شاہی خزانے کی چابیاں تھیں پس اُس نے حضرت یوسفؑ کو

www.drhasanrizvi.com

خرید لیا۔ اور اپنی بیوی (زُلیخا) سے کہا کہ اس کے طعام و قیام کا خاص خیال رکھنا۔ شاید وہ حضرت یوسفؑ کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تھا۔ لیکن اُلٹی اُسی کی بیوی حضرت یوسفؑ پر عاشق ہو گئی۔ حضرت یوسفؑ کے حُسن کا یہ عالم تھا کہ جو آپؑ کو ایک دفعہ دیکھ لیتا تھا، اُس کے دل میں آپؑ کی محبت گھر کر لیتی تھی۔

......(تنسیر انوار النجف)

تربیتِ حضرت یوسفؑ کا بندوبست

حضرت یوسفؑ کی تربیت صحرا کے نیم خانہ بدوش اور گلّے بانی کے ماحول میں ہوئی تھی، جہاں آزاد قبائل رہتے تھے۔ اُن کی تربیت میں بدویانہ زندگی کے محاسن اور خاندانِ ابراہیمیؑ کی خداپرستی اور دینداری تو تھی، مگر متمدّن ترقی یافتہ مصری معاشرے سے واقفیت اور تجربہ نہ تھا۔ اِس لیے شاید خدا نے یہ انتظام فرمایا کہ سلطنتِ مصر کے ایک بہت بڑے عہدیدار کے ہاں پہنچا دیا جس نے اُن کو اپنی پوری جاگیر کا مختارِ کل بنا دیا۔ اِس طرح اُن میں وہ تمام صلاحیتیں، قابلیتیں اور تجربہ پیدا ہو گیا جو ایک بڑی سلطنت کے نظم و نسق چلانے کے لیے ضروری ہوتا۔

......(تفہیم القرآن)

(لیکن خدا کا نبیؑ وقت اُور ماحول کے لحاظ سے اللہ کی طرف سے عالم، ہدایت یافتہ، ہادی اور تربیت یافتہ نیز محاسن کمال کا حامل ہوتا ہے اُس کو کسی مدرسے یا تربیت گاہ و تجربہ گاہ میں سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔)

خدا کی برکتوں کا نزول

توراۃ میں ہے کہ "اور یوں ہوا کہ جس وقت سے اُس (عزیزِ مصر) نے یوسفؑ کو اپنی سب چیزوں پر مختار کیا تو خداوند نے اُس مصری کے گھر میں یوسفؑ کے سبب سے برکت بخشی اور اُس کی سب چیزوں میں جو گھر میں اور کھیت میں تھیں خداوند کی طرف سے برکت ہوئی (اس لیے) اُس نے اپنا سب کچھ یوسفؑ کے قبضے میں کر دیا، اور اُس نے روٹی کے سوا جسے وہ کھا لیتا تھا کسی چیز سے کام نہ رکھا۔ اور یوسفؑ خوبصورت اور خوش شکل تھا۔

......(پیدائش ۳۹، ۴-۶)

★ معلوم ہوا کہ خدا کے نیک بندوں کا گھر میں آنا یا رہنا باعثِ خیر و برکت ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کی آمد عزیزِ مصر کے گھر

www.drhasanrizvi.com

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ٢٢ (٢٢)

اور جب یوسفؑ پورے طور پر جوان ہوگئے تو ہم نے انھیں حکمت (یعنی: گہری مصلحتوں کی بنیاد پر قوتِ فیصلہ اور (ابدی حقیقتوں کا خاص) علم عطا کیا۔ اِس طرح ہم اچھے کام کرنے والے لوگوں کو جزا دیتے ہیں۔

حکمت اور علم کا اصل مطلب

قرآن کی زبان میں "حُكْمًا وَّعِلْمًا" یعنی: "حکمت اور خاص علم" سے مراد نبوّت کا عطا کرنا ہوتا ہے۔ لُغت کے اعتبار سے "حکم" کے معنی قوّتِ فیصلہ اور اقتدار بھی ہوتا ہے۔ اِس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ خدا نے اُس شخص کو انسانی زندگی کے سارے معاملات سلجھانے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی۔ اور "علم" سے مراد خاص علمِ حقیقت ہے، جو انبیاءؑ کو وحی کے ذریعہ عطا کیا جاتا ہے۔

*..... (تفہیم القرآن)

اور قرآن کا لفظ "بَلَغَ اَشُدَّهٗ" یعنی (وہ پورے طور پر جوان ہوئے۔) یہ عرب کا محاورہ ہے۔ اب یہ کہ پورے طور پر جوان ہونا کس عمر سے شروع ہوتا ہے، اِس میں اختلاف ہے۔ مگر ساری بحثوں کا نتیجہ بہر حال صرف ایک ہی ہے۔ یعنی پورے طور پر جوان ہونا۔

*..... (تفسیر تبیان)

خدا کا فرمانا کہ: "اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا" (ہم نے یوسفؑ کو حکمت اور خاص علم عطا کیا۔") اِس سلسلے میں قشیریؒ نے فرمایا کہ خدا نے حضرت یوسفؑ کو اپنے نفس پر قابو پانے کا علم عطا فرمایا، اِسی لیے وہ زلیخا پر غالب رہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو اپنے نفس پر قابو پا سکتا ہے وہ دوسروں پر حکمرانی کر سکتا ہے۔

*...... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

* مفسّرین نے لکھا کہ "حُکْمًا" سے مراد حکمتِ عملیہ اور "عِلْمًا" سے مراد حکمتِ نظریّہ ہے۔

*..... (تفسیر روح البیان)

عِلم کی فضیلت

حضرت آدم علیہ السّلام مسجودِ ملائکہ اِس لیے ہوئے کہ اُنھیں اَسماء کے علم سے نوازا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام کو ملک اُن کے علم کی وجہ سے ملا کہ وہ پرندوں کی بات سمجھ سکتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کو علمِ تعبیر کی وجہ سے عزّت اور حکومت ملی۔ جب اِن ادنیٰ علوم کے اتنے فائدے ہیں تو جو شخص علمِ توحید رکھتا ہوگا جو خدا کی معرفت رکھتا ہوگا جو سب سے اعلیٰ علم ہے تو اُس کو جہنّم سے نجات اور جنّت میں دخول اور رضائے اِلٰہی کیوں نہ ملے گی۔

*...... (تفسیر روح البیان)

علم عطا کرنے کے بعد آخر میں خدا کا فرمانا: " کَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ " "اِس طرح ہم اچھے کام کرنے والے لوگوں کو جزا دیتے ہیں" یہ بتاتا ہے کہ: اچھے کام علم ہی کے نتیجے میں انجام پاتے ہیں۔ قرآن میں خدا نے فرمایا: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" یعنی:..... (جو علماء ہیں وہی خدا سے ڈرتے ہیں۔) (قرآن)

*.... (مؤلّف)

تفسیرِ عارفانہ

خدا کا فرمانا: "وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ" یعنی: (جب یوسف پوری طرح جوان ہوتے) یعنی جب قلبِ یوسفؑ فیضِ الوہیّت کے قبول کرنے کی استعداد حاصل کر سکا " اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا " ہم نے اُن پر حکمت اور علم کے ڈول بھر بھر کے اُنڈیلے وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (اِس طرح ہم اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں) یعنی: جو لوگ شریعت اور طریقت کے مطابق عمل کرتے ہیں ہم اُن کو مقامِ حقیقت و معرفت تک پہنچا دیا کرتے ہیں۔

*...... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَرَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا (۲۳) عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَغَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَقَالَتۡ هَیۡتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ○ ۲۳

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ تھے وہ اُن پر ڈورے ڈالنے لگی اور اُس نے تو دروازوں تک کو بند کر دیا، اور کہا: "لو آؤ جلدی کرو"۔ یوسفؑ نے کہا: "اللہ کی پناہ" میرے مالک نے تو مجھے اچھی طرح اپنے مکان میں رکھا (اور میں اب یہ کام کروں) بقیناً ایسے ظالم لوگ کبھی حقیقی کامیابی یا بہتری نہیں پا سکتے۔

کمالِ یوسفیؑ

حضرت یوسفؑ زلیخا کے گھر میں بظاہر اُس کے زیرِ فرمان تھے، پھر دونوں کی جوانی زور شور پر تھی۔ زلیخا کا حُسن و جمال اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اور اُس کا شوہر بھی نامرد تھا، اِس لیے اُس کی جنسی خواہشات ہیجانی حد تک پہنچ چکی تھیں۔ پھر دونوں گھر میں اکیلے تھے۔ پھر زلیخا نے صرف اشارے کنائے پر اکتفا نہ کی تھی بلکہ واضح طور پر دعوتِ گناہ دی تھی۔ مگر قربان جائیے حضرت یوسفؑ کی عفّت، عصمت اور کمالِ پاکیزگی پر، کہ اُن کی عصمت پر ذرا حرف نہ آسکا، ارادہ تو کجا گناہ کا تصوّر بھی نہ فرمایا۔ ..... (روح البیان)

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کا مکالمہ

زلیخا: یوسفؑ! تیری آنکھیں کیسی دلربا ہیں؟

حضرت یوسفؑ: یہ آنکھیں قبر میں مٹّی میں مٹّی ہو جائیں گی۔

زلیخا: یوسفؑ! تمہارا چہرہ کتنا حسین و جمیل ہے؟

حضرت یوسفؑ: یہ بھی مٹّی کی خوراک ہے۔

زلیخا: ریشمی بستر بچھا ہوا ہے، چلیے کام کیجیے۔

www.drhasanrizvi.com

حضرت یوسفؑ : اگر میں یہ کام کروں گا تو بہشت (جو خدا کی خوشنودی کی جگہ ہے اُس) سے محروم رہوں گا۔

زلیخا : تیرے عشق میں پگھلتی جا رہی ہوں، مجھے ذرا دیکھ تو لے تاکہ تجھے میرے حُسن و جمال کی قیمت معلوم ہو جائے۔

حضرت یوسفؑ : تیرے حُسن و جمال کو دیکھنے کا حقدار صرف تیرا شوہر ہے۔ مجھے تو تیری طرف دیکھنا بھی فعلِ حرام ہے۔

زلیخا : میرے پاس آجا۔

حضرت یوسفؑ : معاذ اللہ۔ اللہ بچائے۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں، میرے سردار نے مجھے خریدا۔ میری اچھی پرورش کی۔ میرے ساتھ نیک سلوک کیا۔ مروّت کے خلاف ہے کہ میں اُس کے ساتھ خیانت کروں ایسے ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

٭۔۔۔۔ (تفسیر روح البیان)

حضرت یوسفؑ نے "رب" کس کو کہا ؟

عام مفسّرین اور مترجمین نے یہ سمجھا ہے کہ :

حضرت یوسفؑ نے اپنا مالک اُس شخص کو کہا جس کے وہ ملازم تھے۔ لیکن حقیقتاً اُنھوں نے یہ لفظ خداوندِ عالم کے لیے استعمال کیا تھا۔ کیونکہ اُس شخص کو "رب" کہنا حضرت یوسفؑ کی شان کے خلاف تھا۔ کیونکہ اگر اُنھوں نے مالک کا لفظ اُس شخص کے لیے استعمال کیا تھا جس کے وہ ملازم تھے تو جملے کا مطلب ہوا کہ حضرت یوسفؑ گناہ سے رُکنے کے لیے اللہ کے بجائے ایک بندے کا لحاظ کر رہے تھے۔ قرآن میں اس قسم کی کوئی اور مثال موجود نہیں کہ کسی نبیؑ نے خدا کے سوا کسی کو اپنا "رب" (مالک) کہا ہو۔ جبکہ اگلی آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت یوسفؑ بندوں کو اپنا رب (مالک) بنانے کے سخت خلاف تھے۔ پھر آیت کے الفاظ میں واضح طور پر یہ گنجائش موجود ہے کہ حضرت یوسفؑ نے خدا کو اپنا رب اور مالک کہا ہو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ایسے معنی اختیار کریں جو نبیؑ کی شان کے خلاف ہوں ؟

٭۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ لیکن کیا کیا جائے کہ زیادہ تر مفسّرین کے اقوال یہی ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے زلیخا کے شوہر ہی کو اپنا مالک (رب) کہا۔

★ . . . (تفسیر جلالین)

★ اِس کا جواز یہ بیان کیا کہ جو لفظ عام لوگ بولتے ہیں وہی لفظ بولا۔ اِس سے حقیقت کا کوئی تعلق نہیں

★ . . . . (فصل الخطاب)

★ زلیخا کا شوہر یوسفؑ پر ڈورے ڈالنے کا مطلب و مراد یہ ہے کہ زلیخا نے اُنھیں اُس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے کا مطالبہ کیا۔

★ ..... (تفسیر تبیان)

★ توراۃ میں ہے کہ: "اور اِس کے بعد یوں ہوا کہ اُس کے آقا کی جورو کی آنکھ یوسفؑ پر لگی اور بولی کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو۔"

★ . . . (پیدائش ۳۹ : ۷)

★ "اور وہ ہر چند یوسفؑ کو روز روز کہتی رہی، پر یوسفؑ نے ایک نہ سُنی کہ اُس کے ساتھ سووے یا اُس کے ساتھ رہے۔"

★ . . . . (پیدائش ۳۹ : ۱۰)

دعوتِ گناہ پر حضرت یوسفؑ کا پہلا دفاع

زلیخا کی دعوتِ گناہ پر سب سے پہلے حضرت یوسفؑ نے خدا کی پناہ مانگی، حرامکاری کی فرمائش پر پہلا اور اصلی جواب یہی تھا کہ گناہ پر سب سے پہلے خدا سے پناہ مانگی جائے، وہ بھی ایسا حسین، دل کش اور پُر لطف گناہ! خدا کی پناہ نہ مانگتے تو اور کیا کرتے؟

علماء نے نتیجہ نکالا کہ: گناہ کی دعوت یا قدرت پر خدا سے پناہ طلب کرنی چاہیئے کہ اُس کی توفیقات اور امداد کے بغیر دلکش گناہوں سے بچنا ناممکن ہوتا ہے۔

★ . . . . . (روح المعانی)

★ "رَبِّیْ" سے مراد مُربّی ہے۔ رب یہاں خالق اور پروردگار کے معنی میں نہیں ہے۔ دنیوی مالک اور آقائے مجازی کے معنی میں ہے۔ ★ . . . (امام راغب۔ ابو البقاء)

www.drhasanrizvi.com

★ مرشد تھانوی نے نتیجہ نکالا کہ محسن اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو، جب بھی اُس کا لحاظ کرنا چاہیے اہلِ طریقت اِس بات میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں

★...... (مرشد تھانوی)

حرامکاری سے رُکنے کا دوسرا طریقہ

حضرت یوسفؑ کا دوسرا جواب تھا۔ پہلے خدا سے پناہ مانگی، پھر فرمایا کہ حرامکاری اور زناکاری تو بجائے خود عظیم گناہ ہے۔ پھر وہ بھی کس کے ساتھ؟ اپنے آقا کی بیوی کے ساتھ۔ بہت سی جاہلی مذہبوں اور تہذیبوں میں زناکاری بجائے خود کوئی جرم نہیں، البتہ شوہردار عورت سے زناکاری خیانت سمجھی جاتی ہے۔ جیسے آج کی مغربی تہذیب میں بھی free sex کا یہی قانون ہے۔ عجب نہیں کہ یہ مغربی تہذیب کا free sex کا قانون مصری تہذیب کا ورثہ ہو۔

حضرت یوسفؑ نے یہ جملہ زلیخا کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگانے کے لیے فرمایا تھا

(ماجدی)

★ حضرت یوسفؑ کا مطالبہ یہ تھا کہ ایسے محسن کے ساتھ یہ خیانت کہ اُس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کروں، یہ تو کفرانِ نعمت کی حد ہوگئی۔ اُس نے مجھے اتنی اچھی طرح رکھا، پالا پوسا، پھر وہ میرا مربّی ہے۔ اس لیے میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا۔

★...... (ماجدی)

توریت میں ہے: "لیکن اُس نے (یوسفؑ نے) نہ مانا اور اپنے آقا کی جورو سے کہا.... دیکھ اُس نے سب کچھ اپنا میرے ہاتھ میں کردیا۔ اُس کے گھر میں مجھ سے زیادہ کوئی بڑا نہیں۔ اور اُس نے سوا تیرے کوئی چیز میرے اختیار سے باہر نہیں رکھی۔ اور یہ اِس لیے ہے کہ تو اُس کی جورو ہے۔ پھر میں ایسی بڑی بدذاتی کیوں کروں اور خدا کا گنہگار بنوں۔" ★..... (پیدائش ۳۹ : ۹)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "جنت ناپسندیدہ چیزوں (پر صبر کرنے) سے ڈھکی ہوتی ہے۔ اور جہنم دلکش خواہشات کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔" (الحدیث)

★...... (تفسیر روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا (۲۴) (غرض) وہ عورت یوسفؑ کی طرف بڑھی۔ یوسفؑ بھی اُس کی طرف بڑھتے اگر وہ اپنے پالنے والے مالک کے طرف کی واضح دلیل نہ دیکھ لیتے۔ (یعنی اگر وہ خدا کی دی ہوئی بصیرت سے کام نہ لیتے) یہ ایسا اس لیے ہوا تاکہ ہم اُس سے بُرائی اور بے حیائی کو دور رکھیں۔ حقیقتاً یوسفؑ ہمارے خالص (چُنے ہوئے) بندوں میں سے تھے۔

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۞ ۲۴

حضرت یوسفؑ نے کیا ارادہ فرمایا

عباسی خلیفہ مامون الرّشید نے فرزندِ رسولؐ حضرت امام علی الرّضا علیہ السّلام سے عصمتِ انبیاءؑ کے بارے میں پوچھا اور اس آیت کی تفسیر چاہی۔

حضرت امام علی الرّضا علیہ السّلام نے فرمایا: "اگر حضرت یوسفؑ نے اپنے پالنے والے مالک کی "بُرہان" (دلیل) نہ دیکھی ہوتی تو وہ بھی زلیخا کا بُرا ارادہ کرتے جس طرح زلیخا نے کیا تھا۔ لیکن حضرت یوسفؑ معصوم تھے اور معصوم کبھی گناہ نہیں کرتا، اور نہ وہ گناہ کے قریب جاتا ہے۔ مجھ سے میرے والد ماجد (حضرت امام موسیٰ کاظمؑ) نے فرمایا اور اُن سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ: "زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے بُرائی کا ارادہ کرلیا، مگر حضرت یوسفؑ نے یہ ارادہ فرمایا کہ وہ ایسا کام ہرگز نہ کریں گے۔"

دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ:

"زلیخا نے تو گناہ کا ارادہ کیا لیکن حضرت یوسفؑ نے زلیخا کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اگر زلیخا

www.drhasanrizvi.com

اُن کو گناہ کرنے پر مجبور کرتی۔ مگر خدا نے حضرت یوسفؑ سے قتل اور گناہ دونوں پھیر دیئے۔
(تفسیر صافی ص۲۴۶ بحوالہ عیون اخبار الرضاؑ)

عصمتِ حضرت یوسفؑ کی دلیل

صاحبِ تفسیرِ صافی نے حضرت یوسفؑ کی عصمت پر ایک مفصّل بیان لکھا ہے جس میں لکھا کہ حضرت یوسفؑ کے واقعے سے جس جس کا تعلق تھا سب کے سب نے بعد میں حضرت یوسفؑ کی بے گناہی کی گواہی دی۔ مثلاً حضرت زلیخا، شوہرِ زلیخا، مصر کی عورتیں، وہ گواہ جنھوں نے گواہی دی، اللہ تعالیٰ اور ابلیس، اِن سب نے حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کی گواہی دی۔
(تفسیر صافی)

انبیاءِ کرام کی عصمت کی نوعیت

خدا کا فرمانا کہ: "یوسفؑ بھی زلیخا کی طرف بڑھتے اگر وہ اپنے مالک کی طرف سے "برہان" واضح دلیل نہ دیکھ لیتے" تو "رب" کے بُرہان سے مراد خدا کی دکھائی ہوئی دلیل ہے جس کی بناء پر حضرت یوسفؑ نے اپنے جذبات پر قابو پایا۔

حضرت یوسفؑ نے زلیخا کے دعوتِ گناہ پر فرمایا تھا: "اللہ کی پناہ! میرے مالک نے تو مجھے اچھی طرح مکان میں رکھا (اور میں اب اُس کی بیوی سے یہ بُرا کام کروں) یقیناً ایسے ظالم لوگ کبھی حقیقی کامیابی یا بہتری نہیں پاتے۔" یہی وہ برہان (یعنی واضح دلیل) تھی جس نے حضرت کو ایسے نازک موقع پر عین جوانی کے عالم میں گناہ سے روک دیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرامؑ کی عصمت جبری یا قہری نہیں ہوتی بلکہ عقلی اور اختیاری ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا نے فرمایا کہ: "یوسفؑ بھی اُس کی طرف بڑھتے اگر وہ اپنے مالک کی طرف سے واضح دلیل نہ دیکھ لیتے۔" اِس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاءِ کرامؑ کی عصمت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ گناہ پر قادر ہی نہیں ہوتے، یا اُن میں گناہ کی خواہش ہی سرے سے موجود نہیں ہوتی یا وہ گناہ کا تصوّر ہی نہیں کرسکتے۔ انبیاءؑ بھی تمام انسانی جذبات، احساسات اور خواہشات کی شدّت اپنے اندر پوری طرح محسوس کرتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اپنے اندر خدا کی توفیقات، تعلیمات اور امداد سے اپنے اندر وہ ملکہ پیدا کرلیتے ہیں کہ سب کچھ ہوتے ہوئے وہ گناہ کا قصد تک نہیں کرتے۔

www.drhasanrizvi.com

کیونکہ وہ اپنے ضمیر اور نفس کے اندر خدا کی ایسی عظیم معرفت رکھتے ہیں کہ خواہشاتِ نفس اُن کو کبھی گناہ پر آمادہ نہیں کر سکتیں۔"

★---- (تفہیم القرآن)

★ ہاں اگر کبھی اُن سے کوئی ایسا عمل ہو جاتا ہے جو اُن کی شایانِ شان نہیں ہوتا جسے ترکِ اَولیٰ کہا جاتا ہے، تو وہ فوراً اپنی اصلاح کر لیتے ہیں، کیونکہ اگر وہ ترکِ اَولیٰ بھی مسلسل کرتے رہیں تو بھی اُس سے پوری اُمت کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اگر خدا کا مقرر کیا ہوا ہادی بال برابر بھی سیدھے راستے سے ہٹ جائے، تو دنیا گمراہی میں میلوں دور نکل جائے گی۔

★---- (مؤلف)

★ اِن تمام باتوں کے باوجود شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا:

"ہر آئینہ قصد کرد آں زن بسوئے یوسفؑ و قصد کرد بسوی وے یوسفؑ"

یعنی: "جب اُس عورت نے یوسفؑ کا بُرا ارادہ کیا تو یوسفؑ نے بھی اُس کا بُرا ارادہ کیا۔"

پھر لکھا: "اگر آں بسوے کہ دیدے یوسفؑ دلیلِ پروردگارِ خود را می شد آں چہ می شد"

یعنی: "اگر ایسا نہ ہوتا کہ دیکھتے یوسفؑ اپنے پروردگار کی دلیل، تو جو ہونا تھا ہو جاتا۔"

★------ (شاہ ولی اللہ)

یعنی (معاذ اللہ) حضرت یوسفؑ نے جس بُرے کام کا ارادہ کیا تھا وہ عملاً ہو جاتا۔

★ اب رہا خدا کا یہ فرمانا کہ: "یوسفؑ بھی اُس کی طرف بڑھتے اگر...." تو حضرت یوسفؑ کا زلیخا کی طرف خیال جانا کوئی عیب نہیں، بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح اور تندرست مرد ہونے کی۔ عورت کا خیال آنا گناہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی گناہ کا خیال آنا گناہ نہیں، ہاں بدکاری کا گناہ ہوتا ہے۔ کیونکہ خیال آنا امرِ طبعی ہے اور غیر اختیاری ہے۔ البتہ ناجائز جنسی عمل اختیاری چیز ہے اس لیے گناہ ہے۔

★---- (بیضاوی۔ مدارک)

★ زلیخا کا بڑھنا بدکاری کیلئے تھا جبکہ حضرت یوسفؑ کا بڑھنا زلیخا کو بُرائی سے روکنے کی حد تک تھا۔

★---- (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اسۡتَبَقَا الۡبَابَ وَ قَدَّتۡ قَمِیۡصَہٗ مِنۡ دُبُرٍ وَّ اَلۡفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الۡبَابِ ؕ قَالَتۡ مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَهۡلِكَ سُوۡٓءًا اِلَّاۤ اَنۡ یُّسۡجَنَ اَوۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○ ۲۵

(۲۵) اب وہ دونوں ایک دوسرے سے پہلے دروازے کی طرف پہنچنے کے لیے دوڑے اور اُس عورت نے پیچھے سے یوسفؑ کے کُرتے کو لمبان میں (کھینچ کر) پھاڑ دیا۔ اور اُن دونوں نے عورت کے شوہر کو دروازے پر (کھڑا ہوا) پایا۔ (اُسے دیکھتے ہی) وہ عورت کہنے لگی "کیا سزا ہے اُس شخص کی جو آپ کی گھر والی پر بدکاری کا ارادہ کرے؟ سوا اِس کے کہ اُسے قید کیا جائے یا اُسے کوئی اور سخت سزا دی جائے"۔

فعلِ حرام سے گریز

جب زلیخا نہ مانی تو حضرت یوسفؑ دروازے کی طرف لپکے۔ پیچھے پیچھے زلیخا نے دوڑ کر حضرت یوسفؑ کی قمیص پکڑلی۔ مگر حضرت یوسفؑ دروازے کی طرف دوڑتے رہے۔ پیچھے سے قمیص پھٹ گئی، لیکن کسی نہ کسی طرح حضرت یوسفؑ نے (گناہ سے) جان بچا ہی لی۔

نتیجہ (۱) صوفیاء عارفین نے نتیجہ نکالا کہ جو دنیا کے حرام سے بھاگتا ہے اُس کے لیے نجات کی راہیں غیب سے کُھل جاتی ہیں۔ مولانا رومی نے کہا:

؎ نیست رخنہ گرچہ در عالم پدید ہمچو یوسفؑ خیرہ مر باید دوید
(مثنوی روم) ....

یعنی: گناہ سے حضرت یوسفؑ کی طرح پوری طاقت سے بھاگنا چاہیے۔

نتیجہ (۲) عرفاء نے کہا: "شیطان کا آخری حملہ غضب کا ہوتا ہے، تاہم نیک باہمت بندے

www.drhasanrizvi.com

کبھی اُس کے ہتھے نہیں چڑھتے۔

*.... (ماجدی)

ماہرین نے زلیخا کے حضرت یوسفؑ پر تہمت لگانے سے یہ نتیجہ نکالا کہ:
زلیخا کی اُن سے محبت شہوانی اور وقتی محبت تھی، حقیقی اور سچی محبت نہ تھی۔ اسی لیے اُس نے (اپنی جان بچانے کے لیے حضرت یوسفؑ پر تہمت لگائی اور) اُن کے لیے قید خانہ تجویز کیا۔ اگر اُس کی محبت سچی ہوتی تو اپنے محبوب کو ہر تکلیف سے بچاتی۔

*.... (تفسیر انوار النجف)

عصمتِ انبیاؑ پر خدائی اہتمام

نتیجہ (۳): حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "حضرت یوسفؑ نے عزیزِ مصر سے کہا کہ جھولے میں جو بچہ ہے وہ بھی میری صداقت کی گواہی دے گا۔ جب عزیزِ مصر بچے کی طرف متوجہ ہوا تو بچہ وہی بولا جو آیت کے الفاظ ہیں۔ یعنی بچے نے گواہی بھی دی اور دلیل بھی۔"

*..... (تفسیر صافی)

حضرت یوسف کی عصمت کا واقعاتی ثبوت

اگر حضرت یوسفؑ نے (معاذ اللہ) زلیخا پر دست درازی کی ہوتی اور زلیخا راضی نہ تھی تو وہ حضرت یوسفؑ کے سامنے سے دفاع کرتی۔ اِس طرح حضرت یوسفؑ کی قمیص سامنے سے پھٹتی لیکن قمیص کا پیچھے سے پھٹنا صاف بتاتا ہے کہ حضرت یوسفؑ تو جان چھڑا کر بھاگے تھے، لیکن زلیخا نے اُن کو پیچھے سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھٹی، آگے سے نہیں پھٹی۔

اِس سے ثابت ہوگیا کہ غلطی زلیخا کی تھی اور حضرت یوسفؑ معصوم تھے۔

*.... (تفسیر صافی)

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ ٢٦

(۲۶) یوسفؑ نے کہا: "اِسی نے تو مجھ پر ڈورے ڈالے اور مجھے پھانسنے کی کوشش کی۔" پھر اُس کے ہی گھر والوں میں سے ایک (شیر خوار) گواہ نے گواہی دی کہ: "اگر یوسفؑ کا کُرتا آگے سے پھٹا ہو تو وہ عورت سچّی ہے، اور وہ (یوسفؑ) جھوٹوں میں سے ہیں۔"

★ زُلیخا نے جب دیکھا کہ راز فاش ہوا ہی چاہتا ہے تو جھٹ اپنی جھوٹی مظلومیت کی داستان اپنے شوہر کو سُنانے لگی۔ توراۃ میں ہے: "اُس نے ایسی باتیں اُس سے (اپنے شوہر سے) کہیں کہ یہ عبری غلام جو تو نے ہم پاس لا رکھا گُھس آیا کہ مجھ سے ٹھٹھا کرے اور جب میں نے آواز بلند کی اور چِلّا اُٹھی تو وہ اپنا پیراہن میرے پاس چھوڑ کر باہر نکل بھاگا۔"
★ ---- (پیدائش ۳۹: ۱۵-۱۸)

★ زُلیخا کے بیان اور فردِ جرم سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس ملک کے قانون میں اقدامِ زنا کوئی جرم نہ تھا بلکہ ناموسِ شوہری میں خیانت اصل جُرم تھا۔
★ .... (ماجدی)

نتیجہ:

★ حضرت یوسفؑ کے جواب دینے پر مرشد تھانوی نے نتیجہ نکالا کہ "مخالف کی شرارت کا ایسے وقت میں اظہار جبکہ اخفاء (چھپانے) میں ضرر کا احتمال ہو مکارمِ اخلاق کے منافی نہیں۔
★ .... (مرشد تھانوی)

★ بہت سے مفسّرین نے لکھا ہے کہ: "یہ گواہ زُلیخا کا چچا زاد بھائی تھا، جو بہت عقلمند

www.drhasanrizvi.com

انسان تھا، بادشاہ اُن سے مشورہ لیا کرتا تھا۔

٭ ..... (بحر، بقول قتادہ، تفسیر کبیر، بقول حسنؒ ابن جریر، بقول عکرمہ و از ابن عباس، ابن کثیر)

٭ لیکن اکثر مفسرین نے کہا کہ: "وہ شیر خوار بچہ تھا جو بول اٹھا۔ اور اُس نے حضرت یوسفؑ کی پاکیزگیِ کردار کی گواہی دی۔

٭ ..... (تفسیر جلالین، تفسیر علی بن ابراہیم)

اور صاحبِ تفسیر انوار النجف لکھتے ہیں کہ: "میں نے کسی موعظہ کی کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت یوسفؑ تختِ مصر پر جلوہ گر تھے۔ حضرت جبرئیل پاس موجود تھے۔ ایک پھٹے پرانے لباس میں ملبوس نوجوان گلی میں گذرا۔ جبرئیل نے بتایا، یہ وہی ہے جس نے گہوارے میں آپ کی عصمت کی گواہی دی تھی۔ پس حضرت یوسفؑ نے اُس کو بلوایا، اُس کو فاخرہ لباس بھی عطا کیا اور نقدی بھی عطا کی اور معذرت کے ساتھ اُس کو رخصت کیا۔ تو حضرت جبرئیل مسکرائے۔ حضرت یوسفؑ نے مسکرانے کا سبب پوچھا۔ جبرئیل نے جواب دیا: "جس شخص نے بچپنے میں غیر ارادی طور پر آپؑ کی گواہی دی تو آپ مخلوق ہو کر کافی انعام دینے کے بعد بھی معذرت کر رہے ہیں، اگر کوئی شخص اپنے پورے اختیار کے ساتھ اپنے اللہ کی کبریائی اور اُس کی توحید کی گواہی دے تو دنیا و محشر میں خدا جس قدر انعام و اکرام سے اُس کو نوازے گا اُس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟

٭ ..... (از تفسیر انوار النجف ص ۹۳)

٭ لیکن بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ گواہی دینے والا ایک چھوٹا بچہ تھا جو جھولے میں لیٹا ہوا تھا۔ وہ بول اٹھا۔

٭ ..... (تفہیم القرآن)

٭ فقہاء نے اِس آیت سے (۱) قیاسِ شرعی (اجتہاد) کے جواز، اور (۲) عرف و عادتِ قوم سے استدلال کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

٭ ..... (قرطبی - جصاص)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ (۲۷) اور اگر یوسفؑ کا کُرتا پیچھے سے
مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ پھٹا ہو تو وہ عورت جھوٹ بول
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ ۲۷ رہی ہے اور یوسفؑ سچوں میں سے ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ (۲۸) جب شوہر نے یوسفؑ کے کُرتے
دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہنے لگا
اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○ ۲۸ "یقیناً یہ تم عورتوں ہی کی چالاکی ہے۔
یقیناً تم عورتوں کی چالاکی بڑے غضب کی ہوتی ہے۔

عورت کا مکر بڑے غضب کا ہوتا ہے

عورت کے اسی کید کو ماہرین عورت کا ایک ایسا حربہ اور ایسی صلاحیت بتاتے ہیں جس کی وجہ سے ہر مرد اس کے دام میں اسیر ہو جاتا ہے۔ قدرت نے عورت کو بلا کی طبعی کشش عطا فرمائی ہے۔ جس کو یہاں عزیز مصر نے عورت کا کید عظیم کہا ہے۔ علماء نے یہاں سوال اُٹھایا ہے کہ خدا نے دوسرے مقام پر شیطان کے کید (مکر) کو تو ضعیف (کمزور) بتایا ہے۔ (اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا) اور یہاں عورتوں کے کید و مکر کو عظیم فرمایا ہے۔ تو کیا عورت کا کید شیطان کے کید و مکر سے بھی عظیم ہے؟ پھر علماء نے خود ہی اس کا جواب بھی دیا ہے کہ خدا نے شیطان کے کید کو اپنی تدبیر کے مقابلے میں کمزور بتایا ہے اور عورت کے کید کو مردوں کے مقابلے میں عظیم فرمایا ہے۔ ★.... (روح المعانی)

★ قَدَّ کے معنی طول میں پھاڑنا اور قَطَّ کے معنی عرض (چوڑائی) میں پھاڑنا تعبیر کیا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ: "كَانَتْ ضَرَبَاتُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْطَالِبٍ اَنْكَارًا كَانَ اِذَا عَلٰى قَدَّ وَاِذَا اعْتَرَضَ قَطَّ" یعنی حضرت علیؓ کی ضربیں نئی نرالی ہوا کرتی تھیں جب اُوپر سے وار کرتے تو سر سے قدموں تک چیر دیتے اور جب جانب سے وار کرتے تو حریف کو چوڑائی میں دو حصّوں میں کاٹ دیتے تھے۔ ★... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (۲۹) اے یوسفؑ! اِس معاملے کو چھوڑ دو۔ اور اے عورت! تُو اپنے جُرم سے توبہ کر حقیقتاً تُو ہی خطا کار تھی۔
وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ
اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝ ۲۹ ع ۳ ۹ ۱۳

قرآن کا پرانی آسمانی کتابوں سے تعلق

"تلمود" میں ہے کہ نوطیفار (عزیزِ مصر) نے جب اپنی بیوی سے یہ شکایت سُنی تو اُس نے یوسفؑ کو خوب پٹوایا۔ پھر اُس کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ اور عدالت نے یوسفؑ کی قمیص دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ قصور یوسفؑ کا نہیں، زلیخا کا ہے۔

مگر قرآن کی روایت زیادہ معقول ہے۔ اِس لیے کہ: کیا اِتنا بڑا سردار اتنی چھوٹی سی بات خود نہیں سمجھ سکتا تھا؟ اور اپنی بے عزتی کرانے کے لیے وہ اپنی بیوی کو عدالت میں کیوں لے گیا؟ (علاوہ ازیں حضرت یوسفؑ کو مارنے پیٹنے والا خود مجرم قرار پاتا ہے جبکہ یہ حق عدالت کے حکم کے مطابق سزا دینے والے کو ہے۔ لیکن عدالت نے حضرت یوسفؑ کو مجرم قرار نہیں دیا۔ لہٰذا بے خطا کو پیٹنے والا خود مجرم قرار پاتا ہے۔ اِس لیے تلمود کی یہ روایت بے بنیاد ثابت ہو جاتی ہے۔ قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں)

★ قرآن اور تلمود کے اِس فرق سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ مغربی مفکرین کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ محمدؐ نے بنی اسرائیل کے قصے بائیبل اور تلمود سے نقل کر لیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ: قرآن نے بائیبل اور تمام پچھلی کتابوں کی اصلاح کی ہے اور صحیح سچے واقعات دنیا کو بتاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

★ غرض اِس آیت میں عزیزِ مصر کا جملہ نقل کیا گیا ہے۔ عزیزِ مصر حضرت یوسفؑ سے نیم معذرت کے انداز میں کہہ رہا ہے کہ: "یوسفؑ! جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اب اِس پر خاک ڈالو۔ رات گئی بات گئی"۔ پھر وہ زلیخا سے کہتا ہے کہ اوّل تو تُو نے اتنی بڑی جرأت کی، پھر خواہ مخواہ ایک بے گناہ کو پھنسانا چاہا۔ اب تُو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔

★ ..... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ (۳۰) (اب کیا تھا) شہر کی عورتیں کہنے لگیں:

امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۗ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ۳۰

"عزیزِ مصر کی اپنے نوجوان غلام پر اُس کی مرضی کے خلاف ڈورے ڈال رہی ہے! اُس کی محبت نے اُس کے دل پر بہت ہی گہرا اثر ڈالا ہے۔ ہماری نگاہ میں تو وہ بڑی فاش کھلی ہوئی غلطی کر رہی ہے۔

عشق اور عشق میں بدنامی

آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی محبت نے زلیخا کے دل کا شغاف پھاڑ ڈالا تھا۔ "شغاف" دل کے پردے کو کہتے ہیں۔

* .... (تفسیر صافی ص ۲۴۷)

* مصر کی عورتوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ زلیخا ملکہ ہو کر گری بھی تو کس پر؟ اپنے ہی غلام پر۔ وہ بھی اپنے ہم وطن ہم نسب پر نہیں، بلکہ ایک پردیسی کنعانی غلام پر۔ گویا امیر عورتوں نے زلیخا پر طعنے کسنے شروع کر دیے۔ اسی کو عشق کی بدنامی کہتے ہیں۔ قرآن نے "نِسْوَةٌ" جمع تکسیر لا کر بتا دیا کہ ان عورتوں کی جو فقرے کس رہی تھیں، تعداد زیادہ نہ تھی۔ اور دل میں شغف، دل کی وہ بیماری ہے جو دل کے اندر تک پہنچ جائے۔

* .... (بحر)

* مصر کے معاشرے میں اُس وقت امیروں کو اونچی اونچی مسندوں پر بٹھانے کا رواج عام تھا۔ خاصکر مہمانوں کو۔

* .... (ماجدی)

عشق کا استعمال اللہ کیلئے جائز نہیں

عشق، محبت سے خاص ہے۔ اس لیے کہ شدید محبت جو حد سے زیادہ ہو، اُس کو عشق کہتے ہیں۔ اس لیے یہ لفظ اللہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں کہ اللہ کی صفات میں افراط نہیں۔

* .... (تفسیر روح البیان بقول قاشانی)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ (۳۱)
إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً
وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ
سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ
فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ
أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ
مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا
مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝ ۳۱

اُس عورت (زلیخا) نے جو اُن عورتوں کی مکّارانہ چال بازی کی باتیں سُنیں، تو اُن عورتوں کو بلوا بھیجا۔ اور اُن کے لیے تکیہ دار مسند بچھوا دی۔ اور اُن میں سے ہر ایک کے آگے ایک چھُری رکھ دی (پھر خاص اُس وقت جب وہ اپنی چھُریوں سے پھل کاٹ رہی تھیں) اُس نے یوسفؑ سے کہا: "ان کے سامنے سے نکلو"۔ تو جب اُن سب نے یوسفؑ کو دیکھا تو وہ دنگ رہ گئیں، اور اُنھوں نے (پھلوں کے ساتھ) اپنے ہاتھ بھی کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں: سبحان اللہ، یہ آدمی نہیں، یہ نہیں ہے مگر کوئی بزرگ محترم فرشتہ۔

"مَلَكٌ كَرِيمٌ" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا حُسن، حُسنِ بشری سے بہت بلند ہے۔ اور اُن کے کمالات انسانی کمالات سے بلند ہیں، اور اُن کی عصمت و پاکدامنی کا کمال فرشتوں کے کمال کی خصوصیت ہے۔

*.... (تفسیر صافی ص۲۴۷)

غرض اُن کی عصمت واقعاً اُس پائے کی تھی کہ بقولِ شاعر:

؎ "دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں"

حُسنِ یوسفؑ

زلیخا کا عورتوں کو بلانے کا مقصد حضرت یوسفؑ کے حُسن و جمال کو دکھانا تھا تاکہ تمام عورتیں قائل ہو جائیں کہ زلیخا مجبوراً یوسفؑ پر عاشق ہو گئی کیونکہ یوسفؑ ہیں ہی اس قابل کہ اُن سے عشق کیا جائے۔

*..... (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

★ عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ (۱) چھری کانٹوں کا رواج مصری تمدّن میں داخل ہو چکا تھا (۲) دوسرے یہ کہ حضرت یوسفؑ جو حُسن و جمال کا پیکر تھے اور بھرپور نوجوان تھے، ایسی زُہد شکن فضا میں بھی کسی حَسین سے حَسین عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ جبکہ اُس وقت عورتوں کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور دَور پھلوں کے کھانے کا چل رہا تھا گپ شپ ہو رہی تھی، یک بہ یک ایک ڈرامائی انداز میں ایک نور پیکر حَسین، بھرپور جوان نظریں نیچی کیے ہوتے داخل ہوا، جس کی آنکھوں پر حیا کے پردے اور چہرے پر عصمت کے سہرے پڑے تھے، تمام عورتیں حُسنِ یوسفؑ کو دیکھنے میں ایسی کھو گئیں کہ اُن کو دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔ حُسنِ یوسفؑ کے دیکھنے میں ایسی محو ہوئیں کہ ٹکٹکی لگ گئی، پلک تک جھپکا نا گوارا نہ رہا۔ ایسے بے خیالی (و محویت) کے عالم میں چھریاں بجائے پھلوں کے ہاتھوں کی انگلیوں پر چل گئیں۔

★ .... (ماجدی)

★ حُسن پر مزید حضرت یوسفؑ کا کسی عورت کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھنا، جاہلیت کے معاشرے میں ایسی پاکدامنی کا تصور بھی ممکن نہ ہو گا یہی وجہ تھی کہ عورتیں دنگ رہ گئیں، آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، بے ساختہ بول اُٹھیں کہ یہ نوجوان انسان نہیں، یہ تو کوئی فرشتہ یا دیوتا ہے۔ یعنی شرافت، عفت اور حُسن کا پُتلا ہے۔

★ .... (روح المعانی، تفسیر ماجدی)

★ عربی محاورہ میں انتہائی تعجب کے وقت "حَاشَ لِلّٰہِ" کہتے ہیں، جو مصر کی حَسین عورتیں، حُسنِ یوسفؑ کے ساتھ اُن کی پاکدامنی کو دیکھ کر سخت حیران ہونے پر بول اُٹھتی ہیں۔

★ .... (بحر)

★ تعجب کی انتہا اِس لیے اور بھی ہوئی کہ حُسن کے ساتھ ساتھ پاکدامنی کی بھی انتہا تھی۔ اِس طرح حُسن دوبالا ہو گیا۔ جب حُسنِ ظاہر اور حُسنِ معنوی دونوں یکجا ہو جائیں تو حُسن دوبالا

www.drhasanrizvi.com

ہو جاتا ہے، پھر حیرت کے سوا اور کیا رہ جائے گا؟ دو گنے حُسن کی ایک مثال غالب کا یہ شعر ہے:

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

..... (غالب)

★ قاشانی نے فرمایا کہ چوں کہ حضرت یوسفؑ اچانک عورتوں کے سامنے جلوہ گر ہوئے اس لیے عورتوں کے ہاتھ (چھریوں سے) کٹ گئے کیوں کہ وہ حُسنِ یوسفؑ پر اس قدر حیران ہوئیں کہ مدہوش ہوگئیں۔

غابت صفات القاطعات اکفها
فی شاهد هو فی البریة ابدع

یعنی: ہاتھ کاٹنے والی عورتیں اپنے آپ سے بے خبر ہوگئیں، کیونکہ محبوب نرالی شان سے اچانک ظاہر ہوا۔

مگر زلیخا کیونکہ عشق کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، اس لیے وہ اپنے ہوش و حواس پر قائم رہی کیونکہ معشوق کا تصوّر اُس کے دل پر پہلے ہی قبضہ کر چکا تھا۔

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ جب حُسنِ مجازی کا اثر اس قدر ہوتا ہے کہ دنیا کی مصیبتوں کی خبر نہیں رہتی، تو حُسنِ حقیقی کی محبت میں انسان دنیا کے مصائب کو کہاں سے خاطر میں لا سکتا ہے۔

..... (تفسیر روح البیان، حقائقِ سلمی)

★ یہی سبب تھا کہ جب حضرت علیؑ کے ٹخنے میں تیر پیوست ہو گیا اور جو طبیب اُس کو نکالنا چاہتا تھا تو حضرتؑ تڑپ تڑپ جاتے تھے تب حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو چھوڑ دو، جب وہ نماز پڑھیں تب تیر نکال لینا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ حالتِ نماز میں جب تیر نکالا گیا تو آپؑ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ اس لیے کہ عالمِ نماز میں آپ حُسنِ حقیقی کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔

..... (مؤلف)

★ حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں یہ شعر بار بار پڑھا: لَوْ کَانَ دِیْنُ مُحَمَّدٍ لَمْ یَسْتَقِمْ ۔ اِلَّا بِقَتْلِیْ یَا سُیُوْفُ خُذِیْنِیْ

یعنی: اگر دینِ محمدؐ میرے قتل کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا، تو اے تلوارو! مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

www.drhasanrizvi.com

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ۝ ۳۲

(۳۲) زلیخا نے کہا: "بس یہی تو ہے جس کے بارے میں تم لوگ مجھے بُرا بھلا کہتی ہو۔ اور یہ حقیقت ہے کہ خود میں نے ہی اُس پر ڈورے ڈالے تھے۔ مگر اُس نے اپنے کو بچائے ہی رکھا۔ اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو یہ ضرور قید کیا جائے گا اور یہ ضرور ذلیل بھی ہوگا۔"

دلیلِ عصمتِ یوسفؑ اور معیارِ فضیلت

زلیخا کا یہ کہنا کہ: "لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ" (یعنی) "حالانکہ میں نے خود اُسے اُس کی مرضی کے خلاف خوب خوب پھسلانا چاہا مگر وہ معصوم ثابت ہوا۔" حقیقت میں زلیخا کا یہ قول حضرت یوسفؑ کی عصمت پر لاجواب مُنہ بولتی گواہی ہے کہ خود زلیخا اعتراف کر رہی ہے کہ یوسفؑ معصوم تھے جبکہ میں اُن کو گناہ کی دعوت دے رہی تھی

*.... (تفسیر صافی ص۲۴۴)

★ کمال کی انتہا یہ ہے کہ خود دشمن پاکیزگیٔ کردار کی گواہی دے۔ دشمن کی گواہی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ حضرت زینبؑ جب اپنے بیٹوں حضرت عونؑ و محمدؑ کو میدانِ جنگ میں بھیج رہی تھیں: بقول میر انیسؒ: ؎

تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علیؑ کے ہیں (میر انیسؒ)

حضرت علیؑ کی فضیلت میں عمرو بن عاص نے کہا تھا: "اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ" یعنی: "فضیلت تو وہ ہوتی ہے کہ دشمن بھی اُس کی گواہی دے" اور آلِ محمدؑ کا یہی شرف رہا ہے کہ دشمنوں نے تعریف کی ہے

*.... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

★ زلیخا کے اِس جواب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس وقت مصر کے اونچے طبقے کی اخلاقی حالت کسقدر گری ہوئی تھی کہ ایک شوہر دار عورت اپنی برابر کی عورتوں کو جمع کر کے اپنے محبوب نوجوان کو پیش کر رہی ہے اور اُس کی خوبصورت جوانی دکھا کر اُنھیں قائل کرنے کی بھی کوشش کر رہی ہے کہ میں ایسے نوجوان پر مر نہ مٹتی تو کیا کرتی ؟ ایسا کہتے ہوئے اُس کو کوئی شرم بھی نہیں آرہی ہے بلکہ فخریہ خوبصورت یوسفؑ کو دکھا کر سب کے سامنے حضرت یوسفؑ کو دھمکی بھی دے رہی ہے کہ اگر تم میری خواہش کا کھلونا نہ بنے تو میں تمہیں جیل بھجوا دوں گی۔ اِس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آج مغرب کا sexual free کا نظام اور مرد عورتوں کی بیحیائی کوئی انسانی ترقی کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ بہت پرانی جاہلیت ہے، دقیانوس سے بھی سیکڑوں سال پہلے مصر میں بھی sexual free کا نظام پایا جاتا تھا اور آج جیسی روشن خیالی بھی بڑے عروج پر پائی جاتی تھی۔

★...... (تفہیم القرآن)

★ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کے سامنے عورتوں سے کہا: "اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو یہ ضرور قید کیا جائے گا اور یہ ضرور ذلیل بھی ہوگا۔" زلیخا نے بظاہر عورتوں سے خطاب کیا تھا، لیکن حقیقتاً حضرت یوسفؑ کو دھمکی دی تھی تاکہ وہ عورتیں بھی حضرت یوسفؑ کو سمجھاویں کہ وہ زلیخا کی بات مان لیں ورنہ حشر اچھا نہ ہوگا۔

★...... (موضح القرآن)

ے
ہر کہ او در عشقِ صادق آمدہ   بر سرش معشوق عاشق آمدہ

یعنی: جو بھی عشق میں سچا ہوتا ہے تو خود معشوق عاشق کے ہاں حاضر ہوتا ہے۔ ★ (فرید الدین عطار)

نتیجہ: محققین نے اِس بات سے کہ جن عورتوں نے زلیخا پر طعنے کسے تھے وہ بالآخر سب کی سب یوسفؑ کی محبت میں گرفتار ہوئیں، نتیجہ نکالا کہ کسی کی مجبوری کو دیکھے بغیر اُس پر طعن کسنے والے خود اُسی بلا میں گرفتار ہوتے ہیں جس بلا پر دوسروں پر طعنے کستے ہیں۔ دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ عشق کی کامیابی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ ملامت کرنے والوں کے طعن کا نشانہ بن جائے۔ (تفسیر روح البیان)

ے "یا لائمی فی الھوی العذری معذرۃ
منی الیك ولو انصفت لم تلم"

★... (قصیدۂ بردہ)

یعنی: اے مجھے عشقِ عذری پر بُرا بھلا کہنے والے! اگر تو انصاف کرتا تو مجھے ملامت نہ کرتا۔

www.drhasanrizvi.com

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ۳۳

(۳۳) (یہ سُن کر) یوسفؑ نے کہا: "اے میرے پالنے والے مالک! قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے اِس کام سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بُلا رہی ہیں۔ اور اگر تو نے مجھ سے اُن کی چالاکی کو دور نہ کیا تو میں اُن کی طرف جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔

عظمت و کردارِ نُبوّت

نیز یہ کہ اِس آیت کے آئینے میں حضرت یوسفؑ کے کردار کی پختگی کو ملاحظہ فرمائیں جس سے نُبوّت کی عظمت سمجھ میں آتی ہے کہ ایک نوجوان اپنی بھرپور جوانی کے ساتھ موجود ہے اور دوسری طرف حسین ترین عورتیں اُس کو پھنسانے کے لیے جال پر جال پھینک رہی ہیں۔ جدھر دیکھتا ہے گناہ اپنی ساری خوشنمائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ دروازے کھولے اُس کے منتظر ہیں۔ حُسن خود دعوتِ گناہ دے رہا ہے۔ رات دن چوبیس گھنٹے وہ اِس خطرے میں بسر کر رہا ہے اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اُس کے ارادے میں ذرا سی بھی کمزوری پیدا ہو جائے، تو گناہ کے بے شمار دروازے اُس پر کُھل جائیں۔ امیر حسین اور جوان عورتیں اُس کے پیچھے پڑی ہوتی ہیں، مگر اُس کے قدم ذرا نہیں پھسلتے۔ پھر اِس پر بھی اُس میں کوئی غرور یا تکبّر کا شائبہ نہیں پیدا ہوتا، اِس قدر مستحکم کردار کے ہوتے ہوتے بھی وہ بشری کمزوریوں کا خیال کر کے کانپ کانپ اُٹھتا ہے۔ اور نہایت عاجزی کے ساتھ خدا سے توفیقات کا سوال کرتا ہے کہ میں ایک کمزور انسان ہوں، مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں خود اپنے بل بوتے پر اِن بے پناہ گناہوں کی دعوتوں کا مقابلہ کر سکوں۔ اے خدا! تو مجھے سہارا دے، مجھے گناہوں سے بچائے رکھ، کہیں میرے قدم پھسل نہ جائیں۔ غرض حضرت یوسفؑ جس نازک ترین دور سے

www.drhasanrizvi.com

گذرے اُس میں گذرنے کی وجہ سے اُن کی غیر معمولی صفات جو اب تک دبی ہوئی تھیں، وہ سب اُبھر آئیں، اور پورے زور کے ساتھ کام کرنے لگیں۔

*...... (تفہیم القرآن)

حضرت یوسفؑ کے امتحان کے مقاصد

خدا کا مقصد بھی یہی تھا کہ (۱) حضرت یوسفؑ کو خود اپنی صلاحیتوں کا اندازہ ہوجائے (۲) اُن کی صلاحیتیں بیدار ہوں۔ (۳) عالم انسانیت کے سامنے ایک پاک نمونۂ زندگی پیش کیا جاسکے۔ (۴) خدا کی معرفت، شکر اور خوفِ الٰہی کے عملی معنی معلوم ہوسکیں۔ (۵) نبوّت کی عظمت کا احساس اُجاگر ہوجائے۔ (۶) امتحانات اور نازک حالات سے گذارنے کا طریقہ، مقصد اور فلسفہ دنیا کو معلوم ہوجائے۔

*...... (مؤلف)

مصیبت کو گناہ پر ترجیح دینا اور صدّیقین کے صفات

(۱) خوب خیال رہے کہ حضرت یوسفؑ جیل خانے کی دعا میں صرف یہ عرض کررہے ہیں کہ:

"زنا کاری یا گناہ کرنا مجھے جیل کی سختیوں سے بھی زیادہ ناگوار ہے۔" اِس جلے پر عرفا نے لکھا کہ مصیبت کو گناہ پر ترجیح دینا یا اختیار کرنا صدّیقین کا شیوہ ہوتا ہے۔

(۲) نیز حضرت یوسفؑ کا خدا سے دُعا کرنا بتاتا ہے کہ صدّیقین اپنے تقویٰ پر بھروسہ نہیں کرتے، وہ خدا سے مدد مانگتے ہیں کہ خدا کی توفیقات ہمارے شاملِ حال ہوں تو وہ خود کو گناہ سے بچالیں گے۔

(۳) تیسرے یہ کہ گناہ کے اسباب اور ذرائع سے بھی بھاگتے رہنا سعادتمندوں کی نشانی ہے۔

*...... (ماجدی)

اعتراض اور اُس کا جواب

مرشد تھانوی نے لکھا کہ، حضرت یوسفؑ کی یہ دُعا کسی بھی طرح اُن کی عصمت کے منافی نہیں، اِس لیے کہ انبیاء کی عصمت خدا کی حفاظت ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ انبیاء کرام

www.drhasanrizvi.com

کی نظر ہمیشہ اصل مؤثر پر ہوتی ہے۔ اِسی لیے وہ کبھی اپنی عصمت پر اعتماد، ناز یا فخر نہیں فرمایا کرتے۔
..... * (تھانوی)

۵
عزت جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے
وہ دل میں فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے
..... * (میرانیسؒ)

نتائج

(۱) آخر میں حضرت یوسفؑ کا فرمانا: "اگر تو نے مجھ سے اِن (عورتوں) کی چالاکی کو دور نہ کیا تو میں اُن کی طرف جھک جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو جاؤں گا۔"
اِس آخری فقرے نے بتا دیا کہ تقویٰ اور خدا کی اطاعت کی ضد کو جاہلیت کہتے ہیں۔
(۲) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلیت کا تعلق سراسر کردار سے ہے کتابوں کے رٹ لینے سے تو عالم نہیں بنتا۔ (۳) خدا کی توفیق کے بغیر تقویٰ یا اطاعت ممکن نہیں)
..... * (ماجدی)

عارفوں نے نتیجہ نکالا کہ (۱) اپنے نفس کو خاطی اور عاجز جاننا۔ (۲) اور ہر خیر کی توفیق کو خدا کی طرف منسوب کرنا، اور اللہ کی عطا سمجھنا۔ (۳) ہر برائی کو اپنی جانب منسوب کرتے رہنا، صدیقین، مخلصین اور متقین کی روش ہوتی ہے۔ محققین نے لکھا کہ حضرت یوسفؑ کا کردار مقامِ صدیقیت ہے۔ یعنی کردار کی سچائی۔ ایک حسین امیر زادی دعوتِ گناہ دے رہی ہے مگر یوسفؑ پر خوفِ خدا غالب ہے، وہ بھی اِس قدر کہ حضرت یوسفؑ جیل جانے کو تیار ہیں، مگر حسین آغوش میں جانے کو تیار نہیں۔ (سبحان اللہ) * ..... (ابن کثیر)

۶
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے ❖ جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا
..... * (اقبال)

۷
بڑے موذی کو مارا نفسِ اَمّارہ کو گر مارا ❖ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

www.drhasanrizvi.com

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ۳۴

(۳۴) (غرض) یوسفؑ کے پالنے والے مالک نے اُن کی دعا قبول کرلی، اور اُن سے اُن عورتوں کی چالوں کو ناکام بنا کر ہٹا دیا۔ حقیقتاً وہ خدا ہی ہے جو سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

کردار کی مضبوطی

خدا کا فرمانا کہ: "ہم نے اُن عورتوں کی چالیں یوسفؑ سے دفع کردیں"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کے کردار اور سیرت کو ایسی مضبوطی بخشی کہ اُن کے مقابلے میں اُن حسین اور چالاک عورتوں کی مکّاریاں ناکام ہوگئیں۔

نیز اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ خدا نے حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوا کر اُن عورتوں کے چنگل سے چھڑوا لیا۔

*...... (تفہیم القرآن)

بلا بھی نعمت ہو جاتی ہے

اس سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ جس بلا کو ہم بلا سمجھتے ہیں وہی بلا ہمارے چھٹکارے کا سبب بن جاتی ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ "مومن پر بلائیں اس لیے بھی آتی ہیں تاکہ اس کے گناہوں کی سزا بن جائیں، تاکہ دنیا کی چھوٹی سزا کے ذریعے سے اُس کو آخرت کی دائمی اور سخت ترین سزاؤں سے نجات مل جائے۔" (الحدیث)

حضرت یوسفؑ کو قید کیوں کیا ؟

شاہ عبد القادر صاحب نے لکھا: "اگرچہ نشان سب دیکھ چکے کہ گناہ عورت کا ہے، پھر بھی یوسفؑ کو قید کیا تاکہ بدنامی لوگوں میں عورت کی نہ ہو۔ یا اس واسطے قید کیا کہ یوسفؑ زلیخا کی نظروں سے دور رہیں۔"

*...... (موضح القرآن)

★ ممکن ہے اس لیے قید کیا ہو تاکہ لوگوں میں جو یوسفؑ زلیخا کے قصے چرچے ہو رہے ہوں وہ

www.drhasanrizvi.com

کسی طرح بند ہوں۔
*..... (جلالین)

★ خدا کا فرمانا کہ: "یوسفؑ کے پالنے والے مالک نے یوسفؑ کی دعا قبول کر لی"۔
یعنی: خدا نے حضرت یوسفؑ کو عصمت کے مقام بلند سے ذرّہ برابر بھی مٹنے نہ دیا۔ یہ دعاء کی قبولیت کی بھی انتہا ہے اور عصمتِ یوسفؑ کا بھی کمال ہے۔ *..... (مولف)

اصل بڑائی خدا کے لیے ہے

آخر میں خدا کا فرمانا کہ" وہ خدا ہی ہے جو سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے"۔ اِس طرح قرآن اصل بڑائی کو خدا کی جانب منسوب کرتا رہتا ہے۔
*..... (ماجدی)

★ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "میری اُمت کی افضل عبادت یہ ہے کہ خوشی کشادگی کا انتظار کریں"
*..... (تفسیر روح البیان، تحف العقول) *..... (الحدیث)

انبیاء کا طریقہ

جب حضرت یوسفؑ پر مصیبت پڑی تو اُنھوں نے خدا سے رجوع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءؑ پریشانیوں میں خدا سے فریاد کرتے ہیں۔ اُسی سے ہر شر سے بچنے کی دعاء کرتے ہیں کیونکہ اُن کو معلوم ہے کہ ہر خیر و شر خدا ہی کے قبضے میں ہے۔
*..... (تفسیر روح البیان)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ:
جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "جب حضرت یوسفؑ قید خانے میں تھے تو جبرئیلِ امین آئے اور فرمایا کہ "اے یوسفؑ! آپ ہر نماز کے بعد یہ دعاء پڑھ لیا کریں":

کشادگی کیلئے دعاءِ یوسفؑ

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا وَّ ارْزُقْنِیْ مِنْ حَیْثُ اَحْتَسِبُ وَ مِنْ حَیْثُ لَا اَحْتَسِبُ *" یعنی: "اے اللہ! میرے لیے خوشی اور اِس بلاء سے نکلنے کا راستہ بتا دے اور مجھے وہاں سے بھی رزق دے جہاں سے مجھے توقع ہے، اور وہاں سے بھی عطا فرمایا جہاں سے مجھے کوئی توقع ہی نہیں"۔
*..... (تفسیر صافی صـ۲۴۷ بحوالہ کافی)

www.drhasanrizvi.com

★ اور آخر میں حضرت یوسفؑ کا یہ فرمانا: "اے خدا! اگر تو نے مجھ سے ان عورتوں کی چالاکی کو دور نہ کیا تو میں اُن کی طرف جھک کر جاہلوں میں شامل ہو جاؤں گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جو عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو وہ جاہل کے برابر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ عقلمند اور عالم بُرے اعمال کا ارتکاب نہیں کرتا۔ گناہ کا ارتکاب خود سب سے بڑی جہالت ہے۔

★..... (تفسیر روح البیان)

؎ پھرتی ہیں جہالتیں نہ معلوم کتنی
کاندھوں پہ عبائے علم و حکمت ڈالے

★ عرفا نے نتیجہ نکالا کہ: نفس کی شرارتوں سے بچنا سخت مشکل ہے۔ ہاں اللہ کی توفیق اور مدد ہی سے یہ ممکن ہے کہ انسان نفس کی شرارتوں سے خود کو بچا سکے۔ اسی لیے حضرت یوسفؑ نے خدا سے مدد مانگی۔ اس لیے خدا کو تلاش کرتے ہوئے بھی خدا ہی سے مدد مانگنی چاہیئے کیونکہ یہ کام نفس کی شرارتوں سے بچنے سے بھی کہیں زیادہ مشکل ہے۔

★..... (بقول ابوترابی نجشیؒ)

بقول حافظ ؎ دام سخت است مگر لطفِ خدا یار شود
ورنہ آدمؑ نبرد صرفہ ز شیطانِ رجیم

یعنی: شیطان کے مکر و فریب کا پھندہ بہت سخت ہوتا ہے۔ اللہ ہی کی مہربانی درکار ہے۔
ورنہ شیطانِ مردود سے تو حضرت آدمؑ تک اپنا سامان نہ بچا سکے۔

★ مروی ہے کہ شام ہوئی تو تمام مدعوہ عورتوں کی جانب سے حضرت یوسفؑ کو پیغامات پہنچے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر عورت نے زلیخا کی سفارش کی۔ بہر کیف حضرت یوسفؑ نے عصمت کا وقار اسی میں سمجھا اور اپنے لیے قید کی دعا مانگی جو مقبول ہوئی۔ ★..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ (۳۵) پھر خدا کی قدرت کی نشانیاں
مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ دیکھ لینے کے بعد بھی اُن (لوگوں) کو ع ۱۴/۱۲
حَتّٰى حِيْنٍ ۝ ۳۵ یہ سوجھی کہ ایک مدت کیلئے لازمی
طور پر یوسفؑ کو قید میں رکھیں

حضرت یوسفؑ کی اخلاقی فتح

(۱) حضرت یوسفؑ کا قید میں ڈالا جانا حقیقت میں حضرت یوسفؑ کی اخلاقی فتح تھی۔ اور مصر کے تمام امراء اور حکام کی شکست تھی۔ سب سمجھ گئے کہ حاکمِ مصر نے اپنی خیریت اِسی میں سمجھی کہ یوسفؑ کو قید کر دیا جائے، تاکہ اس کی بیوی کو بدنامی سے بچا لیا جائے۔

(۲) قید میں جانے کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مصر کا ہر بڑا گھر حضرت یوسفؑ کی شان اور عظمت کو پہچان گیا۔ لوگ جان گئے کہ یہ نوجوان کتنے عظمتِ کردار اور پاکیزہ اخلاق کا مالک ہے۔ کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ حضرت یوسفؑ کسی جرم کی وجہ سے قید میں نہیں بھیجے گئے بلکہ اِس لیے قید کیے گئے ہیں تاکہ مصر کے اُمراء اپنی عورتوں کو قابو میں رکھ سکیں۔ (کیونکہ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر زلیخا کی طرح وہ بھی بے قابو اور آپے سے باہر ہو چکی تھیں۔)

جابر بادشاہوں کی بدمعاشیاں

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انصاف کے مطابق کسی کو عدالت میں مجرم ثابت کرنے سے پہلے اپنے دشمن کو یونہی جیل میں ڈلوا دینا، یا عدالت کے باہر پولیس مقابلے میں اس کو قتل کرا دینا بے ایمان حکمرانوں کی پرانی عادت ہے۔ جمہوریت کا نام لے کر وہ آمریت کا کھیل آج بھی کھیلتے ہیں۔ *.... (تفہیم القرآن) : بقول اقبالؔ ؂

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب ⁂ تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری
*.... (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

★ ایک عبرانی غلام کے ہاتھوں مصری امیر زادی کی اسقدر بدنامی ہوچکی تھی، اس لیے انتظاماً حکامِ جَور نے ضروری سمجھا کہ ایک مدت تک کے لیے یوسفؑ کو جو غلام تھے، عام نگاہوں سے دور رکھا جائے تاکہ یوسفؑ زلیخا کا قصّہ لوگ بھول جائیں۔ یہ بات یا تو خود عزیزِ مصر کو سوجھی یا عورتوں کو سوجھی یا عزیزِ مصر کے مشیروں نے ایسا سوچا ہوگا۔

(معالم، روح المعانی) ...★

★ لیکن حضرت یوسفؑ کو قید کرانے کی دھمکی تو خود زلیخا نے دی تھی جیسا کہ گذشتہ آیت میں ہے کہ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَآ ءَامُرُهُۥ لَيُسْجَنَنَّ ... (اور اگر میری خواہش کے لیے میرا حکم نہ مانے گا تو ضرور قید کیا جائے گا...)

★ توریت میں ہے: "اور یوسفؑ کے آقا نے یوسفؑ کو پکڑا اور ایک جگہ جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے، قید میں ڈالا۔"

(پیدائش ۳۹ : ۲۰)

ائمہ برحق کو کیوں قید میں رکھا گیا؟ یاد رہے کہ ائمۂ اہلِ بیتِ رسولؐ کو جابر و ظالم خلفاء نے اپنی قید میں اس لیے رکھا تاکہ (۱) اُن کی عظمتِ علم و کردار لوگوں میں نمایاں نہ ہوسکے۔ اور (۲) لوگ اُن بزرگوں کے سایہ تلے دین کی حقیقی تربیت میں پروان نہ چڑھ سکیں ورنہ اُن ظاہری خلفاء کی پول بھی ظاہر ہوجائے گی۔

(۳) دین کی روح عام نہ ہوسکے۔ (۴) ظلم کے خلاف تحریک نہ چل سکے۔

(۵) علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ نشر نہ ہوسکیں۔ (یزید نے اسی بنیاد پر اہلِ بیتِ رسولؐ کو دمشق کے قید خانے سے آزاد کرنے کا حکم دیا، کیونکہ دمشق کے عوام میں اُس کے اِس ظلم کے خلاف ابتری پیدا ہوچکی تھی، اور احتجاج کا عَلم بلند ہوچکا تھا۔) ★.... (مؤلف)

سہ انسان اِس طرح اُتر آئے عناد پر ؛ لعنت خدا کی حشر تک ابنِ زیاد پر

www.drhasanrizvi.com

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ (۳۶) قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ۳۶

قید خانے میں اُن کے ساتھ دو جوان بھی داخل ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ "(میں نے خواب) دیکھا کہ میں انگور کا رس نچوڑ رہا ہوں"۔ اور دوسرے نے کہا: "میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اُٹھائے ہوئے ہوں۔ جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ ہمیں اِس کی تعبیر بتائیے۔ (کیونکہ) ہم آپ کو نیک آدمی دیکھتے ہیں۔"

خدا نے حضرت یوسفؑ کو علمِ تعبیرِ خواب عطا فرمایا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"جب بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو قید کرنے کا حکم دیا تو خدا نے اُنھیں خوابوں کی تعبیر کا علم بذریعۂ وحی سکھا دیا۔ اسی لیے حضرت یوسفؑ قیدیوں سے خوابوں کی تعبیر بیان کیا کرتے تھے۔

جس دن حضرت یوسفؑ قید خانے میں ڈالے گئے اُسی دن دو نوجوان بھی قید خانے میں ڈالے گئے اُن ہی دونوں نے خواب دیکھا اور اُس کی تعبیر حضرت یوسفؑ سے پوچھی۔

...... (تفسیر صافی صـ۲۴۸ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حضرت یوسفؑ قیدیوں کی نظر میں

اس آیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ قید خانے میں کس نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ قیدیوں کا کہنا کہ: "ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں" بتاتا ہے کہ معمولی قیدی تک جانتے تھے کہ یہ شخص مجرم نہیں ہے۔ اس سے زیادہ

www.drhasanrizvi.com

انسان پورے ملک میں نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ بائیبل میں ہے کہ:

"قیدخانے کے داروغہ نے سب قیدیوں کو یوسفؑ کو سونپا۔ سب لوگ یوسفؑ کے حکم سے سب کچھ کرتے تھے۔ اور قیدخانے کا داروغہ سب کاموں کی طرف جو اُس کے ہاتھ میں تھے، بے فکر تھا۔"

*..... (تفہیم القرآن)

*..... (پیدائش ۳۹، ۲۲، ۲۳)

قرآن مجید کا اندازِ بیان یہ ہے کہ وہ اکثر درمیان کی کڑیاں سُننے والوں کی عقل و فہم پر چھوڑ دیا کرتا ہے۔ اِسی طرح اِس جگہ درمیان کی کڑی یہ ہے کہ عزیزِ مصر نے حضرت یوسفؑ کو قید کر دیا۔

*..... (تفسیر تبیان)

"مُحْسِنِیْنَ" یعنی نیک آدمی۔ لیکن اِس کے یہاں پر ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ خواب کی تعبیر بتانے کے ماہر ہیں۔

*..... (تفسیر تبیان بقول حضرت علیؑ)

نوٹ!..... اِن دو قیدیوں میں سے جو قیدخانے میں آئے، ایک بادشاہ کا ساقی تھا، دوسرا بادشاہ کی روٹیاں پکاتا تھا۔ دونوں پر یہ الزام تھا کہ انھوں نے بادشاہ کو زہر دینا چاہا تھا۔

محسن کی تین نشانیاں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "محسن کی تین نشانیاں ہوتی ہیں۔ (۱) اگر ساتھی کے لیے جگہ تنگ ہو تو اُس کے لیے جگہ کشادہ کردے اور اُسے محفل میں بیٹھنے کی جگہ دے۔ (۲) اگر ساتھی محتاج ہو تو اُس کی مدد کرے۔ (۳) اگر بیمار ہو تو اُس کی تیمارداری کرے۔"

*..... (تفسیر مجمع البیان)

* کچھ لوگوں نے کہا کہ: مظلوموں کی مدد کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا بھی محسن کی نشانیاں ہیں۔

*..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ ۳۷

(۳۷) یوسفؑ نے کہا "تم دونوں تک تمہارا وہ کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے، نہیں آئیگا کہ میں تمہیں اس کا انجام یا ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ علم اُن علوم میں سے ہے جو میرے پالنے والے مالک نے مجھے عطا کیے ہیں۔ (اصل بات یہ ہے کہ) میں نے اُن لوگوں کا طریقہ زندگی چھوڑ دیا جو خدا کو نہیں مانتے اور آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔

قید میں پیغامِ توحید سنانا اور وقت کا بہترین استعمال

حضرت یوسفؑ نے چاہا کہ قیدیوں کو اُن کے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے توحید کے پیغام کی طرف دعوت دیں۔ جیسا کہ انبیاءؑ کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ ہدایت اور نیکی کی طرف پہلے دعوت دیتے ہیں۔ یعنی وہ سب سے پہلے خدا کا کام کرتے ہیں پھر بندوں کا کام کرتے ہیں۔

★---- (تفسیر صافی ص ۲۴۸)

★ کیونکہ حضرت یوسفؑ نے محسوس فرمایا ہوگا کہ اس وقت یہ لوگ مجھ سے خواب کی تعبیر جاننا چاہتے ہیں اس لیے اس وقت میں جو کچھ کہوں گا اُسے یہ غور سے سُنیں گے۔ اس لیے حضرت یوسفؑ نے اُس وقت کا بہترین استعمال یہی سمجھا کہ اُن کو ابدی حقائق کی تعلیم دی جائے۔

★---- (مؤلف)

★ حضرت یوسفؑ کے اپنے علم کی تعریف کا مطلب (معاذ اللہ) خود اپنی تعریف کرنا نہ تھا، بلکہ آپ نے موعظہ کی تاثیر کو بڑھانا مقصود تھا تاکہ آئندہ جو وہ بات کہنے والے ہیں وہ دلوں پر خوب اثر کر سکے۔

★---- (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

حضرت یوسفؑ نے قیدیوں کا خواب سُن کر فرمایا: "ابھی تمہارا کھانا آنے بھی نہ پائیگا کہ میں تمہیں تمہارے خواب کے معنی بتا دوں گا۔" بس ذرا دم لو۔ اِسی درمیان آپ کو تبلیغِ دین کا موقع ہاتھ آگیا۔ پھر حضرت یوسفؑ نے یہ فرما کر کہ: "میرا علم اُن علوم میں سے ہے جو میرے پالنے والے مالک نے مجھے عطا کیے ہیں۔" یہ بتلادیا کہ میرا علم نجومیوں، جادوگروں، جوتشیوں جیسا نہیں جو اٹکل پچّو ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں۔ "ذٰلِکَ" یعنی "یہ" کا لفظ اپنے علم کی منزلت کی طرف اشارہ تھا۔

*.... (بیضاوی، روح المعانی)

نتائج

فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ (۱) اگر کوئی عالمِ دین اپنے کمالات اور خصوصیات اِس نیت سے بیان کرے تاکہ لوگ اُس کے علم سے فائدہ اُٹھائیں تو یہ جائز ہے۔

*.... (جصّاص)

عربی ادب میں ترک کرنے کے معنی

(۲) آیت کے آخری الفاظ سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ مصری لوگ توحید اور آخرت دونوں کے منکر تھے۔ اور حضرت یوسفؑ کا یہ فرمانا کہ "تَرَکْتُ" یعنی میں نے ان لوگوں کا طریقۂ زندگی چھوڑ کر، جو خدا کو نہیں مانتے، اپنے باپ دادا ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کے طریقۂ زندگی کی پیروی اختیار کرلی ہے" تو اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ (معاذ اللہ) حضرت یوسفؑ پہلے دینِ شرک پر تھے۔ "تَرَکَ" کے معنی "عدمِ اختیار" کے بھی ہیں۔ اِس لفظ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ انسان پہلے شرک میں پڑ چکا ہو۔

*.... (تفسیر کبیر۔ روح المعانی)

حضرت یوسفؑ کا مطلب یہ تھا کہ اب تک تم لوگ مجھ کو اپنا ہم مذہب، ہم مشرب سمجھ رہے تھے کیونکہ اِس سے پہلے حضرت یوسفؑ نے کبھی کھُل کر اپنے عقائد کا اظہار نہیں فرمایا تھا، آج پہلی مرتبہ علانیہ توحید کی تبلیغ فرمائی تھی اِس لیے اپنے مخاطبین کے خیال کے مطابق اپنے سابق دین سے نکل رہے تھے۔

*.... (ماجدی)

نوٹ (۱) "ھُمْ" کی تکرار تاکید کے لیے ہے۔

(۲) اور یاد رہے کہ عقیدۂ آخرت کے اہلِ مصر خاص طور پر منکر تھے۔
*۔۔۔۔ (تفسیر کبیر)

(۳) توراۃ کا بیان ان تمام مطالبِ عالیہ سے خالی ہے۔
*۔۔۔۔ (مؤلف)

تیسرا نتیجہ حضرت یوسفؑ کا یہ فرمانا کہ "میں نے اُن لوگوں کا طریقۂ زندگی چھوڑ کر، جو خدا کو نہیں مانتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "اپنے باپ دادا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے طریقۂ زندگی کی پیروی اختیار کرلی ہے"۔ اِس سے عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ:
"جب قلب اور نفس ہوا و ہوس کو ترک کردیتا ہے کیونکہ نفس بھی ربوبیّت کا دعویدار ہے۔ اور خدا نے خود فرمایا ہے: "کیا تونے نہیں دیکھا کہ جسے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے" (اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ) تو جب انسان نفس کی خواہشات کو زیر کرلیتا ہے تب خدا اُسے خاص علم سے نوازتا ہے۔
*۔۔۔۔ ("تاویلاتِ نجمیہ")

چوتھا نتیجہ جاہلوں میں اپنا علم اِس لیئے ظاہر کرنا تاکہ لوگ اُس سے فائدہ اُٹھائیں، جائز ہی نہیں بلکہ انبیاءؑ کی سنّت بھی ہے۔ ہاں دوسروں پر بڑائی جتانے یا دنیوی برتری حاصل کرنے کے لیے اپنے علم کو ظاہر کرنا ناجائز ہے۔
*۔۔۔۔ (روح المعانی)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "خدا اہلِ علم سے علم کے متعلق اِسی طرح سوال اور حساب کریگا جس طرح مال سے متعلق سوال کرے گا"۔
*۔۔۔۔ (الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ (۳۸) اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیمؑ واسحاقؑ
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ ویعقوبؑ کے طریقہ زندگی کی پیروی
مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ اختیار کرلی ہے (کیونکہ) ہمیں یہ
مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ زیب نہیں دیتا کہ اللہ کے ساتھ کسی
اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَ اور کو شریک ٹھہرائیں ۔ یہ ہم پر اور تمام
لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ۳۸ لوگوں پر اللہ کا فضل و کرم ہے
(کہ اُس نے ہمیں ہدایت فرمائی) مگر زیادہ تر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ۔

حضرت یوسفؑ کی انوکھی عظیم شرافت

حضرت یوسفؑ نے پہلے تو خواب کی تعبیر پوچھنے والے قیدیوں کو اطمینان دلادیا کہ وہ اتنا علم رکھتے ہیں کہ اُن کے خوابوں کی تعبیر بتاسکتے ہیں۔ پھر دین کی تبلیغ فرمائی تاکہ وہ لوگ ذوق و شوق سے اُن کی علمی باتوں کو سنیں اور اُس پر کھلے دل سے غور کرسکیں ۔ لیکن بعض مفسرین کا خیال یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ چاہتے تھے کہ خواب کی تعبیر کو ٹال دیں اور اپنی تبلیغ میں اُن کو لگادیں ۔ اُن کا خیال ہے کہ حضرت یوسفؑ ٹالنے کے لیے یہ سب کچھ تقریر فرمارہے تھے اور خواب کی تعبیر بتانا نہیں چاہتے تھے (اِس لیے کہ اس میں ایک آدمی کی زندگی کے جانے کی خبر دینی تھی) مگر بعد میں وہ قیدی ہاتھ دھو کر حضرت یوسفؑ کے پیچھے پڑ گئے تو مجبوراً انھوں نے خواب کی تعبیر بتادی۔

٭ .... (تفسیر تبیان بقول ابن جریج ' فصل الخطاب)

٭ اصل میں حضرت یوسفؑ نے خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے اپنے باپ 'دادا' پردادا 'جو توحید کے عظیم اور مشہور داعی تھے ' کے حوالے سے سامعین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے اپنا تعارف کرایا ' تاکہ اُن کی تبلیغ کا خاطر خواہ اثر ہوسکے ۔

٭ .... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

يٰصَاحِبَىِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ ۳۹

(۳۹) اے دونوں قیدیو! کیا بہت سے الگ الگ خدا اچھے ہیں یا ایک اکیلا اللہ جو سب پر غالب ہے۔؟

حضرت یوسفؑ کا خوبصورت استدلال

حضرت یوسفؑ کا خطاب اُن مشرکوں سے تھا جنھوں نے زندگی کے ہر شعبے میں اپنے لیے الگ الگ دیوی، دیوتا بنا رکھے تھے حضرت یوسفؑ اُن سے فرما رہے ہیں کہ" کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ایک زبردست عظیم خدا کی اطاعت اور بندگی کرنا بہتر ہے یا اتنے کچھ دیوی دیوتاؤں کی بندگی کرنا بہتر ہے ؟

*..... (ماجدی)

؎ یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

*..... (اقبال)

" قَهَّار " کے معنی جو سب پر غالب ہو اور کوئی اُس پر غالب نہ ہو سکے۔

*..... (روح المعانی)

وحدۃ الوجود

ساری کائنات میں اصل حقیقت صرف خدا کی ذات ہے، باقی تمام کائنات ظِلّ (سایہ) ہے جو جلد زائل ہو جانے والا ہے۔ عاقل وہ ہے جو سائے کو چھوڑ کر خالق (اصل حقیقت) کا متلاشی ہو اور اُس کی تلاش کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے دین کے احکام کی پابندی کریں اور سب سے بڑی پابندی یہ ہے کہ شرکِ جلی اور شرکِ خفی سے بچیں یعنی خالص اللہ کی اطاعت کو زندگی کا مقصد اور حاصل بنالیں۔ یہی اخلاص ہے اور یہی غلام کو مولیٰ بنا دیتا ہے۔

ایک کامل عورت نے اکابرین سے پوچھا کہ "سخاوت کیا ہے"؟ فرمایا: "خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا"۔ پوچھا: "خواص کی سخاوت کیا ہے"؟ فرمایا: "تمام طاقت اور صلاحیتوں کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنا۔ وہ بھی ایسی اطاعت جس کا مقصد صرف خدا کو راضی کرنا ہو ایسی عبادت سے بندہ کو خدا کا قرب و وصال نصیب ہوتا ہے اسی لئے وہ ہر تصرف کا مالک ہوتا ہے اور غیب کی خبر باذنِ خدا دیتا ہے جیسے حضرت یوسفؑ نے غیب کی خبریں سنائیں۔ یہی مقامِ ولایت ہے۔ (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰

(۴۰) اُس (اللہ) کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ تو صرف کچھ ایسے (بے حقیقت) نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (از خود) رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے تو اُن کے لیے کوئی سند یا کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ نہیں ہے کوئی حکومت کا مالک مگر اللہ۔ اُسی کا یہ حکم ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی بالکل سیدھا طریقۂ زندگی ہے۔ مگر اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

انبیاءؑ کا طریقۂ زندگی

یہ پہلا موقع ہے کہ حضرت یوسفؑ دین کی تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ہر نبیؑ پہلے اپنے کردار کو سنواتا ہے پھر دین کی تبلیغ فرماتا ہے۔ یعنی پہلے اپنے کردار کا کلمہ پڑھواتا ہے، پھر اپنی نبوّت کا کلمہ پڑھواتا ہے۔

* ..... (مؤلف)

انبیاءِ کرام کی شرافت اور حکمت

حضرت یوسفؑ کی عظمت ملاحظہ فرمائیں کہ اُنھوں نے کسی موقع پر اپنے باپ دادا کا نام لے کر اپنے کو بُرے حالات سے نکالنے کی کوشش نہیں کی شاید وہ خود بھی سمجھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو کام اُن سے لینا چاہتا ہے اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُن حالات سے گذریں۔ اب موقع پاتے ہی حضرت یوسفؑ نے سب سے پہلی بات تو یہ بتائی کہ میں کوئی نرالا نیا دین نہیں پیش کر رہا ہوں۔ میرا تعلق دعوتِ توحید کی اُس عالمگیر تحریک سے ہے جس کے امام ابراہیمؑ اور اسحاقؑ جیسی عظیم شخصیتیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ ہر نبیؑ سب سے پہلے یہ بات بتاتا ہے کہ میرا پیغام کوئی نیا، انوکھا، نرالا پیغام

www.drhasanrizvi.com

نہیں۔ میں اُسی حقیقت کی طرف بلا رہا ہوں جس کی طرف تمام داعیانِ حق بلاتے آئے ہیں۔

حقیقتِ اَبدی ہے مقامِ شبیریؑ
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی (اقبال)

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دین کے پیغام پہنچانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

حضرت یوسفؑ چھوٹتے ہی دین کا فلسفہ پیش کرنا شروع نہیں کر دیتے، بلکہ پہلے دین کے اُس نقطۂ آغاز کو پیش کرتے ہیں جہاں سے اہلِ حق کا راستہ اہلِ باطل سے الگ ہوتا ہے۔ یعنی توحید اور شرک کا فرق۔ پھر اِس فرق کو اتنے واضح الفاظ اور انداز میں پیش کرتے ہیں کہ نوکر پیشہ غلام تک کے دل و دماغ میں وہ بات اتر جاتی ہے۔ وہ غلام بھی سمجھ جاتے ہیں کہ ایک آقا کا غلام ہونا بہت سے آقاؤں کے غلام ہونے سے کہیں بہتر ہے۔ (اِس کو کلام کی فصاحت اور بلاغت کہتے ہیں۔)

پھر حضرت یوسفؑ یہ بھی نہیں کہتے کہ اپنا دین چھوڑو اور میرے دین میں آجاؤ، بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ "دیکھو خدا کا یہ کتنا بڑا فضل و کرم ہے کہ اُس نے ہم کو اپنے سوا کسی کا غلام نہیں بنایا۔ مگر لوگ اِس بات کا شکریہ ادا نہیں کرتے"۔ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے رب بناتے ہیں پھر اُن ہی کی بندگی کرتے ہیں۔ تم جن کو داتا اور اَن داتا کہہ رہے ہو یہ صرف خالی خولی کے نام ہیں۔ ان کے پیچھے کوئی حقیقی ذات یا خدا موجود نہیں۔ اصل مالک صرف اللہ ہے جسے تم کائنات کا خالق سمجھتے ہو۔ ساری فرماں روائی صرف اُسی خدا کے لیے ہے۔

* ..... (تفہیم القرآن)

انبیاءِ کرامؑ کی معرفت

نیز حضرت یوسفؑ کے اس واقعے سے نبوّت کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے قید خانے کے وہ آٹھ دس سال کس طرح گزارے ہوں گے جو شخص صرف خواب کی تعبیر پوچھنے پر اپنے جوشِ تبلیغ سے کام لے کر دین کے پیغام کو پہنچا دیتا ہے،

www.drhasanrizvi.com

کیا وہ آٹھ دس سال ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا ہوگا؟ نبی یا ولی ہر حال میں دین کی تبلیغ کا کام انجام دیتا ہے۔ (تفہیم) (ائمۂ اہلِ بیتؑ میں سے بہت سوں کی عمریں قید خانوں میں گذریں مگر انھوں نے وہاں بھی دین کی ایسی تبلیغ کی کہ بار بار قید خانوں کے داروغہ تک اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آتے، اور اُن کے کردار کا کلمہ پڑھنے لگے۔ خاص کر حضرت امام موسیٰ کاظمؑ، امام زین العابدینؑ، حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کی مثالیں موجود ہیں۔)

شکر کا انوکھا اور اعلیٰ ترین طریقہ

شکر کی حقیقت سمجھنی ہو تو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا وہ جملہ کتنا عجیب ہے کہ جب آپؑ ایک بہت طویل عرصے کے لیے مدینہ سے گرفتار کر کے بغداد کے قید خانے میں لائے گئے تو آپؑ نے قید خانے میں داخل ہوتے ہوئے پہلا جملہ خدا سے یہ عرض کیا: "خداوندا! تیرا شکر ہے کہ میں عرصۂ دراز سے دعا کرتا تھا کہ مجھے گوشۂ عافیت عطا فرما تاکہ میں یکسوئی سے تیرا ذکر و فکر اور عبادت کرسکوں۔ یہ تیری بڑی مہربانی ہے کہ تو نے مجھے قیدِ تنہائی کا یہ گوشہ اپنی یاد کے لیے عطا فرمادیا۔"

کیا اس سے بہتر کوئی شکرِ خدا کی مثال مل سکتی ہے؟ طویل قیدِ تنہائی جیسی مصیبت پر یہ مظلوم و معصوم انسان خدا کا شکر ادا کر رہا ہے، اس سے بڑھ کر بندگی کی معراج اور کیا ہوسکتی ہے؟

مولیٰ پہ انتہائے اسیری گذر گئی
زندان میں جوانی و پیری گذر گئی

(مؤلف) ....

آیت کا پیغام

آیت کا پیغام یہ ہے کہ تمھارے اِن گھڑے ہوئے خداؤں کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اِن کا تو کوئی خارجی وجود تک نہیں۔ یہ تو صرف چند گھڑے ہوئے نام ہیں اور بس۔ اِن کی کوئی حقیقت نہیں۔ نام جتنے چاہو گھڑ لو، اِن کی خدائی کا کوئی ادنیٰ سا بھی ثبوت ہو تو لاکر دکھاؤ۔

www.drhasanrizvi.com

تم تو صرف اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کر رہے ہو۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: شرک پر کوئی عقلی و نقلی دلیل نہیں ہو سکتی۔

آیت کا آخری مطالبہ یہ ہے کہ تم جو توحید پر دلیل مانگتے ہو ۔۔۔۔ تو ہم بہت سی دلیلیں دے چکے۔ اب تم شرک پر ایک ادنیٰ سی دلیل لا کر دکھاؤ۔

٭ ۔۔۔۔ (جلالین)

خدا کا فرمانا کہ: "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" یعنی حکومت صرف اللہ ہی کا حق ہے"۔

یعنی پوری کائنات پر حکمِ تکوینی صرف خدا کا چل رہا ہے۔ ہوا، پانی، آگ، بادل، موت، حیات، رزق، بیماری، صحت، دولت، عزت، قوت، آخر کون سی چیز ہے جو تمہارے دیوی دیوتا کے حکم یا اختیار سے چل رہے ہیں؟ اس کا کوئی ادنیٰ سا ثبوت ہی پیش کرو۔ اس لیے حکمِ تکوینی کے ساتھ ساتھ حکمِ تشریعی بھی صرف خدا کا حق ہے۔ حکمِ تشریعی بھی کسی دیوی دیوتا کا نہیں چل سکتا۔

اس تفسیر کو سمجھا جائے تو خارجیوں کا استدلال بالکل باطل قرار پاتا ہے۔

دینِ توحید سب سے قدیم دین ہے

اور خدا کا فرمانا کہ: "ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ" "یہی دینِ مستقیم ہے"۔

یعنی ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ یعنی شرک کی ملاوٹ بعد میں ہوئی۔ جدید مفکرین کی یہ رائے غلط ہے کہ انسان رفتہ رفتہ ترقی کر کے شرک سے توحید کی طرف پہنچا ہے۔

بیسویں صدی کے اہلِ سائنس کی کھدائی کے ذریعے جو معلومات مل رہی ہیں اُن کی وجہ سے وہ قائل ہو چکے ہیں کہ انسانیت کا قدیم ترین مذہب دینِ توحید ہے

٭ ۔۔۔۔۔ (ماجدی)

دینِ توحید اللہ کا دین ہے، یہ ڈاروِن کی تھیوری نہیں ہے کہ انسان ابتدا میں بندر تھا ترقی کر کے دُم غائب ہو گئی اور آہستہ آہستہ (رفتہ رفتہ) بندر سے آدمی بن گیا۔

www.drhasanrizvi.com

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ (۴۱) اے دونوں قیدیو! تم دونوں میں سے
اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ایک تو اپنے مالک (شاہِ مصر) کو شراب
وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ پلائے گا اور دوسرے کو پھانسی دی جائے
فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ گی، اور پرندے اُس کے سر میں سے
قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ ۴۱ (نوچ نوچ کر) کھائیں گے۔ یہ بات طے
ہو چکی ہے جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے پہلے شخص سے فرمایا کہ "تو عنقریب قید خانے سے نکلے گا" اور جس عہدے پر (پہلے مامور) تھا، یعنی پانی یا شراب پلانے کا داروغہ، اُسی عہدے پر چلا جائے گا۔ اور بادشاہ کی نظروں میں تیری عزّت بڑھ جائے گی۔

جھوٹ بولنے اور نبیؑ سے مذاق کرنے کا انجام

لیکن دوسرے قیدی نے خواب ہی نہیں دیکھا تھا، صرف (نبیِ خدا کا مذاق اُڑانے کے لیے) جھوٹ بولا تھا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ "بادشاہ تیرے قتل کا حکم دے گا۔ تجھے صلیب پر چڑھایا جائے گا اور پرندے تیرا مغز (نوچ نوچ کر) کھائیں گے" یہ تعبیر سُن کر اُس نے کہا کہ میں نے تو کوئی خواب دیکھا ہی نہیں (میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا) اِس پر حضرت یوسفؑ نے فرمایا: "اب خواہ تو نے سچ کہا ہو یا جھوٹ۔ میں نے جو کچھ کہدیا وہ تو ٹلنے والا نہیں"۔

٭ ... (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۸ بحوالہ تفسیر قمی)

اور ایسا ہی ہوا جو حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا۔ یہ انجام ہوتا ہے جھوٹ بولنے اور اولیاءِ خدا سے مذاق کرنے کا۔ ٭ ..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

؎ کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
★...... (اقبال)

انبیاءؑ و اولیاءؒ کے اختیارات

حضرت یوسفؑ نے یہ جملہ کہ "یہ بات طے ہوچکی ہے" اُس وقت فرمایا جب تعبیر سُن کر قیدیوں نے کہا کہ ہم نے ایسے کوئی خواب دیکھے ہی نہ تھے۔ ہم تو بس تمھارا امتحان لے رہے تھے۔ ★.... (جلالین)

اس پر حضرت یوسفؑ نے کہا: "اب چاہے خواب دیکھے ہوں یا نہ دیکھے ہوں، میں نے جو کہدیا ہے وہ ہوکر رہے گا۔" مگر یہ بات دل کو نہیں لگتی۔ اس لیے کہ اگر اُن قیدیوں نے واقعتاً خواب نہیں دیکھے تھے تو وہ صبر و سکون کے ساتھ حضرت یوسفؑ کا طویل خطاب کیوں سنتے رہے؟ وہ پہلے ہی مذاق اُڑا کر چلتے بنتے۔ پھر یہ بات حضرت یوسفؑ کی شان کے خلاف بھی ہے کہ وہ اُن مسخروں کے مسخرے پن کو سمجھ ہی نہ سکے اور اتنی سنجیدگی کے ساتھ اتنی طولانی تقریر فرمادی۔ البتہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دونوں قیدیوں نے خواب تو ضرور دیکھے تھے مگر تعبیر اُن کو پسند نہ آئی، اس لیے حضرت یوسفؑ کو تپانے کے لیے کہہ بیٹھے کہ ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ ★.... (فصل الخطاب)

★ بعض روایات میں ہے کہ جس کو پھانسی کی سزا ملنے کی تعبیر دی گئی تھی اُس نے کہا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا۔ ★.... (تفسیر تبیان)

★ غرض یہ آیت قیدیوں کے خواب کی تعبیر ہے۔ پہلے توحید کا وعظ تھا اب خواب کی تعبیر شروع ہوتی ہے۔ توراۃ میں ایسے بلیغ توحید کے پیغام کا کوئی ذکر نہیں۔

؎ پر وہی گر گیا کبوتر کا ∴ جس میں نامہ بندھا تھا دلبر کا

★ توراۃ میں ہے: "تب یوسفؑ بولا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تین ڈالیاں تین دن ہیں اور فرعون اب سے تین دن میں تیری روبکاری کرے گا اور تجھے تیرا منصب پھیر دے گا۔" (پیدائش: ۴۰، ۱۲)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝ ۴۲

(۴۲) پھر یوسفؑ نے اُس سے، جس کے متعلق وہ سمجھتے تھے کہ وہ نجات پانے والا ہے، کہا کہ "اپنے مالک کے سامنے میرا بھی تذکرہ کر دینا"۔ مگر شیطان نے اُسے ایسا غفلت میں ڈالا کہ وہ اپنے مالک (شاہِ مصر) سے اُن کا ذکر کرنا ہی بھول گیا اور یوسفؑ کئی سال تک قید خانے ہی میں پڑے رہے

ع ۵ ۱۵

حضرت یوسفؑ کا ترکِ اَولیٰ

حضرت یوسفؑ کے آزاد ہونے والے قیدی سے اپنی حاجت بیان کرنے کے سلسلے میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "جبرئیل حضرت یوسفؑ کے پاس آئے اور اُن سے پوچھا: تمھیں حُسن کس نے دیا؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا: "خدا نے"۔ پوچھا: "تمام بھائیوں کے مقابلے میں تم کو تمھارے باپ کا محبوب کس نے بنایا؟" فرمایا: "خدا نے"۔ پوچھا: "تمھاری جان بچانے کے لیے قافلہ کس نے بھیجا؟" فرمایا: "خدا نے"۔ پھر پوچھا: "عورتوں کے مکر و فریب سے تم کو کس نے بچایا؟" فرمایا: "خدا نے"۔ پھر کہنے لگے کہ اب تم سے تمھارا پالنے والا مالک پوچھتا ہے کہ کس بنا پر تم نے مجھے بُھلا کر جیل سے رہائی کی درخواست میری مخلوق سے کی؟ اب اِس کے بدلے میں کئی سال تک زندان میں رہنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔ اِس پر حضرت یوسفؑ بہت روئے۔ * (مجمع البیان)

* ظاہر ہے یہ عمل اگر کوئی اور کرتا تو اُس کے لیے جائز ہوتا۔ مگر نبیؑ اللہ کے لیے مخلوق سے رہائی کی درخواست کرنا مناسب نہ تھا۔ اِس لیے اِس عمل کو حضرت یوسفؑ کا (معاذ اللہ) گناہ نہیں کہہ سکتے۔ اس کو ترکِ اَولیٰ کہتے ہیں یعنی حضرت یوسفؑ جیسے انسان کیلئے شایانِ شان نہ تھا کہ مخلوق سے رہائی کی درخواست کریں۔

* ..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

★ اسی لیے روایت سے یہ ثابت کرنا قطعی غلط ہے کہ مخلوق سے مدد مانگنا حرام ہے۔
★ .... (تفسیر انوار النجف)

سب سے زیادہ گریہ کرنے والے پانچ ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "سب سے زیادہ رونے والے پانچ ہیں (۱) حضرت آدمؑ فراقِ حوّاؑ میں روئے۔ (۲) حضرت یعقوبؑ فراقِ یوسفؑ میں روئے کہ اُن کی آنکھیں سفید ہوگئیں (بینائی جاتی رہی)۔ (۳) حضرت یوسفؑ قید خانے میں (اپنے ترکِ اَولیٰ پر) اتنا روئے کہ قیدی بھی تنگ آگئے۔ (۴) حضرت فاطمہؑ اپنے والد ماجد رسول اللہؐ کی وفات پر اور لوگوں کے مظالم پر اتنا روتیں کہ اہلِ مدینہ تنگ آگئے۔ (۵) حضرت امام زین العابدینؑ ۳۵ سال تک اپنے والد ماجد حضرت امام حسینؑ پر متواتر روتے رہے۔
★ ..... (تفسیر صافی، تفسیر برہان)

ایک غلط روایت

بعض مفسرین نے لکھ دیا کہ "شیطان نے حضرت یوسفؑ کو اپنی یاد سے غافل کر دیا۔"

حقیقت یہ ہے کہ یہ تفسیر اور روایت بالکل غلط ہے۔ فَاَنْسٰهُ کی ضمیر اُس شخص کی طرف پلٹتی ہے کہ جس کے بارے میں حضرت یوسفؑ کو یہ گمان تھا کہ وہ رہائی پانے والا ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ: "شیطان نے اُسے آقا سے حضرت یوسفؑ کا ذکر کرنا بھلا دیا۔"

اِس سلسلے میں ایک حدیث بھی لکھی گئی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اگر حضرت یوسفؑ نے قیدی سے وہ بات نہ کہی ہوتی جو کہی تھی تو وہ قید خانے میں کئی سال نہ پڑے رہتے۔"

بعض طریقوں سے یہ حدیث مرفوعاً روایت کی گئی ہے اور بعض طریقوں سے مرسلاً روایت کی گئی ہے۔ بہرحال اگر کوئی عام مظلوم شخص جائز طریقوں سے اپنی رہائی کی کوشش کرتا ہے تو یہ جرم نہیں ہو سکتا۔
★ .... (تفسیر ابن کثیر۔ تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

(نوٹ) اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ شیطان نے حضرت یوسفؑ کے دل سے ذکرِ الٰہی کو تھوڑی دیر کے لیے بھلا دیا اور انھوں نے غیر اللہ سے مدد مانگی تو بھی یہ منافی عصمت نہیں (اس لیے کہ کوئی حرام کام نہ تھا۔ وسائل اور اسباب سے کام لینا شرعاً ہر فقہ کے مطابق جائز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات نبی کی شان کے مطابق نہ تھی) اس لیے زیادہ سے زیادہ اس کو ترکِ اولیٰ کہا جا سکتا ہے جو عصمت کے منافی نہیں۔

* ..... (تفسیر روح البیان)

حضرت یوسفؑ کی دعاء

پھر حضرت یوسفؑ زمین پر اپنا رخسار رکھ کر خدا سے یہ دعاء مانگتے:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ ذُنُوْبِيْ قَدْ اَخْلَقَتْ وَجْهِيْ عِنْدَكَ فَاِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِوُجُوْهِ اٰبَآءِيَ الصَّالِحِيْنَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَ يَعْقُوْبَ (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)۔ (یعنی) "اے اللہ! اگر میرے گناہوں نے میرا چہرہ تیرے سامنے جھکا دیا ہے۔ تو میں تیری طرف توجہ کرتا ہوں اپنے صالحین والدین ذوات کے واسطوں سے جو ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ ہیں۔

یہاں پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تم اس طرح دعاء کیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ ذُنُوْبِيْ قَدْ اَخْلَقَتْ وَجْهِيْ عِنْدَكَ فَاِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِوَجْهِ نَبِيِّكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَالْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ • یعنی: "اے اللہ! اگرچہ میرے گناہوں نے میرے چہرے کو تیرے سامنے جھکا اور بگاڑ دیا ہے (میں تیری جناب میں شرمندہ ہوں) پس میں تیری ہی طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبیؐ رحمت اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور تمام ائمہؑ (معصومین) علیہم السلام کے ذریعہ سے (کہ تو میرے گناہ بخش دے۔) پھر اپنی حاجات طلب کرو۔

* ..... (تفسیر برہان۔ تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۝ ۴۳

(۴۳) (ایک دن) بادشاہ نے کہا: "میں نے خواب میں سات موٹی تازی گائیں دیکھی ہیں جنھیں سات دُبلی پتلی گائیں کھائے جارہی ہیں۔ اور سات ہری بالیاں ہیں اور سات سوکھی ہوئی۔ تو اے محترم عزّت والے درباریو! مجھے میرے خواب کے بارے میں بتاؤ اگر تم خوابوں کا مطلب سمجھتے ہو۔"

خوابوں کی قسمیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباءِ طاہرینؑ سے روایت فرمائی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) مومن کے لیے خدا کی طرف سے خوشخبری۔ (۲) شیطان کی طرف سے ڈراوا۔

(۳) پریشان خیالی۔

* ... (تفسیر صافی ص ۲۴۹ بحوالہ کافی)

آج اگر کوئی بادشاہ خواب دیکھے تو کوئی پرواہ نہ کرے گا لیکن اُس وقت مصر میں جادو، ٹوٹکے، نجوم، کہانت اور خوابوں کی بڑی اہمیت تھی۔ توراۃ میں ہے کہ:

"فرعون جاگا اور دیکھا کہ وہ خواب میں تھا۔ اور یوں ہوا کہ صبح کو اُس کا جی گھبرایا۔ تب اُس نے مصر کے سارے جادوگروں اور سب دانش مندوں کو بلا بھیجا۔ اور فرعون نے اپنا خواب اُن سے کہا۔ مگر اُن میں سے کوئی فرعون (یعنی عزیزِ مصر) کے خواب کی تعبیر (مطلب) نہ بتا سکا۔ * (پیدائش ۴۱ : ۸)

وہ سب فرعون کے خواب کو پریشان خیالی سمجھے اس لئے درباریوں نے کہا یہ خواب باقاعدہ مربوط خواب نہیں ہے

* ... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِيۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِيۡنَ ○ ۴۴

(۴۴) لوگوں نے کہا: "یہ تو پریشان خواب ہیں اور ہم اس طرح کے (لایعنی) خوابوں کا مطلب نہیں جانتے۔"

وَقَالَ الَّذِىۡ نَجَا مِنۡهُمَا وَادَّكَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمۡ بِتَاۡوِيۡلِهٖ فَاَرۡسِلُوۡنِ ○ ۴۵

(۴۵) اُن دونوں قیدیوں میں سے جو بچ گیا تھا تو اُس کو اتنے لمبے عرصے کے بعد یاد آیا تو اُس نے کہا: "آپ لوگوں کو میں اِس کا مطلب بتاؤں گا۔ مجھے (قیدخانے) جانے دیجیے۔"

يُوۡسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيۡقُ اَفۡتِنَا فِىۡ سَبۡعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّسَبۡعِ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّىۡۤ اَرۡجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ○ ۴۶

(۴۶) (پھر اُس نے یوسفؑ سے کہا کہ) یوسفؑ! اے سرتاپا سچے (انسان)! مجھے اِس خواب کا مطلب تو بتاؤ کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی پتلی گائیں کھائے جارہی ہیں۔ اور سات ہی ہری بالیاں ہیں اور سات ہی سوکھی ہوئی خشک بالیاں ہیں۔ شاید کہ میں اُن لوگوں کے پاس جاؤں اور شاید کہ وہ (اِس خواب کا مطلب) جان لیں۔

انبیاءِ کرام کی عظمت و کردار

(آیت ۴۶) قرآن میں "صدیق" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی "سرتاپا سچے انسان" کے ہیں۔ یعنی جو انتہائی سچا انسان ہو۔ اِس سے

www.drhasanrizvi.com

اندازہ ہوتا ہے کہ ساتھی قیدی حضرت یوسفؑ کی پاکیزگیٔ کردار سے کتنے متاثر تھے کہ اتنے عرصے کے بعد بھی وہ قیدی حضرت یوسفؑ کو صدیق کہکر پکار رہا ہے۔

*۔۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

قیدی کا حضرت یوسفؑ سے یہ کہنا : "شاید کہ وہ جان لیں" اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں

(۱) شاید کہ وہ "خواب کی تعبیر یا خواب کا مطلب" جان لیں۔

*۔۔۔ (تفسیر تبیان ۔ جلالین)

(۲) شاید کہ بادشاہ اور اُس کے درباری آپؑ کا مرتبہ جان لیں۔

*۔۔۔۔ (تفسیر تبیان ۔ موضح القرآن)

شاید کا لفظ اِس لیے قیدی نے کہا کہ " شاید بادشاہ کے درباریوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے کہ یہی تعبیر جو آپؑ نے بتائی ہے وہی خواب کا صحیح مطلب ہے۔"

*۔۔۔۔ (فصل الخطاب)

نکتہ حضرت یوسفؑ کے مصائب و تکالیف میں مبتلا ہونے میں کئی حکمتیں تھیں :

(۱) غلام بنے تاکہ غلاموں کے آقا بن کر اُن پر رحم کریں۔

(۲) قیدی بنے تاکہ بادشاہ بن کر قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

(۳) حسد اور درد و الم جھیلا تاکہ ہر قریب و بعید، امیر و غریب سب پر مہربانی کریں۔

(۴) عزیزِ مصر کی بڑی جائیداد کا انتظام سنبھالا تاکہ ملک کا انتظام سنبھال سکیں۔

*۔۔۔ (روح البیان)

نتائج حضراتِ انبیاءِ کرامؑ اور اولیاءِ کرامؒ کی تکالیف کو سمجھنا آسان نہیں۔ یہ تکالیف خدا کی طرف سے اُن کے لیے تحائف و ہدایا ہوتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "جب خدا اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔"

پھر جب وہ بندہ صبر کرتا ہے تو خدا اُسے منتخب کر لیتا ہے اور اُس سے راضی ہو جاتا ہے

*۔۔۔۔ (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○ ۴۷

(۴۷) یوسفؑ نے کہا: "تم لوگ سات سال تک متواتر اپنی کھیتی کاٹو، اُس کو اُس کی بالیوں ہی میں رہنے دو۔ سوائے تھوڑی سی مقدار کے جسے تم کھاؤ۔

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○ ۴۸

(۴۸) پھر اُس کے بعد سات سال بہت ہی سخت آئیں گے، جو کھا جائیں گے اُس (سارے کے سارے غلّے) کو جو تم جمع کرو گے، سوائے بہت ہی کم غلّے کے جو تم نے محفوظ کر رکھا ہوگا۔

انبیاءِ کرام کا حلم، ہمدردی اور کمالِ صبر

جناب یوسفؑ کی بلندیٔ اخلاق ملاحظہ فرمائیں کہ ساقی سے اُس کی مجرمانہ غفلت پر کوئی شکایت نہ فرمائی۔ پھر پوری خوشدلی کے ساتھ بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتادی۔ پھر ساتھ ساتھ بغیر درخواست کے قحط کے زمانے میں لوگوں کو بھوک سے بچانے ترکیب بھی بتادی۔ ✦..... (ماجدی)

قیامت خیز قحط اور اُس سے بچاؤ

اِس قحط کا دنیا کی تاریخ میں خاص مقام ہے یہ قحط صرف مصر تک محدود نہ رہا بلکہ حجاز، فلسطین، بلکہ پوری دنیا میں پھیل گیا تھا۔ تورات میں ہے کہ: "ساری دنیا اِس قحط کی بلا سے بلبلا اُٹھی تھی۔ سارے ملک (والے) مصر میں یوسفؑ کے پاس کنے (غلّہ) مول لینے آئے کیونکہ سب ملکوں میں سخت کال تھا۔

✦... (پیدائش ۴۱: ۵۷)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ (۴۹) اِس کے بعد پھر ایک سال ایسا
عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ آئے گا جس میں لوگوں کے لیے بارش
فِيهِ يَعْصِرُونَ ؏ ۴۹ ہو گی اور اُس میں تو وہ پھلوں کا رس
نچوڑیں گے۔ ع ۷ ۱۲

"یَعْصِرُونَ" کے معنی "نچوڑنے" کے ہیں۔ مقصد شادابی اور سرسبزی کی کیفیت بیان کرنا ہے۔ جو قحط کے بعد رونما ہونے والی تھی۔ جب زمین شاداب ہوتی ہے تو تیل دینے والے بیج اور رس دینے والے پھل خوب خوب پیدا ہوتے ہیں۔ اور مویشی بھی چارہ اچھا ملنے کی وجہ سے خوب دودھ دیتے ہیں

قرآن اور بائیبل کا مقابلہ

قرآن میں حضرت یوسفؑ کا کردار بڑا جچا تُلا بیان ہوا ہے۔ جبکہ بائیبل کا بیان ہے کہ: "بادشاہ کے طلب کرنے پر حضرت یوسفؑ فوراً چلنے کو تیّار ہو گئے۔ حجامت بنوائی، کپڑے بدلے اور دربار میں جا حاضر ہوئے۔" تلمود نے تو اِس سے بھی گھٹیا صورتِ واقعہ پیش کی ہے کہ:

"یوسفؑ جب دربار میں آیا تو وہاں کے زر و جواہر کی چمک دمک دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ اُس کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ یوسفؑ قاعدے کے مطابق تخت کے نیچے کھڑا ہوا، اور زمین بوس ہو کر اُس نے بادشاہ کو سلامتی دی۔ اور بادشاہ نے تیسری سیڑھی تک اُتر کر اُس سے گفتگو کی۔"

اس کے مقابلے میں قرآن نے حضرت یوسفؑ کے قید سے نکلنے کے واقعے کو کس شان بان سے بیان کیا ہے۔ آپ خود بتائیں کہ کون سی تصویر پیغمبری کی شان کے مطابق ہے؟

تلمود کی غلط بیانی

تلمود کا بیان اِس لیے بھی غلط معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت یوسفؑ

www.drhasanrizvi.com

کی شخصیت بادشاہ کی نگاہ میں اتنی کم تھی تو پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ یوسفؑ سے خواب کی تعبیر سنتے ہی وہ یوسفؑ کو ساری حکومت کے اختیارات دینے پر فوراً تیار ہوگیا۔ ایک مہذب متمدّن ملک میں اتنا بڑا عہدہ جسے آج وزیرِ خزانہ کہتے ہیں، صرف اُسی وقت مل سکتا ہے جب وہ انسان اپنی اخلاقی، علمی اور ذہنی برتری کا سکّہ لوگوں پر بیٹھا چکا ہو۔

لہٰذا عقل کی رو سے بھی قرآن کا بیان زیادہ حقیقت کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔

(تفہیم القرآن) ۔۔۔۔۔*

یُغَاثُ کے معنی : یُغَاثُ کا مصدر غَیْثٌ ہے جس کے معنی بارش کے ہیں۔

(بقول ابنِ عبّاس و مجاہد) ۔۔۔۔*

* دوسرا قول یہ ہے کہ یُغَاثُ مصدرِ غَوْث کا صیغہ ہے جس کے معنی کشائش، خوشی اور فریاد رسی کے ہیں۔

(بحر۔ مدارک) ۔۔۔*

* مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے لیے فریاد رسی یا بارش ہوگی۔ لوگ پھلوں کے رس خوب نچوڑیں گے۔ لوگ کہہ کر یہ بتانا مقصود ہے کہ قحط صرف مصر ہی سے نہیں، بلکہ ساری دنیا سے ختم ہوجائے گا۔ سب علاقوں میں بارشیں ہوں گی۔

قرآن مجید ضمناً کتنی بڑی بڑی باتیں بتاجاتا ہے یہ بھی قرآن مجید کا اعجازِ بیان ہے۔

(ماجدی) ۔۔۔۔*

"عَامٌ" کے لفظ کے معنی "سَنَةٌ" کی طرح "سال" ہی کے ہیں۔ مگر دونوں کے استعمال میں فرق ہے۔ خشکی اور تنگی کے موقع پر "سَنَةٌ" (سال) بولا جاتا ہے۔ اور شادابی اور خوشحالی کے موقع پر "عَامٌ" (سال) بولا جاتا ہے۔

(امام راغب) ۔۔۔*

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۵۰

(۵۰) بادشاہ نے (جب یہ مطلب سُنا تو) کہا: "یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ۔" مگر جب بادشاہ کا بھیجا ہوا قاصد آیا تو یوسفؑ نے کہا: "اپنے مالک کے پاس واپس جا، اور اُن سے پوچھ کہ اُن عورتوں کا قصہ کیا ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ تک کاٹ ڈالے تھے۔ حقیقتاً میرا پالنے والا مالک (خدا) اُنکی چالاکی اور مکّاری کو خوب اچھی طرح سے جاننے والا ہے۔

حضرت یوسفؑ کی حکمتِ عملی، عالی ظرفی اور شرافت

آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ بادشاہ کے بُلانے پر فوراً نہ آئے اور مطالبہ کیا کہ پہلے اُن کے الزام کی تحقیق کی جائے اور اِس طرح بادشاہ کو مجبور کر دیا کہ وہ شہر کی عورتوں سے سوال کرے اور اُن کے کردار کی تحقیق کرے تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ وہ (حضرت یوسفؑ) پاکدامن انسان ہیں۔ اور ناحق قید کیے گئے ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت یوسفؑ نے عزیزِ مصر کی بیوی کا نام نہ لیا۔ یہ اُنکی انتہائی شرافت تھی کہ اپنے محسن کی بدنامی کا سبب نہ بنیں۔

..... (تفسیر صافی ص ۲۴۹)

★ حضرت یوسفؑ کا مطلب یہ تھا کہ جہاں تک میرے مالک (اللہ) کا تعلق ہے، اُسے تو میری بے گناہی کا حال خوب معلوم ہے۔ مگر تمھارے رب (بادشاہ) کو بھی میری رہائی سے پہلے

www.drhasanrizvi.com

اِس معاملے کی پوری تحقیق کر لینی چاہیے جس کی وجہ سے مجھے جیل بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ میں کسی بدنامی کا داغ لیے دنیا کے سامنے آنا نہیں چاہتا۔ مجھے قید سے نکالنا ہے تو پہلے سرِعام میری بے گناہی اور بے قصور ہونا ثابت ہونا ضروری ہے۔

پھر اِس مطالبے میں بھی حضرت یوسفؑ نے عزیزِ مصر کی بیوی کا ذکر نہیں فرمایا، صرف ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کے ذکر پر اکتفاء کی۔ یہ حضرت یوسفؑ کی انتہائی شرافت تھی کہ اُس عورت نے خواہ کتنی ہی بُرائی کیوں نہ کی ہو، مگر پھر بھی اُس کا شوہر حضرت یوسفؑ کا محسن تھا، اِس لیے آپؑ نے یہ نہ چاہا کہ اپنے محسن کے ناموس پر خود کوئی حرف لائیں۔

★۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ حضرت یوسفؑ کا قیدی سے یہ فرمانا کہ: "اپنے مالک کے پاس واپس جا اور اُس سے پوچھ کہ اُن عورتوں کا قصّہ کیا ہے؟" آپؑ کا مطلب یہ تھا کہ تو جا کر بادشاہ کو اُس قصّے کی طرف متوجّہ کر جو میرے ساتھ اُن عورتوں نے کیا تھا تاکہ بادشاہ اُس قصّے کی خود تحقیق کرے تاکہ میری بے گناہی ثابت ہو جائے۔

★۔۔۔۔ (جلالین)

★ جب ساقی نے آکر حضرت یوسفؑ کی بتائی ہوئی تعبیر بادشاہ کو بتائی تو بادشاہ خواب کی معقول تعبیر سُنکر حضرت یوسفؑ کا غائبانہ معتقد بھی ہو گیا اور اُن سے ملنے کا مشتاق بھی ہو گیا۔ یہاں "رب" کا لفظ آقائے مجازی کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تو میری بے گناہی کو جانتا ہی ہے، مگر میں چاہتا ہوں کہ مخلوق بھی جیل کے باہر آنے سے پہلے میری بے گناہی کو جان لے۔ ★۔۔۔۔ (ماجدی)

★ مرشد تھانوی نے لکھا کہ حضرت یوسفؑ نے چاہا کہ تہمت کا ازالہ ہو جائے اور مقتدا یا ہادی کو یہی مناسب ہے تاکہ اُس کی تبلیغ اور دعوتِ اِلَی الحق کامیاب ہو سکے۔

★۔۔۔۔ (مرشد تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (۵۱)

(اس پر بادشاہ نے ان عورتوں سے) پوچھا "تمہارا کیا قصہ تھا جب تم نے یوسفؑ پر ڈورے ڈالے تھے؟" تمام عورتوں نے کہا: "پاک ہے خدا۔ ہم نے تو یوسفؑ میں کوئی برائی نہیں پائی"۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا: "اب تو حقیقت ظاہر ہو ہی چکی ہے (اصل میں) میں نے یوسفؑ پر ڈورے ڈالے تھے۔ اور وہ تو واقعاً بالکل سچے لوگوں میں سے ہیں۔

مصر کی عورتوں اور زلیخا کی گواہی حضرت یوسفؑ کی صداقت

جب حضرت یوسفؑ کی فرمائش پر قیدی نے بادشاہ اور اس کے درباریوں کے سامنے حضرت یوسفؑ کا مطالبہ رکھا تو بادشاہ نے عورتوں کو بلایا اور حضرت یوسفؑ کا واقعہ پوچھا۔
...★ (تغیر تبیان)

اندازہ کیجیے کہ ان گواہیوں نے کس طرح آٹھ نو سال پہلے کے واقعات کو تازہ کردیا ہوگا، اور کس طرح حضرت یوسفؑ کی پاکیزگیٔ کردار کا سکہ عام و خاص پر بیٹھ گیا ہوگا۔ پھر جب سارے علماء و حکماء خواب کی تعبیر نہ بتا سکے تھے اور اب حضرت یوسفؑ نے بادشاہ کے خواب کی معقول تعبیر بتائی ہوگی تو حضرت یوسفؑ کے علم اور دیانت کا سب نے کلمہ پڑھا ہوگا۔ پھر جب حضرت یوسفؑ نے قید سے نکلنے سے اُس وقت تک کے لیے انکار کیا ہوگا جب تک اُن پر لگائی ہوئی تہمت صاف نہ ہوجائے، تو بادشاہ اور اُس کے مصاحب کس قدر حیران ہوئے ہوں گے! کہ یہ کتنا بلند حوصلہ انسان ہے کہ بے گناہ آٹھ دس سال قید خانے میں رہ کر بھی وہ قید سے چھوٹنے کے لئے بے تاب نہیں اور بادشاہ کے بلانے پر آنے سے انکار کر رہا ہے! بادشاہ

www.drhasanrizvi.com

سے ملاقات کے لیے اپنی شرطیں لگا رہا ہے ! اور پھر جب اُس شرط کے پورے ہونے پر حضرت یوسفؑ کا کردار نمایاں ہوا ہو گا تو سارے ملک نے حضرت یوسفؑ کی کتنی تعریف کی ہوگی۔ اِسی رُعب داب اور بھاری بھرکم کردار کی وجہ سے حضرت یوسفؑ نے بادشاہ سے ملاقات پر خزانوں کی سپردگی کا مطالبہ بے دھڑک پیش کر دیا اور بادشاہ نے اُسے فوراً قبول کر لیا۔ گویا بادشاہ اور سارے دربار نے اُن کی ذہنی اور اخلاق بلندی کو تسلیم کر لیا تھا اِسی لیے اُن کا مطالبہ فوراً مان لیا گیا۔

اگر بات صرف خواب کی تعبیر بتانے کی ہوتی تو زیادہ سے زیادہ حضرت یوسفؑ کو کچھ انعام دے دیا جاتا۔ تمام خزائنِ ارض اِن کے حوالے نہ کیے جاتے۔

* ...... (تفہیم القرآن)

★ غرض عزیز مصر نے عورتوں کو دربار میں بلوایا اور پوچھا: "کیا تم نے یوسفؑ کو اپنی طرف مائل پایا تھا ؟

* ..... (کشاف)

اُن عورتوں کا واضح جواب آیت کے اندر موجود ہے کہ:

"قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ"

یعنی: اُن ساری کی ساری عورتوں نے کہا: "پاک ہے خدا۔ ہم نے تو یوسفؑ میں کوئی بُرائی نہیں پائی"۔

اِس گواہی کے علاوہ اِس قصہ کی جو اصل مجرم تھی یعنی زلیخا نے اپنے جرم کا اقرار بھی کیا اور حضرت یوسفؑ کی پاکیزگی، بے گناہی اور صداقت کی گواہی بھی دی کہ:

"اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○" یعنی: "میں نے ہی اُس (یوسفؑ) پر ڈورے ڈالے تھے اور وہ تو واقعاً بالکل کھرے اور سچے لوگوں میں سے ہیں"۔ (القرآن)

* ...... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ (٥٢) (یہ سن کر یوسفؑ نے کہا:) "اس
بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ (سوال کے کرنے) کا سبب یہ تھا کہ وہ
كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ○ ٥٢ (بادشاہ مصر) یہ جان لے کہ میں نے

اُس کی پیٹھ پیچھے چھپ چھپا کر کوئی خیانت نہیں کی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے
کہ جو لوگ خیانت کرتے ہیں خدا اُن کی چالوں کو کامیاب نہیں کرتا۔

یہ جملہ کس کا ہے؟

اِس آیت میں حضرت یوسفؑ کا قول بیان کیا گیا ہے۔ * (تفسیر صافی ص۲۴۹)

* بعض مفسرین جیسے ابنِ تیمیہ اور ابنِ کثیر نے یہ سمجھا کہ یہ جملہ حضرت یوسفؑ کا نہیں ہے بلکہ عزیزِ مصر کی بیوی (زلیخا) کا جملہ ہے۔ کیونکہ اسی کے قول سے متصل ہے۔

لیکن تعجب ہے کہ ابنِ تیمیہ اور ابنِ کثیر جیسے دقیق رس آدمیوں کی نگاہ سے یہ بات چوک گئی کہ کلام کی شان خود ایک بہت بڑا قرینہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی اور قرینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ فقرہ زلیخا کی شان سے بہت بلند ہے۔ یہاں شانِ کلام خود کہہ رہی ہے کہ اِس جملے کے کہنے والے حضرت یوسفؑ ہی ہو سکتے ہیں، زلیخا نہیں ہو سکتی۔ اِس جملے میں جو نیک نفسی، عالی ظرفی، خداترسی اور فروتنی بول رہی ہے، وہ خود بتا رہی ہے کہ یہ جملہ حضرت یوسفؑ ہی کی زبان سے نکل سکتا ہے، زلیخا کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔

* ...... (تفہیم القرآن)

* لیکن اکثر مفسرین نے اِس جملے کو زلیخا کا جملہ قرار دیا ہے۔ (جلالین، شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین)

* بہر حال اگر یہ جملہ زلیخا کا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے جو اِس وقت اپنے گناہ کا

www.drhasanrizvi.com

اعتراف کیا ہے، وہ اس لیے کیا ہے تاکہ یوسفؑ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے یوسفؑ کے پیچھے حق گوئی سے کام لیا ہے۔

*...... (تفسیر علی بن ابراہیم)

مگر بہت سے مفسرین کا یہی خیال ہے کہ یہ جملہ حضرت یوسفؑ کا قول ہے۔

*...... (جلالین۔ شاہ ولی اللہ۔ شاہ رفیع الدین)

* اگر یہ جملہ حضرت یوسفؑ کا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ: "میں نے جو بادشاہ سے اپنے کیس کی تحقیقات کرائی ہیں وہ اس لیے تاکہ عزیزِ مصر کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ میں نے اُس کی بیوی کے ساتھ اُس کے پیٹھ پیچھے کوئی خیانت نہیں کی تھی۔ شیخ الطائفہ نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔

*...... (تفسیر تبیان)

* مگر اس تفسیر میں ایک بڑا خلل ہے۔ اس لیے کہ عزیزِ مصر کو حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے قصّے کے فوراً بعد ہی معلوم ہو گیا تھا کہ یوسفؑ بے گناہ ہے۔ اور خطا زلیخا کی ہے۔ پھر حضرت یوسفؑ نے یہ کیوں فرمایا کہ عزیزِ مصر جان لے کہ میں نے اُس کے پیٹھ پیچھے اُس کی بیوی کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی۔

* اس لیے زیادہ قوی بات یہی ہے کہ یہ قول زلیخا کا ہوگا۔ تفسیر اہلِ بیتؑ سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس تفسیر کے مطابق اگلی آیت بھی حضرت یوسفؑ کا قول نہ ہوگا، بلکہ زلیخا ہی کا قول ہوگا جس میں وہ اپنے گناہ کا برملا اعتراف کر رہی ہے کہ: "میں اپنے نفس کو بھی بَری نہیں کرتی ہوں۔ بلاشبہ نفس بُرائی پر آمادہ کیا ہی کرتا ہے۔ مگر یہ کہ میرے پالنے والے مالک کا رحم و کرم شاملِ حال ہو حقیقتاً میرا پالنے والا مالک بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

*...... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

★ لیکن عام مفسّرین کے نزدیک یہ سارے کا سارا قول حضرت یوسفؑ کا ہے۔ اِس طرح حضرت یوسفؑ کا مقصد یہ تھا کہ عزیزِ مصر کو میری بے گناہی کا علم تو پہلے سے تھا اب اُسے یقین آجائے کہ میں بے گناہ ہوں۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (کشاف ۔ بیضاوی)

★ اِن مفسّرین نے یہاں "رَبّ" سے مراد عزیزِ مصر ہی کو لیا ہے۔ اور آخری الفاظ کہ: "خدا خیانت کرنے والوں کی چال کو چلنے نہیں دیتا" شاید اس لیے فرمائے کہ مصری تہذیب میں زنا کرنا بجائے خود کوئی بڑا جُرم نہ تھا۔ لیکن ایک شادی شدہ عورت کا اپنے شوہر سے خیانت کرنا بڑا جُرم تھا۔ (اِس لیے خیانت کا حوالہ دیا۔)

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (ماجدی)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور یومِ آخرت کو دل سے مانتا ہے اُس پر لازم ہے کہ تہمت کے مواقع سے بچے۔"

★ ایک دفعہ حضورِ اکرمؐ اعتکاف میں تھے کہ آپؐ کی ایک زوجہ محترمہ آپؐ کے پاس تشریف لائیں۔ وہیں سے دو صحابی گذرے تو حضورؐ نے اپنی زوجہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "یہ میری زوجہ ہیں" یہ آپؐ نے اِس لیے فرمایا تاکہ اِن کو کوئی غلط خیال نہ گذرے۔

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "مجھے حضرت یوسفؑ کے صبر پر تعجّب ہے کہ جب بادشاہ کا قاصد اُن کے پاس آیا اور عرض کی، کہ بادشاہ آپ کو بُلاتا ہے۔ تو آپ نے قید خانے سے نکلنے میں جلدی نہ کی، بلکہ فرمایا: "اپنے مالک کی طرف لوٹ جا۔" (پہلے میرے اوپر جو الزام ہے اُس کی بادشاہ تحقیق کرے۔)

دوسرے یہ کہ جب آپ سے خواب کی تعبیر کا سوال ہوا تو آپ نے اُس کو فوراً حل فرمایا۔" (یعنی: اُس کو اپنی رہائی سے مشروط نہ فرمایا۔ اور یہ نہ فرمایا کہ مجھے پہلے جیل سے نکالو تب بتاؤں گا۔)

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

نتائج اور پیغام

حضرت یوسف ؑ نے آخر میں اپنی امانت اور دیانت کا اظہار فرمایا

(۱) اِس سے معلوم ہوا کہ امانت اور دیانت بہت بڑی نیکی ہے۔ (۲) آپؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر (معاذاللہ) میں خائن ہوتا تو میرا انجام بخیر نہ ہوتا۔ (۳) اِس سے معلوم ہوا کہ خدا نیک لوگوں کو غم کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ (۴) معلوم ہوا کہ بہت بُری صفات میں سے ایک صفت خیانت بھی ہے۔ مال و دولت' اولاد' صلاحیتیں' عہدے' یہ سب ہمارے پاس خدا کی عطا کی ہوئی امانتیں ہیں' اِسی طرح ہمارے تمام اعضاء بھی خدا کی امانتیں ہیں' اِن سب چیزوں کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے' ورنہ خیانت ہوگی۔ (۵) دل خدا کی سب سے بڑی امانت ہے اس کو غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے محفوظ رکھنا ضروری ہے' ورنہ یہ سب سے بڑی خیانت ہوگی۔ ...... (تفسیر روح البیان)

امام غزالی نے لکھا کہ: اکابرین کا قول ہے کہ "حلال مال و دولت آنے میں کوئی حرج نہیں مگر اس کی جگہ "جیب" ہونی چاہیئے' دل میں مال' دولت کی محبت کو نہ آنے دینا چاہیئے۔ اس لیے کہ دل کو صرف خدا کی یاد اور محبت کے لیے وقف کردینا چاہیئے۔ .... (احیاء العلوم)

بارھواں پارہ ختم ہوا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

(دعائے بصیرت وبصارت ورزق)

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلِ النُّوْرَ فِيْ بَصَرِيْ وَالْبَصِيْرَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَالْيَقِيْنَ فِيْ قَلْبِيْ وَالْاِخْلَاصَ فِيْ عَمَلِيْ وَالسَّلَامَةَ فِيْ نَفْسِيْ وَالسَّعَةَ فِيْ رِزْقِيْ وَالشُّكْرَ لَكَ اَبَدًا مَّآ اَبْقَيْتَنِيْ

آج مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۸ ہجری بروز چہارشنبہ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۹۷ عیسوی ۱۲ بجے دن اِس پارہ کی کتابت مکمل ہوئی۔
کاتب ——— محمد جعفر زیدی ۳۶ بی لانڈھی فون ۵۰۴۰۸۶۹

www.drhasanrizvi.com

(از : القرآن الحکیم :)
(مولانا فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ)

رُموز و اوقافِ قرآن

قرآن مجید کی تلاوت کے لیے رُموز و اوقاف کا جاننا بیحد ضروری ہے تاکہ صحیح طریقے سے تلاوت کی جا سکے۔ طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

رُموز و اوقاف	واضح نام	احکام
م	وقفِ لازم	یہاں ضرور ٹھہرنا چاہیئے ورنہ عبارت کا مطلب منشاءِ الٰہی کے خلاف ہو جائے گا۔
ط	وقفِ مطلق	یہاں سے گذرنا نہیں چاہیئے بلکہ بہتر یہی ہے کہ اِس پر وقف کر کے مابعد سے ابتدا کی جائے
ج	وقفِ جائز	یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔
ز	وقفِ مجوّز	یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے، لیکن ٹھہرنا بھی جائز ہے۔
ص	وقفِ مُرخّص	یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے، لیکن تھک جانے کی حالت میں ٹھہرنا جائز ہے۔ "ز" کی بہ نسبت "ص" میں وصل (یعنی ملا کر پڑھنے) کو ترجیح ہے۔
ق	قِیلَ علیہِ الوقف	کہا گیا ہے کہ یہاں وقف ہے۔ لیکن ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔
لا	لا وقف علیہ	یہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیئے، بلکہ اگر بھولے سے ٹھہر جائے تو ماقبل سے دوبارہ ملا کر پڑھنا واجب ہے
قف	قِف علیہ	یہاں ٹھہرنا چاہیئے۔
سکۃ	سکتہ	اِس جگہ آواز کو اِس طرح توڑے کہ سانس نہ ٹوٹے۔
وقفہ	وقفہ	لمبے سکتہ کی علامت ہے، اِس جگہ ذرا دیر تک آواز کو توڑے رکھے، لیکن سانس نہ ٹوٹے۔ سکتہ وصل سے قریب تر ہوتا ہے اور وقفہ، وقف سے۔
صل	قَد یُوصَل	کبھی ملا کر پڑھا جاتا ہے، لیکن وقف کرنا احسن ہے۔
صلے	الوصل اَولیٰ	یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔
		جہاں ایک سے زیادہ علامتیں ہوں (مثلاً، زؔ وغیرہ) وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ اور اگر ایک سے زیادہ علامتیں ایک سیدھ میں ہوں (مثلاً ص ق وغیرہ) تو آخری علامت کا اعتبار ہوگا۔
ع	رکوع	رکوع کی نشانی ہے۔ یہاں رکوع ختم ہوتا ہے۔
O	آیۃ (ۃ)	آیت کی ۃ کو دائرے میں منتقل کیا گیا۔ جو اکثر ختمِ آیت کے بعد بنایا جاتا ہے۔
O لا		یہ علامت جہاں ہوتی ہے وہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں
∴ ∴	معانقہ یا مراقبہ	معانقہ علامت ہے کہ یہاں دو وقف ہیں۔ ایک کو اختیار کرے۔ اِس کے رمز مختلف ہیں۔ کہیں تین نقطے بنا دیئے جاتے ہیں، کہیں "مع" بنا دیتے ہیں اور کہیں "معانقہ" "د" "ج" لکھتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

طریقہ وآدابِ قرأت و مخارجِ حروف

قرآنِ کریم کے پڑھنے میں حرفوں کا صحیح طریقہ پر ادا کرنا۔ مثلاً "ض" کی جگہ "ظ" نہ ہو جائے۔ وہ حروف جن کی آواز ملتی جلتی ہے مثلاً ض، ظ، ذ، ز اور س، ص، ث وغیرہ کو عام طور ایک سی آواز سے پڑھا جاتا ہے، جو غلط ہے۔ ان حروف کے فرق کو واضح کرنے کے لیے حسبِ ذیل اختیار کیا جائے۔

حروف کو اُن کے اصل مخارج سے ادا نہ کیا جائے گا تو معنوں میں تبدیلی واقع ہو جائے گی اور اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔ مثلاً: "عَلیٰ" کو "ع" کے مخرج سے ادا نہ کیا اور "الف" کے مخرج سے ادا کیا جائے (جیسا عوام میں رائج ہے) تو وہ عَلیٰ کے بجائے "اَلیٰ یا اَلاَ" بن جائے گا اور معنی میں تبدیلی واقع ہو جائیگی۔ عَلیٰ کے معنی "اوپر" اور اَلاَ کے معنی خبردار ہو یا آگاہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کی جانی چاہیئے۔ تیزی یا روانی سے تلاوت کرنے میں ایک مفہوم آیت دوسرے مفہوم سے مل کر غلط ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ ایک جملہ ہے کہ: "روکو مت جانے دو" اِس کو روانی سے پڑھا جائے تو مطلب اثبات میں نکلے گا اور اگر ٹھہر کر پڑھا جائے تو مطلب نفی میں نکلے گا۔ قرآن مجید نے خود فرمایا ہے کہ: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو) (سورۃ مزمل)

حروف	(حروف کو کیسے ادا کیا جائے) مخارج حروف
ء ۔ ھ	دونوں حروف کو ابتدا حلق سے
ع ۔ ح	وسطِ حلق سے
غ ۔ خ	انتہاءِ حلق سے
ق	زبان کی جڑ اور اوپر کے تالو سے
ک	ق کے مخرج سے تھوڑا سا ہٹ کر۔ یعنی پہلے
ج ۔ ش ۔ ی	زبان کے درمیان اور اوپر کے تالو کے درمیان سے
ض	زبان کے کنارے اور دانتوں کی گڑھ کے قریب سے۔ یعنی تمام کنارے زبان کے لگانے ہیں، بائیں طرف کے اوپر داڑھوں کی جڑ سے یا دائیں طرف سے۔ لیکن بائیں طرف سے آسان ہے۔
ل	زبان کی نوک کے قریب سے اور اوپر کے تالو سے۔
ر	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔ نون کے مخرج کے بعد
ن	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔
ط د ت	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کی جڑ سے۔
ظ ذ ث	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
س ص ز	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
ف	نیچے کے ہونٹ کے اندر اور اوپر کے دانتوں کے کنارے سے
ب م و	ہونٹوں کے درمیان سے
ا	فضاءِ دہن سے۔ یعنی الف دراصل ایک ہوا کی مانند ہے جو اندر سے نکلتی ہے

(ماخوذ از قرآن الکریم۔ مولنا فرمان علی اعلی اللہ مقامہ)